جہر کرتے تھے اور حدیث سوم سے معلوم ہوا کہ زمانہ صحابہ مین آمین کا بلند آواز سے کہنا متروک ہو گیا تھا اور
یہی منشاء اختلاف ائمہ کا ہوا پس اگر جہر کرنے والے اون صحابہ کے طریقہ سے احتجاج کرینگے جو جہر کرتے تھے
تو آہستہ کہنے والے اون صحابہ کے فعل کو سند پیش کرینگے جو آہستہ کہتے تھے طبری نے تہذیب الآثار مین روایت
کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی آہستہ کہتے تھے آمین جیسا کہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین
احتج اصحابنا بما رواہ الطبری فی تہذیب الآثار حدثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی وائل قال لم یکن
عمر و علی یجہران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین یعنے نہین جہر کرتے تھے عمر و علی نماز مین ساتھ بسم اللہ کے
اور نہ ساتھ آمین کے قولہ پانچوین حدیث قال عطاء آمین دعاء وامن ابن الزبیر ومن وراءہ حتے [ا ہ ص ۱۴۲]
ان للمسجد للجۃ وکان ابوہریرۃ ینادی الامام لا تفتنی بآمین وقال نافع کان ابن عمر لا یدعہ ویحضہم وسمعت
منہ فی ذلک خیرا کہا عطاء نے آمین دعا ہے اور آمین کہا ابن زبیر نے اور جو پیچھے اونکے تھے یہانتک
کہ گونج اوٹھی مسجد اور ابوہریرہ پکار کر کہدیتے تھے امام کو کہ مت فوت کر مجھسے کہنا آمین کا اور کہا نافع نے
نہین چھوڑتے تھے اوسکو یعنے آمین پکار کر کہنے کو ابن عمر بلکہ ترغیب دیتے تھے لوگون کو اوسپر اور سنا
نافع نے ابن عمر سے کہ آمین پکار کر کہنے مین حدیث ہے روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے اقول اس مقام
مولف سے چند مغالطات سرزد ہوئے ایک یہ کہ اس عبارت مین ایک تو قول عطاء کا کہ وہ تابعین سے
ہین اور تین صحابہ ابن زبیر و ابوہریرہ و ابن عمر کا فعل مذکور ہے کوئی حدیث فعل یا قول آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا نہین ہے پس الزام دینا ساتھ اسکے امام اعظم کو ساتھ مخالفت حدیث کے اور حجت
پکڑنا ساتھ قول تابعین اور صحابہ کے باوجودیکہ مولف کے نزدیک صحابہ کے اقوال و افعال حجت نہین بجز
فریب دہی کے اور کیا ہے دوسری یہ کہ ان سب اقوال کو مولف نے کہدیا کہ روایت کیا اسکو بخاری نے
حالانکہ اسمین سے ایک کو بھی بخاری نے روایت نہین کیا صحیح بخاری مین جسکا دل چاہے دیکھ لے کہ
اوسمین اسمین سے کسی قول کی روایت نہین ہے البتہ یہ سب اقوال صحیح بخاری مین بلا سند مذکور ہین
اور شراح صحیح بخاری قسطلانی و ابن حجر و عینی نے تصریح کی ہے کہ قول عطاء کا عبد الرزاق کے مصنف مین
اور قول ابوہریرہ کا بھی اوسمین مروی ہے اور ایسیہی قول نافع کی روایت عبد الرزاق نے کی ہے اور
فعل ابن زبیر کی روایت امام شافعی نے کی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی امر کا کسی کتاب مین مذکور ہونا
اور چیز ہے اور اوس کتاب مین اوسکی روایت ہونا اور چیز ہے پس یہ کہدینا مولف کا کہ روایت کیا
اسکو بخاری نے خالی فریب سے نہین تیسرے یہ کہ ان آثار مین سے صرف اثر ابن زبیر تو بلند آواز
کرنے پر آمین کے ساتھ دلالت کرتا ہے باقی قول عطاء کو تو مطلقا اس بحث سے علاقہ نہین ہے کیونکہ

اونکے قول سے تو اتنا ہی معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے اور یہ نہ معلوم ہوا کہ اسکو خفیہ کہی یا بلند آواز سے
بلکہ اسکے ساتھ اگر یہ امر منضم کر دیا جاوے کہ اصل دعا مین اخفا ہی بمقتضاے آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیة
تو آہستہ کہنا ثابت ہو جاویگا اور ابوہریرہ کے قول سے بہی زور سے کہنا نہین ثابت ہوتا ہے قسطلانی
شرح صحیح بخاری مین لکہتے ہین عند البیہقی کان ابوہریرة یؤذن لمروان فاشترط ابوہریرة ان لا یسبقہ بالضالین
حتے یعلم انہ دخل فی الصف وکانہ کان یشتغل بالاقامة وتعدیل الصفوف وکان مروان یبادر الی الدخول
فی الصلوة قبل فراغ ابی ہریرة فکان ابوہریرة ینہاہ عن ذلک انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ابوہریرہ مروان
کی طرف سے موذن تھے اور وہ اقامت کہنے مین اور صفوف کے برابر کرنے مین رہتے تھے کہ مروان جلدی
نماز شروع کر دیتے تھے اور ولا الضالین تک ہو چکتے آمین کہدیتے تھے اسوجہ سے ابوہریرہ نے اونسے کہا
کہ تم سبقت آمین کے ساتھ نہ کیا کرو اور میرے شریک ہونے کے پہلے آمین سے فراغت نکیا کرو کہ مین اس
فضیلت سے محروم رہون اور وقت آمین کہنے کا نہ پاؤن اس سے صرف فضیلت اس امر کی معلوم ہوا
کہ مقتدی اور امام دونون کا ایک وقت مین آمین کہنا بہتر ہے نہ یہ کہ زور سے آمین کہے اور قول نافع
کے ترجمہ کرنے مین مؤلف سے غلطی فاحش ہوئی کہ جس سے اونکی سمجھ مین جہر کی فضیلت ثابت ہوئی
صحیح مطلب یہ ہے جو تیسیر القاری شرح صحیح بخاری مین مسطور ہے گفت نافع بود ابن عمر ترک نمیکرد آمین
و برمی انگیخت مقتدیان را بر گفتن او و نافع گوید شنیدم از ابن عمر درین باب خبر مرفوع و در بعضے روایات
خیرا بیاء تحتانیہ است یعنے ثوابے انتہی مؤلف نے اپنے حسن لیاقت سے یا قصد مناقشت ومفسدت سے
لا یدعہ کی ضمیر کا مرجع اور فی ذلک کا مشار الیہ زور سے کہنے کو بنا دیا حال آنکہ اس قول مین کہین اوسکا ذکر
نہین ہے صرف اس قول سے اسیقدر ثابت ہوا کہ نافع نے ایک حدیث مرفوع ابن عمر سے فضیلت آمین
سنی اور ابن عمر آمین کہنے مین بڑا اہتمام کرتے تھے اور یہ نہین ثابت ہوا کہ زور سے کہتے تھے الغرض
ذکر کرنا ان اقوال وافعال کا معرض الزام امام ہمام مین عجائب روزگار سے ہے ع برین عقل و دانش
بباید گریست * قولہ چہٹی حدیث عن عطاء قال ادرکت مائتین من الصحابة فی ہذا المسجد اذا قال الامام ولا
الضالین سمعت لہم رجة بآمین رواہ البیہقی روایت ہے عطاء سے کہ پایا مین نے دو سو آدمی کو صحابہ سے
بیچ اس مسجد کے جب کہی امام ولا الضالین سنا مین نے اونکی آواز ساتہ آمین کہنے کے اقول یہ روایت عم
روایت سابقہ ہے جسکو مؤلف نے چوتہی حدیث کر کے تعبیر کیا ہے صرف بعض الفاظ کا فرق ہے اسکو
علحدہ حدیث بنانا بے فائدہ ہے اور اسکا جواب وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکا قولہ ساتوین حدیث
عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ اذا قرأ ولا الضالین قال آمین ورفع بہا صوتہ رواہ ابو داؤد

روایت ہے وایل سے کہا تھے رسول خدا جب پہونچے ولا الضالین تک کہا آمین اور بلند کیا ساتھ آمین کہنے کے
آواز کو **اقول** اس سے حنفیہ پر جب الزام درست ہو جب یہ حدیث اس امر پر دلالت کرے کہ بلند کرنا آواز کا آنحضرت کا
فعل دائمی یا اکثری تھا اور یہ امر اس حدیث سے نہین نکلتا ہے **قولہ** آٹھوین حدیث عن نعیم المجمر قال صلیت
وراء ابی ہریرۃ فقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم قرء بام القرآن حتی اذا بلغ ولا الضالین قال آمین روایت ہے
نعیم مجمر سے کہا نماز پڑہی مین نے پیچھے ابو ہریرہ کے پس پڑہی ابو ہریرہ نے بسم اللہ پہر پڑہی سورہ فاتحہ یہانتک
کہ جب پہونچے ولا الضالین تک کہا آمین **اقول** اس روایت مین کہین جہر کا نشان نہین صرف قال آمین ہے
کہ جسکے معنی یہ ہین کہ جب پہونچے ابو ہریرہ ولا الضالین تک تو کہا اونہون نے آمین اور یہ عام ہے اس سے کہ
آہستہ کہا ہو یا زور سے کہا ہو پس استدلال اور الزام ساتھ اس روایت کے نہین درست ہے اگر یہ شبہ ہووے
کہ نعیم مجمر مقتدی ابو ہریرہ کے تھے اونہون نے جب اس امر کو نقل کیا تو معلوم ہوا کہ اونہون نے آمین ابو ہریرہ
سنی پس معلوم ہوا کہ اونہون نے بلند آواز سے کہا تو جواب اوسکا یہ ہے کہ خبر دینا نعیم مقتدی کا فعل ابو ہریرہ
سے مستلزم اس امر کو نہین ممکن ہے کہ بعد فراغت نماز کے ابو ہریرہ نے نعیم سے بیان کر دیا ہو کہ مین نے آمین کہی
یا یہ کہ جب ولا الضالین تک ابو ہریرہ پہونچے اونہون نے آمین کہنے کے واسطے سکوت فرمایا نعیم اس وجہ سے
سمجھ گئے کہ انہون نے آمین کہی ورنہ یہ موقع سکوت کا نہ تہا یا یہ کہ نعیم بہت قریب ہون ابو ہریرہ سے کہ اونکی آہستہ
آمین کہنے سے بہی یہ واقف ہو گئے ہون الغرض انکے اس قول سے کہ ابو ہریرہ نے بعد ولا الضالین کے
آمین کہی ہرگز یہ نہین ثابت ہوتا ہے کہ اونہون نے بلند آواز سے کہا **نظیر** اسکے اشارہ صحابہ ہین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے امور سریہ سے جو صحاح ستہ مین موجود ہین کہ آنحضرت نماز عصر وظہر مین فلان فلان
سورت پڑھتے تھے یا درمیان دو سجدہ کے قعدہ مین یہ دعا پڑہتے تھے یا بعد سبحانک اللہم کے اور رکوع مین
اور بعد رکوع کے اور قعدہ اخیرہ مین یہ دعائین پڑہتے تھے اذکار امام نووی و عمل الیوم واللیلہ لابن السنی
وکتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ کو جو شخص دیکھیگا اس قسم کے روایات بہت پاویگا حالآنکہ بالیقین آنحضرت سے
یہ اذکار اور ادعیہ اور قرأت سور ظہر وعصر وغیرہ مین آہستہ ادا ہوتی تھی نہ بلند آواز سے پس اگر صرف ذکر کرنا
مقتدی کا کہ ہمارے امام نے یہ لفظ ادا کی یا یہ دعا پڑھی مستلزم ثبوت جہر ہووے لازم آتا ہے کہ ان سب روایات سے
آنحضرت کا بلند کرنا آواز کا ساتھ ان اذکار اور قرأت کے ثابت کیا جاوے **قولہ** نوین حدیث عن علی قال
سمعت رسول اللہ اذا قال ولا الضالین قال آمین رواہ ابن ماجۃ روایت ہے علی سے کہا سنا مین نے رسول خدا سے
جب کہا ولا الضالین کہا آمین **اقول** سنن ابن ماجہ مین یہ حدیث اس اسناد سے مروی ہے حدثنا عثمان بن
ابی شیبۃ خبر دی ہمکو عثمان بن ابی شیبہ نے کہا اونہون نے کہ حدثنا حمید بن عبد الرحمن خبر دی ہمکو حمید بن

عبدالرحمن نے کہا اونہون نے کہ حدثنا ابن ابی لیلے خبر دی ہمکو ابن ابی لیلے نے عن سلمۃ بن کہیل اونہون سے
روایت کی سلمہ بن کہیل سے عن حجیۃ بن عدی اونہون نے روایت کی حجیۃ بن عدی سے عن علی اونہون نے
روایت کی علی مرتضیٰ سے اور یہ حدیث ساتہ اس اسناد کے محدثین کے نزدیک مخدوش ہے حافظ ابن حجر کی
تلخیص الحبیر مین مرقوم ہے قال ابن ابی حاتم فی العلل کہا ابن ابی حاتم نے جو اجلہ محدثین سے ہین کتاب العلل مین
سالت ابی پوچہا مین نے اپنے باپ سے یعنے ابو حاتم سے عن حدیث حدثناہ احمد بن عثمان بن حکیم حدثنا بکر بن
عبدالرحمن عن عیسے بن [illegible] عن ابن ابی لیلے عن سلمۃ بن کہیل عن حجیۃ بن عدی عن علی انہ سمع النبی صلے اللہ
علیہ وسلم یقول آمین حین یفرغ من قراءۃ فاتحۃ الکتاب یعنے اوس حدیث سے کہ خبر دی ہمکو اوسکے احمد نے
اونہون نے کہا کہ خبر دی ہمکو بکر نے اونہون نے روایت کی عیسے سے اونہون نے ابن ابی لیلے سے اونہون نے سلمہ سے
اونہون نے حجیۃ سے اونہون نے حضرت علی سے کہا اونہون نے کہ سنا مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہتے تہے
آپ آمین جب فارغ ہوتے تہے سورہ فاتحہ کے پڑہنے سے فقال لیس جواب دیا ابو حاتم نے ہذا عندی خطاء کہ
یہ روایت حضرت علی سے میرے نزدیک خطا ہے انما ہو حجر بن عنبس عن وائل نہین ہے یہ روایت آمین
سننے کی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مگر حجر بن عنبس سے اونہون نے روایت کی وائل سے کہ اونہون نے
آمین سنی اور حضرت علی سے سننا آمین کا نہین ثابت ہے وہذا من ابن ابی لیلے فانہ کان سئی الحفظ انتہی
یعنے یہ خطا کہ وائل کی روایت علی کی ذکر کی گئی اور حجر کی عوض حجیۃ کا ذکر سوا ابن ابی لیلے سے ہے اور تہی وہ
سئی الحفظ یعنے حافظہ مین اونکی کسیقدر قصور تہا اور سواے انکے جتنے تلامذہ سلمہ بن کہیل کے ہین وہ سب
اسکو سلمہ کی روایت حجر سے اونکی روایت وائل سے نقل کرتے ہین ہرگاہ معلوم ہوا کہ یہ روایت حضرت علی کی
نہین ثابت ہوئی تو استدلال اور الزام دینا مؤلف کا ساتہ اس حدیث کے ساقط ہوا علاوہ ازین اگر یہ روایت
ثابت ہو تو آہستہ کہنا حضرت علی کا آمین کو جیسا کہ سابقا تہذیب الآثار سے منقول ہو چکا باوجودیکہ اونہون نے
آن حضرت سے بلند آواز سے آمین سنی شاہد اس امر پر ہے کہ بلند آواز سے کہنے کو حضرت علی امر ضروری و مسنون
دائمی نہ سمجہے ورنہ خود موافق فعل مسنون کے عمل کرتے اسقدر حنفیہ سے الزام اوٹہانے کے واسطے کافی ہے قولہ
دسوین حدیث عن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ قال صلیت مع النبی فلما قال ولا الضالین قال آمین وسمعناہا رواہ
ابن ماجۃ روایت ہے عبدالجبار بن وائل سے اوستے نقل کی اپنے باپ سے کہا نماز پڑہی مین نے ساتہ نبی
کے پس جب کہا آنحضرت نے ولا الضالین کہا آمین پس ہمنے سنا اقول الزام ساتہ اس روایت کے جب درست ہو
کہ یہ حدیث باین سند صحیح ہو حال آنکہ اس حدیث مین انقطاع ہے بسبب اسکے کہ عبدالجبار نے اپنے باپ
وائل بن حجر حضرمی صحابی سے کوئی حدیث نہین سنی بلکہ وہ اپنے باپ کے چہہ مہینے انتقال کے بعد پیدا ہوے

ہین درمیان عبد الجبار کے اور اونکے باپ کے ایک راوی چھوٹ گیا اور ایسا انقطاع صحت

حافظ ابن حجر عسقلانی نے نتائج الافکار تخریج احادیث الاذکار مین اور تلخیص الحبیر مین جابجا
لم یسمع من ابیہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سُنا اور جامع ترمذی کی کتاب الحدود مین ہے سمعت محمدا یقول عبد
الجبار بن وائل بن حجر لم یسمع من ابیہ ولا ادرکہ ویقال انہ ولد بعد موت ابیہ باشہر یعنے سنا مین نے محمد بن اسمٰعیل
بخاری سے وہ کہتے تھے کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سنا اور نہ اونکا زمانہ پایا بلکہ وہ پیدا ہوے
بعد وفات باپ کے اور ابو سعد سمعانی نے کتاب الانساب مین لکھا من زعم انہ سمع اباہ فقد وہم لان وائل بن
حجر مات وامہ حامل بہ ووضعتہ بعدہ بستۃ اشہر انتہی یعنے جس شخص نے گمان کیا کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے
سُنا اوسنے خطا کی کیونکہ جسوقت وائل نے انتقال کیا والدہ عبد الجبار کی حاملہ تھین بعد چھ مہینے کے وفات
وائل سے اونہون نے وضع حمل کیا اور عبد الجبار پیدا ہوے اور ایسیہی استیعاب فی اخبار الاصحاب تصنیف
ابن عبد البر اور اسد الغابۃ فی احوال الصحابۃ تصنیف ابن اثیر جزری وغیرہ مین ہے **قولہ** گیارہوین حدیث

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ اذا فرغ من قراءۃ ام القرآن رفع صوتہ وقال آمین رواہ الدار قطنی
وحسنہ والحاکم وصححہ **اقول** اس حدیث سے بہی الزام جب صحیح ہو جب دوام بلند آواز سے آمین کا کہنا ثابت ہو
اس حدیث کا اور ایسیہی اور احادیث صحیحہ کا جو رفع صوت پر دلالت کرتی ہین حنفیہ اور مالکیہ تین طرح سے
جواب دیتے ہین ایک یہ کہ یہ جہر ابتدا مین تھا بعد ازان متروک ہوگیا مگر یہ جواب ضعیف ہے بسبب اسکے کہ
اسکا ابتدا مین ہونا اور پھر منسوخ ہوجانا اثبات اسکا مشکل ہے دوسرے یہ کہ یہ جہر کبہی کبہی بیان
جواز کے واسطے تھا تا معلوم ہوجاوے کہ جہراً آمین کہنا بہی درست ہے اور مفسد نماز نہین اس سے یہ نہین لازم
کہ یہ جہر سنت ہوجاوے اور آہستہ کہنا خلاف سنت ہوجاوے تیسرے یہ کہ یہ جہر اتفاقاً تھا نہ قصداً
پس جو شخص اون احادیث سے حنفیہ اور مالکیہ پر الزام دیتا ہے اسکو ضرور ہے کہ ان احتمالات کو باطل
کرے **قولہ** بارہوین حدیث عن وائل قال سمعت رسول اللہ قرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال

آمین ومد بہا صوتہ رواہ الترمذی وابوداود والدارمی وابن ماجۃ روایت ہے وائل سے کہا کہ سنا مین نے
رسول خدا سے کہ پڑہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین دراز کے ساتھ آمین کہنے کے آواز کو روایت کیا
اس حدیث کو ترمذی اور ابوداود اور دارمی اور ابن ماجہ نے **اقول** یہ حدیث اس لفظ کے ساتھ نہ سنن ابن
ماجہ مین ہے نہ سنن ابوداود مین ان دونون کی طرف نسبت کرنا اسکا افترا ہے اور ایسیہی سنن دارمی مین بہی اس
حدیث کا نشان نہین اور بر تقدیر ثبوت اس روایت کے جواب اسکا وہی ہے جو سابقاً گذر چکا **قولہ** تیرہوین

حدیث عن بلال انہ قال یا رسول اللہ لا تسبقنی بآمین رواہ ابوداود روایت ہے بلال سے کہ اونسے کہا یا رسول اللہ

نہ سبقت کرو مجھسے آمین کے ساتھ مراد یہ ہے کہ جب مین سورہ فاتحہ آپ کے پیچھے تمام کر لیا کرون تب آپ آمین
کہا کرین **اقول** اس حدیث سے تو فقط یہ امر ثابت ہوا کہ مقتدی و امام دونون کی آمین ساتھ واقع ہونا چاہیے
اور جسوقت امام آمین کہے اوسیوقت مقتدی کو بھی کہنا چاہیے اور یہ امر کچہ جہر پر موقوف نہین آمین خواہ جہر سے
ہو یا آہستہ دونون تقدیر پر یہ مستحب ہے کہ مقتدی و امام دونون ایک ہی وقت آمین کہین پس اس سے
پکار کر آمین کہنا کہان سے ثابت ہوا کہ مؤلف نے اس حدیث کو معرض الزام مین پیش کیا **قولہ** [۱۲] چودہوین
حدیث عن عائشة عن النبی قال ما حسدتکم الیہود علے شئ ما حسدتکم علے السلام والتامین رواہ ابن ماجة روایت
ہے عائشہؓ سے اونہون نے نقل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا نہین حسد کرتے یہود تمسے اوپر کسی چیز کے جسقدر
حسد کرتے ہین تمسے سلام کرنے مین اور آمین کہنے مین **اقول** ع ناصحا دل مین ہو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہوئے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے ✤ ترجمہ آپ نے ما حسدتکم کا کہ صیغہ ماضی کا ہے غلط کیا ایک طفل مکتب
بھی جانتا ہے کہ ما حسدتکم الیہود کے معنی نہین حسد کیا یہود نے تمہارا اوپر کسی چیز کے ہے نہ وہ جو آپ نے
لکھا اور اس حدیث مین تو کہین پکار کے آمین کہنے کا ذکر بھی نہین بلکہ خاص نماز مین آمین کہنے کا آہستہ ہو خواہ
پکار کر ذکر بھی نہین صرف اسقدر اس روایت سے ثابت ہی کہ یہود اہل اسلام کا حسد کرتے ہین آمین کہنے پر اور
سلام کرنے پر اسوجہ سے کہ وہ اس فضیلت سے محروم ہین پس اس سے فضیلت آمین کہنے کی اور سلام کرنے کی
ثابت ہوئی پکار کر نماز مین کہنے سے کچہ غرض نہین اس حدیث کو معرض الزام مین پیش کرنا اور اس سے جہر کو
ثابت کرنا آپ ہی کا کام ہے **قولہ** [۱۵] پندرہوین حدیث عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ما حسدتکم الیہود علے شئ
ما حسدتکم علے آمین فاکثروا عن قول آمین رواہ ابن ماجة فی باب الجہر بآمین روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا
رسول اللہ نے نہین حسد کیا تم پر یہود نے کسی چیز مین جیسا کہ حسد کیا تم پر آمین کہنے مین پس زیادتی کرو کہنے مین
آمین کے **اقول** ع ابھی کم سن ہین وہ نہین واقف ✤ ناز کیا چیز ہے ادا کیا ہے ✤ آپ کو یہی نہین معلوم ہوا
کہ اس حدیث مین کوئی لفظ ایسی نہین جس سے پکار کر کہنا آمین کا ثابت ہو ہر لڑکا بھی سمجھتا ہے کہ اس حدیث
مین صرف فضیلت کثرت سے آمین کہنے کی ثابت ہوئی نماز مین ہو خواہ باہر نماز کے کسی اور دعا کے بعد آہستہ
ہو یا پکار کے باایںہمہ اسکو معرض الزام مین ذکر کرنا اور اس سے پکار کے آمین کہنے کو ثابت کرنا خلاف عقل ہے
ع گر ہمین مکتب ست و این ملا ✤ کار طفلان خراب خواہد شد ✤ **قولہ** [۱۶] سولہوین حدیث بیہقی نے مرفوع روایت
کی کہ حسد کیا یہود نے اوپر قبلہ کے وہ قبلہ کہ ہدایت کی گئی ہم طرف اوسکے اور گمراہ کیے گئے یہود قبلہ سے اور حسد
کرتے ہین یہود اوپر جماعت کے اور حسد کرتے ہین اوپر آمین کے کہنے کے پیچھے امام کے **اقول** اس سے بھی صرف
آمین کہنے کی فضیلت نماز مین اور حسد کرنا یہود کا اس عبادت پر ثابت ہوا نہ پکار کے آمین کہنا اور حسد کرنا کسی جگہ

اس امر کو مستلزم نہین کہ وہ عبادت پکار کے ہو قولہ سترہوین حدیث عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال

اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ رواہ البخاری
روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ تحقیق رسول خدا نے فرمایا جب امام کہے ولا الضالین پس کہو تم آمین پس
تحقیق شان یہ ہے کہ جسکے قول نے موافقت کیا قول سے فرشتون کے بخشے جاتے ہین واسطے اوسکے وہ جو
اگلے ہین گناہ اوسکے اقول سن جھوٹ سچ باتون سے باز آؤ خدا کے واسطے چپکے رہو بس منہ نہ کھلواؤ خدا
کے واسطے یہ حدیث تو بہت صحیح ہے مگر اسکو جہر آمین کی دلیل بنانا اور اس سے آہستہ کہنے والون پر الزام دینا
محض غلط ہے کیا آپ کو نہین معلوم کیون نہ معلوم ہوگا یہ تو میزان منشعب پڑھنے والے بھی جانتے ہین کہ قال
کے معنی فارسی مین گفت اور اردو مین کہا اور قول کے معنی فارسی مین گفتار اور اردو مین بات اور قولوا کے
معنی فارسی مین بگوئید اور اردو مین کہو تم ہے نہ اسکے معنی آہستہ کہنا ہے نہ پکار کے کہنا پس اس حدیث مین
صرف آمین کہنے کا بر وقت کہنے امام کے ولا الضالین حکم ہے اور اوسکی فضیلت مذکور ہے جہر آمین سے
اور اس حدیث سے کچھ علاقہ نہین اور اگر قال یقول قولوا اور مثل اسکے اور صیغے جو لفظ قول سے مشتق ہین
پکار کر کہنے پر دلالت کرین تو صدہا آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کے معنی فاسد ہو جاینگے ہر شخص سمجھتا ہے کہ معنے

قل ہو اللہ احد کے یہ ہین کہ کہہ تو اللہ یکتا و تنہا ہے کوئی اوسکا شریک نہین نہ یہ کہ پکار کر کہو اور معنی قل یا ایہا
الکافرون لا اعبد ما تعبدون کے یہ ہین کہ کہہ تو اے حبیب ہمارے کہ اے کافرو یہ نہین بندگی کرتے ہین ہم اوس
چیز کی جسکی تم بندگی کرتے ہو یعنے بت وغیرہ نہ یہ کہ پکار کے کہو ظاہر ہے کہ یہ مضمون اگر لکھ کے کفار کو دیا جاوے
تب بھی کافی ہو جائیگا اور معنی قولوا آمنا باللہ کے یہ ہین کہ کہو تم ایمان لائے ہم ساتھ اللہ کے نہ یہ کہ پکار کے کہو
اور معنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے یہ ہین کہ پناہ مانگتا ہون مین ساتھ رب فلق کے
اور رب ناس کے نہ یہ کہ پکار کے کہو اور ایسی بہت سی آیتین ہین کہ اوسمین لفظ قول یا کوئی صیغہ اس سے مشتق
موجود ہے اور معنی اوسکے صرف کہنے کے ہین نہ پکار کے کہنے کے جو شخص ترجمہ قرآن شریف پڑھا ہوگا اوسپر

یہ امر مخفی نہین رہیگا اور معنی حدیث اذا اصبحتم فقولوا اللہم بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک
المصیر روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن سنی نے یہ ہین کہ جب صبح کرو تم تو پڑھو یہ دعا نہ یہ کہ پکار کے پڑھو اور

معنی حدیث اذا اضطجعت فقل بسم اللہ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من غضبہ وعقابہ ومن شر عبادہ ومن ہمزات الشیاطین
وان یحضرون روایت کیا ہے اسکو ابو نصر نے کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ مین یہ ہین کہ جب لیٹو تم واسطے

سونے کے تو کہو یہ کلمات نہ یہ کہ پکار کے کہو اور معنی حدیث اذا اکل احدکم طعاما فلیقل اللہم بارک لنا فیہ واطعمنا
خیرا منہ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی اور حاکم وغیرہ نے یہ ہین کہ جب قصد کرے کوئی کھانا کھانے کا

تو یہ دعا پڑھے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا ختم احدکم القرآن فلیقل اللهم آنس وحشتی فی قبری روایت کیا
اسکو دیلمی نے مسند الفردوس میں یہ ہیں کہ جب ختم کرے کوئی شخص قرآن تو یہ دعا پڑھے نہ یہ کہ پکار کے کہے
اور معنی حدیث جو سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے اذا خرج احدکم من الخلاء فلیقل الحمد لله الذی اذهب
عنی ما یوذینی وامسک علی ما ینفعنی یہ ہیں کہ جب کوئی شخص پاخانہ سے نکلے تو یہ دعا کہے نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث
جو سنن ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ولیقل اللهم افتح لی ابواب رحمتک
واذا خرج فلیسلم علی النبی ولیقل اللهم انی اسئلک من فضلک یہ ہیں کہ جب مسجد میں داخل ہووے تو پہلے آنحضرتؐ پر
صلوٰۃ وسلام ادا کرے بعد اوسکے یہ دعا پڑھے اللهم افتح لی الخ اور جب مسجد سے نکلے تو بعد سلام کے کہے
اللهم انی اسئلک من فضلک نہ یہ کہ زور سے کہے اور معنی حدیث اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا
لک الحمد جو صحیح بخاری ومسلم وسنن نسائی وابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے یہی ہیں کہ جب امام سمع الله لمن
حمده کہے پس تم کہو ربنا لک الحمد نہ یہ کہ پکار کے کہو اور صحاح ستہ میں ابن مسعود سے مروی ہے قال رسول اللهؐ
اذا قعد احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات لله الخ اور موطا مالک میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے قولوا التحیات لله الخ
ایسیہی اور بہی روایات باب تشہد میں اسی لفظ سے وارد ہیں کہ جنکے معنی یہی ہیں کہ قعدہ میں تم یہ کلمات کہو
نہ یہ کہ پکار کے پڑھو اور سوا اسکے اور بہت سی احادیث ہیں جنمیں یہی لفظ وارد ہے اور باتفاق علماء محدثین
وہاں پکار کے کہنا مراد نہیں ہے پس ایسی لفظ فقولوا آمین سے کیونکر پکار کے کہنا سمجھا جاویگا اور ایسی ہی اٹھارہویں
حدیث جو صفحہ ۲۶ میں مذکور ہے بلفظ اذا قال احدکم آمین وقالت الملائکة فی السماء آمین فوافقت
احدهما الاخری غفر له ما تقدم من ذنبه یعنے جسوقت کہتا ہے ایک تم میں سے آمین اور کہتے ہیں فرشتے آسمان
میں آمین پس موافق ہوتا ہے ایک کا کلمہ دوسرے کے بخشے جاتے ہیں اوسکے اگلے گناہ صرف آمین کہنے کی
فضیلت ثابت ہوتی ہے پکار کے کہنے کا کہیں نشان نہیں اور موافقت آمین ملائکہ و آمین بنی آدم میں
صرف اسیقدر کافی ہے کہ دونوں کی آمین ایک وقت میں واقع ہووے خواہ پکار کے ہووے خواہ آہستہ سے
اور ایسی ہی انیسویں حدیث جو صفحہ ۲۶ میں بلفظ اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین مذکور ہے اور حدیث
بیسویں جو صفحہ ۲۶ میں ہے بلفظ اذا امن القاری فامنوا یعنے جسوقت آمین کہے پڑھنے والا پس کہو تم
آمین اور حدیث اکیسویں جو اوسی صفحہ میں بلفظ اذا امن الامام فامنوا مذکور ہے اور ان تینوں احادیث میں
صرف آمین کہنے کا حکم ہے پکار کے کہنے کا کہیں ذکر نہیں ہے **قولہ** فائدہ نماز میں پکار کر کہنے کے باب میں ایسی
حدیثیں کہ جنکا امام اعظم نے مخالفت کیا ہے تو گذر چکی ہیں لیکن آمین خفیہ کہنے کے باب میں دلیل امام اعظم اور انکے
مقلد جو حدیثیں کہ پیش کیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں **اقول** ؎ بوئے گل ہی تو نہ لائی تا قفس * چل ہوا ہمراہ اپنے

صبا دکہلا تجہے یہ دعوے زبانی آپکا کہ امام ابوحنیفہ نے اکیس حدیث کی مخالفت کی کون سُنے گا جواب آپ کی
تحریرات سابقہ کو دیکہیگا وہ اس قول کو مہمل کہیگا جواب نے حدیثین بیان کین اونمین سے بعض تو نفس مین
کہنے کی ہین پکار کے کہنے سے اونسے کچہ علاقہ نہین اور بعضون کی سند ضعیف ہے اونسے الزام ممکن نہین اور بعض
جو صحیح وقوی ہین اونسے بہی الزام متصور نہین جب تک کہ ہمیشہ پکار کے کہنا یا اکثر اس طرح سے کہنا اونسے
ثابت نہو اور دلالت اون روایات کی سنت ہونی جہر پر نہو و اذ لیس فلیس قولہ ۱۹ پہلی حدیث روی شعبہ عن سلمۃ
بن کہیل عن حجر ابی العنبس عن علقمۃ بن وایل عن ابیہ ان النبی قرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین
وخفض بہا صوتہ رواہ الترمذی روایت کیا شعبہ نے سلمہ سے اونسے حجر باپ عنبس کے سے اونسے علقمہ بیٹے
وائل کے سے اونسے اپنے باپ سے کہ تحقیق نبی نے پڑہا غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین اور
پست کیا ساتہ اسکے آواز اپنی کو جواب اسکا دو طرح پر ہے اول یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے ہرگز لائق حجت
پکڑنے کے نہین کیونکہ ترمذی جو اسکا مخرج ہے کہا اونسے کہ سنا مین نے محمد یعنے بخاری سے کہ کہتے تہے
حدیث سفیان کی یعنی جسمین مد بہا صوتہ یعنے دراز کیا حضرت نے ساتہ آمین کہنے کے آواز کو آیا ہے وہ حدیث
بہت صحیح ہے شعبہ کی حدیث سے اس باب مین اور شعبہ نے اس حدیث مین خطا کی کئی جگہ مین پہلی خطا شعبہ
راوی اس حدیث مین یہ ہے کہا شعبہ نے حجر عنبس کا باپ ہے سو یہ اوسکی خطا ہے حجر تو عنبس کا بیٹا ہے
اور کنیت کیا جاتا ہے ابا سکن اقول یہ قول بخاری کا قابل اعتبار نہین اور شعبہ کی طرف نسبت خطا کی صحیح نہین
اسوجہ سے کہ کتاب الثقات مین ابن حبان نے لکہا ہے حجر بن عنبس ابو السکن الکوفی وہو الذی یقال لہ
حجر ابو العنبس یروی عن علی و وائل بن حجر روی عنہ سلمہ بن کہیل انتہی یعنے حجر بیٹے عنبس کے کنیت اونکی
ابو السکن ہی اہل کوفہ مین سے ہین اور اونہین کو حجر ابو العنبس بہی کہتے ہین روایت کرتے ہین احادیث کی علی مرتضی
اور وائل بن حجر سے اور اونسے روایت کی سلمہ بن کہیل نے اس سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ کنیت حجر کی ابو السکن
ہے ویسا ہی ابو العنبس بہی اوسکی کنیت ہی پس اگر شعبہ نے اوسکو ابو العنبس کہا تو کیا گناہ کیا اسیوجہ سے عینی شرح ہدایہ
مین لکہتے ہین جزم بہ ابن حبان فی الثقات فقال کنیتہ کاسم ابیہ وقول محمد یکنی ابا السکن لا ینافی ان تکون کنیتہ
ایضا ابا العنبس لانہ لا مانع من ان یکون لشخص کنیتان انتہی یعنے جزم کیا ساتہ اس امر کے کہ کنیت حجر کی ابو العنبس
ہے ابن حبان نے کتاب الثقات مین اور کہا اونہون نے کہ کنیت اوسکی مثل نام اوسکے باپ کی ہے یعنے
اوسکے باپ کا نام عنبس ہے اور یہی لفظ اسکی کنیت مین درج ہے اور قول محمد بخاری کا کہ کنیت حجر کی ابو السکن ہے
منافی اس امر کی نہین کہ کنیت اوسکی ابو العنبس بہی ہووے کیونکہ کوئی مانع اس امر سے نہین کہ ایک شخص کی دو کنیت
ہووین اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین بہی اسی امر کی تصریح کرتے ہین عبارت اونکی یہ ہے قلت وبہذا اجزم

ابن حبان فی الثقات ان کنیتہ کاسم ابیہ ولکن قال البخاری ان کنیتہ ابو السکن ولا مانع من ان یکون کنیتان انتہی **قولہ** دوسری خطا شعبہ کی یہ ہے کہ زیادہ کیا اس حدیث مین علقمہ بن وائل سے اور وہ بیچ اس اسناد کے نہین ہے **اقول** یہ بھی قول بخاری کا غیر معتبر ہے اسوجہ سے کہ شعبہ ثقہ ہے اور اصول حدیث مین مقرر ہے کہ زیادتی ثقات کی مقبول ہے پس اگرچہ اور تلامذہ سلمہ بن کہیل کی سنداس حدیث مین علقمہ کا ذکر نہین کرتے ہین بلکہ عن حجر بن العنبس عن وائل کہتے ہین لیکن شعبہ کی روایت مین اگر زیادتی واسطے علقمہ کے ہوئی تو کچہ منافات نہین ہے علی عینی لکھتے ہین وقولہ زاد فیہ علقمہ لایضر لان الزیادۃ من الثقۃ مقبولۃ ولاسیما من مثل شعبۃ انتہی یعنے قول بخاری کا کہ زیادہ کیا شعبہ نے علقمہ کو کچہ مضر نہین اسوجہ سے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے خصوصاً زیادتی ایسی ثقہ کی جیسا شعبہ ہے اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین کہتے ہین قال واختلفا ایضا فی شئ آخر فالثوری یقول حجر عن وائل وشعبۃ یقول حجر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ یعنے کہا ابن قطان نے بعد ذکر اختلاف شعبہ وسفیان کے لفظ حجر بن عنبس و حجر ابی العنبس مین کہ مختلف ہوے وہ دونون یعنے سفیان ثوری اور شعبہ کہ دونون اس حدیث کو سلمہ سے روایت کرتے ہین ایک اور چیز مین وہ یہ کہ ثوری تو سند مین کہتے ہین حجر عن وائل کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر بن عنبس نے وائل بن حجر سے بلا واسطہ روایت کی اور شعبہ کہتے ہین عن علقمہ بن وائل عن ابیہ کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر نے علقمہ بیٹے وائل سے روایت کی اور اونہون نے اپنے باپ وائل سے انتہی اسکے ابن حجر فرماتے ہین قلت لم یقف ابن القطان علی مارواہ مسلم الکجی فی سننہ حدثنا عمرو بن مرزوق حدثنا شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر عن علقمۃ بن وائل عن وائل قال وقد سمعہ حجر عن وائل قال انہ ابنی فذکر الحدیث وہکذا رواہ ابو داود الطیالسی فی مسندہ عن شعبۃ عن سلمۃ سمعت حجرا ابا العنبس سمعت علقمۃ عن وائل وقال وسمعتہ من وائل انتہی محصل اسکا یہ ہے کہ ابو داود طیالسی اور مسلم کجی کی روایت سے جو بطریق شعبہ مروی ہے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کو حجر نے علقمہ سے اور دونون نے اپنے باپ وائل سے روایت کی اور حجر نے بلا واسطہ بھی اس حدیث کو وائل سے سُنا پس معلوم ہوا کہ زیادہ کرنا علقمہ کا جو شعبہ کی روایت مین ہے خطا نہین ہے اور روایت سفیان ثوری کی جسمین روایت حجر کی وائل سے ہے علقمہ کا اوسمین ذکر نہین ہے منافی نہین ہے بلکہ حقیقت الامر یہی ہے کہ حجر نے علقمہ سے اور اوسکے باپ وائل سے دونون سے اس حدیث کی روایت کی سفیان ثوری کی روایت مین حجر عن وائل واقع ہوا اور شعبہ کی روایت مین حجر عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ وائل واقع ہوا ہان اگر صرف روایت حجر کی وائل سے بلا واسطہ ثابت ہوتی تو البتہ زیادتی علقمہ کی جو روایت شعبہ مین ہے خطا ہوتی تنقیہ بیان سے یہی معلوم ہوگیا کہ بعضے جو اس روایت شعبہ مین یہ خدشہ کرتے ہین کہ علقمہ کا سننا کسی حدیث کا اونہ باپ سے

نہین ثابت ہے جیسا کہ تقریب التہذیب مین مذکور ہی بنا برعلیہ یہ سند منقطعہ ہوئی اور صحیح نہوئی اسود وغیرہ شت
مضر نہین کیونکہ حجر کا روایت کرنا بلا واسطہ علقمہ کے باپ یعنے وائل سے ثابت ہوگیا پس علقمہ کے نہ سننے سے اپنے
باپ سے کیا حرج ہوگا **قوله** [۱۹] تیسری خطا شعبہ کی اس حدیث مین یہ ہے کہ کہا شعبہ نے پست کیا آنحضرتؐ نے ساتھ
آمین کے آواز کو اور یہ اونکی خطا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دراز کیا حضرتؐ نے ساتھ آمین کہنے کے آواز اپنی کو **اقول**
اسکے جواب مین عینی نے شرح ہدایہ مین لکھا ہے تخطیۃ مثل شعبۃ خطاء کیف وہو امیر المومنین فی الحدیث انتہی یعنے
نسبت خطا کے شعبہ کی طرف کرنا خطا ہی اور کیونکر صحیح ہو حالانکہ وہ ماہر ہین علم حدیث اور ثقات رواۃ سے ہین اور
ملقب بہ امیر المومنین فن حدیث مین ہین پس خطا کرنا اونکا امر مستبعد ہے لیکن یہ جواب خالی خدشہ سے نہین ہے
اسوجہ سے کہ گو شعبہ اجلۂ ثقات سے ہین مگر حفظ مین سفیان سے کم ہین اور اکثر الفاظ روایات مین شک و
وہم کرتے ہین جیسا کہ ناظر صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث پر مخفی نرہیگا ہان یہ کہ سکتے ہین کہ اگرچہ ایک جماعت
محدثین نے لفظ وخفض بہا صوتہ کی جو روایت شعبہ مین ہی تضعیف کی مگر عمل بعض کبار صحابہ کا جیسے عمرؓ و علیؓ کہ وہ آمین
آہستہ کہتے تھے موید اسکے ثبوت کا ہے پس اسقدر حنفیہ کو کافی ووافی ہے **قوله** شعبہ کی حدیث ضعیف
ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سماع علقمہ کا وائل سے ثابت نہین الخ **اقول** یہ وجہ بالکل ضعیف ہے اسوجہ سے
کہ علقمہ کا سننا اپنے باپ سے اگرچہ مختلف فیہ ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اونہون نے اپنے باپ سے سنا ہی البتہ
اونکے بھائی عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہین سنا تحقیق اسکی اور تفصیل رسالہ القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح
المحارم مین مذکور ہے جسکو شوق ہو اسکا مطالعہ کرے یہان صرف بقدر ضرورت ایک عبارت جامع ترمذی کی
جو کتاب الحدود مین واقع ہے لکھی جاتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سنا ہی اور وہ اپنے
بھائی عبد الجبار سے بڑے ہین اور عبد الجبار نے نہین سنا اپنے باپ وائل سے وہ عبارت یہ ہے علقمہ بن وائل
بن حجر سمع من ابیہ وہو اکبر من عبد الجبار بن وائل و عبد الجبار لم یسمع من ابیہ انتہی اور نواب صدیق حسن خان صاحب
مولف مسک الختام شرح بلوغ المرام جنکو مولف ظفر مبین اپنا مرشد اور ہادی سمجھتے ہین صفحہ ۲۰۱ مسک الختام مطبوع
مطبع نظامی مین لکھتے ہین سماع علقمہ از ابیہ ثابت ست پس حدیث سالم باشد از انقطاع انتہی **قوله** دوم شعبہ
کی روایت مذکور کے مخالف شعبہ ہی سے آمین پکار کر کہنا حضرتؐ کا ثابت ہوچکا ہی چنانچہ فتح القدیر مین ہے
قد رجح الدارقطنی وغیرہ روایۃ سفیان بانہ احفظ وقد روی البیہقی عن شعبۃ فی الحدیث رافعا صوتہ **اقول** یہ کچھ
مضر نہین کیونکہ جائز ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دونون امر یعنے آہستہ کہنا اور پکار کے کہنا ثابت ہوئی
اور شعبہ دونون روایت کے راوی ہوے **قوله** سوم شعبہ کی حدیث سے یہ ہرگز نہین ثابت ہوتا ہے کہ
آنحضرت پکار کر آمین نہین کہتے تھے خفیہ اپنے دل ہی مین کہتے تھے کیونکہ خود شعبہ کہتا ہے کہ نبیؐ نے پڑھا

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس کہا آمین اور پست کیا ساتھ اُسکے آواز اپنی کو اس سے صاف
نکلتا ہے کہ حضرت نے بہت تعدد سے نہین کہی میانہ آواز سے کہی ہے **اقول** یہ تمہارا دعوے بے دلیل
کون سنیگا جو سنیگا وہ یہی کہیگا ؎ یہ اوجھہ پڑنے کی خو اچھی نہین * بے محابا گفتگو اچھی نہین پر ظاہر
ہے کہ خفض بمعنے آہستہ کہنے کے کتب لغت مین مسطور ہے اور محاورات عربیہ مین مستعمل و مشہور
ہے پس یہ دعوے کہ اس حدیث سے خفیہ کہنا ہرگز نہین ثابت ہے قابل اعتبار کے نہین ہے
قولہ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن و حدیث کے یہ ہے کہ ہدایہ مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے
محرمات ابدی مثل مان بہن بیٹی اور اونکے سوا جنکو حرام کیا خدا نے جانکر نکاح کرے اور صحبت کرے اسنے
تو بھی اوسپر حد نہین آتی ہے اسلیے کہ محل شبہہ ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلہ مین کلام اللہ کا بھی
اور حدیث کا بھی اسلیے کہ جو شخص اپنی محرمات ابدی مثل مان بہن وغیرہ سے نکاح کرے تو اوسکو قتل کردینا چاہیے
فرمایا اللہ تعالے نے حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم یعنے حرام کی گئین ہین تم پر تمہاری مائین اور بیٹیان
تمہاری اور بہنین تمہاری **اقول** ؎ ظلم ہے احمقون کی منہ زوری * تنگ یہ بے لگام کرتے ہین *
ہم کہین گے کچھ تو دل تمہارا دکھیگا * جیبھ ہے اسے کینہ جو اچھی نہین * آپ کو کچھ معلوم ہے کہ حد عرف
فقہاء مین کسکو کہتے ہین اور امام اعظم اوس شخص سے جو بعد نکاح کے اپنی محرمات ابدیہ سے صحبت کرے
کیا چیز ساقط کرتے ہین اور کیا چیز اوسپر واجب کرتے ہین اور اسکی بھی آپ کو کچھ خبر ہے کہ مخالفت قرآن و حدیث
کی کیا شے ہے اور کسی شخص کے قول کا مخالف ہوجانا قرآن و حدیث کے اور اوسکا خلاف کرنا قرآن و
حدیث کے ان دونون مین کیا فرق ہے ؎ ناسون کے دماغ کو سوجھے * جاہل اتنا ترا دماغ نہین * نہ پڑھے
نہ لکھے نام محمد فاضل بے سمجھے بوجھے اعتراض کرنے پر تیار ایسے اعتراض پر اہل اسلام کی پھٹکار ؎ یہ دین وہ نہین
جسکو کہ تو بگاڑ سکے * کدہر خیال ہے اتنی تری مجال نہین * آپ ذرا کان کھولیے اور ہمسے چند باتین سنیے اور
بیہودہ گوئی سے توبہ کیجیے ایک یہ کہ مخالف ہوجانا کسی مسئلہ کسی امام کا کسی آیت یا حدیث کے اور چیز ہے اور خلاف کرنا
اوس امام کا اور چیز ہے پس اگر بالفرض یہ مسئلہ یا اور مسائل امام اعظم کے یا اور کسی امام کے مخالف قرآن
و حدیث کے تمکو معلوم ہوے ہون تو اوسکی بابت یہ کہنا کہ اس مسئلہ مین امام نے خلاف کیا قرآن و حدیث کی درست
نہین ہے دوسری یہ کہ حد شرعًا مطلق سزا کا نام نہین ہے بلکہ اوس سزاے خاص مقدر کا جو شرعًا بعوض ایسے
گناہ کے متعلق کی گئی ہو کہ اوسمین حق اللہ غالب ہو نہ حق بندہ کا پس تعزیر کو جو حاکم واسطے حسن انتظام قرار دیکے
کسیکو سزا دیتا ہے حد نہ کہینگے اسوجہ سے کہ اوسکی مقدار شرعًا مقرر نہین ہے اور ایسے ہی قصاص کو حد نہ کہینگے
اسوجہ سے کہ وہ حق بندہ ہے بعوض حق الٰہی نہین ہے یہی حاصل ہے عبارت صاحب ہدایہ کا مختار اسکا انہوں نے

ہو فی الشریعۃ اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ تعالیٰ حتے لا یسمے القصاص حدا لانہ حق العبد ولا التعزیر لعدم التقدیر انتہی
اور عبارت زیلعی کا شرح کنز مین ہو فی الشرع اسم لعقوبۃ مقدرۃ تجب حقا للہ فلا یسمے التعزیر حدا لعدم التقدیر ولا القصاص
لانہ حق العبد انتہی پس مراد امام اعظم کے حد ساقط ہونے سے صورت مذکورہ مین یہ ہے کہ جو حد کہ زنا مین مقرر ہے یعنے
اسّی درے مارنا یا سنگسار کرنا وہ اس صورت مین واجب نہین نہ یہ کہ مطلق سزا واجب نہین پس قتل کر دینا صورت
مذکورہ مین منافی حد نہ واجب ہونے کے نہین بلکہ یہ قتل تعزیراً و سیاسۃً ہے اور تعزیر حنفیہ کے نزدیک ہر گناہ مین
جسمین حد شرعی نہ مقرر ہو یا کسی شبہہ سے حد ساقط ہو گئی ہو واجب ہے نصاب الاحتساب مین ہے التعزیر واجب
کالحد انتہی یعنے تعزیر دینا واجب ہے مثل حد کے اور تبیین شرح کنز مین ہے اجمعت الامۃ علی وجوبہ فی کبیرۃ لا توجب الحد
انتہی یعنے اتفاق کیا ہے امت محمدیہ نے اوپر واجب ہونے تعزیر کے اوس گناہ کبیرہ مین جو حد کو واجب نہ کرتا ہو
اور بحر الرائق مین ہے کل من ارتکب معصیۃ لیس فیہا حد مقدر و ثبت عند الحاکم فانہ یجب فیہا التعزیر انتہی یعنے
جو شخص مرتکب ہو ایسی معصیت کا کہ اوسمین حد مقدر شرعی نہین اور ثابت ہو جاوے وہ معصیت اوس شخص پر
واجب ہے حاکم پر قائم کرنا تعزیر کا اوس شخص پر پس جو شخص محرمات کے ساتھ نکاح کر کے صحبت کرے اور حاکم
کے نزدیک یہ امر ثابت ہو جاوے اوسپر قائم کرنا تعزیر کا واجب ہوگا اور بقصد تعزیر حنفیہ کے نزدیک قتل بھی
جائز ہے لوطی اور ساحر اور زندیق وغیرہ کو قتل کرنا تعزیراً جائز رکھا ہے جیسا کہ درمختار و رد المحتار وغیرہ مین
مصرح ہے پس صورت مذکورہ مین قتل کرنا مستلزم اسکو نہین کہ حد واجب ہو جاوے اور حد نہ واجب ہونا مستلزم
اسکو نہین کہ بالکلیہ سزا ساقط ہو جاوے تیسیری یہ کہ یہ دعوے کہ مذہب امام اعظم کا اس بحث مین مخالف
ہے قرآن و حدیث کے محض غلط ہے آیت قرآنیہ جو آپنے بیان کی اوس سے تو صرف حرمت محرمات ابدیہ کی ثابت
ہوتی ہے اور اسکا کون منکر ہے اور یہ مضمون اوس سے ہرگز نہین ثابت ہے کہ جو شخص انسے نکاح
کر کے صحبت کرے اوسپر حد واجب ہے تا مخالفت لازم آوے اور حدیث جو آپنے سنن ابو داود و نسائی
و ابن ماجہ و دارمی و ترمذی سے ذکر کی اوس سے صرف اسیقدر ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ایسے شخص کی جسنے محرمات کے ساتھ نکاح کیا قتل کا اور گردن مارنے کا اور مال چھین لینے کا حکم کیا اور یہ ظاہر ہے
کہ یہ حکم بطور تعزیر و سیاست کے تھا نہ بطور حد کے اولاً اسوجہ سے کہ زنا کی صرف دو حد ہین بالاتفاق اگر زانی
محصن ہو تو اوسکی حد سنگسار کرنا کنکر پتھر سے یہانتک کہ مر جاوے ہے اور اگر غیر محصن ہو تو حد اوسکی اسّی کوڑے
مارنا ہے پس اگر گردن مارنا اور مال چھین لینا بھی حد ہو لازم آتا ہے کہ زنا کی چار حد ہو جاوین حالانکہ کسی عالم
بلکہ کسی مسلمان کا مذہب نہین ہے ثانیاً اسوجہ سے کہ حکم قتل کرنے کا بہت سی احادیث مین وارد ہے
سنن ابو داود و نسائی و ابن ماجہ مین مروی ہے کہ جو شخص چوتھی مرتبہ شراب پیوے اوسکو مار ڈالو اور جامع ترمذی

پس سنن ابوداؤد وغیرہ مین مروی ہے کہ جو شخص لواطت کرے اوسکو قتل کرو اور سنن اربعہ مین مروی ہے
کہ جو شخص کسی جانور سے جماع کرے اوسکو مار ڈالو اور اوس جانور کو بھی مار ڈالو اور سنن ابوداؤد وغیرہ مین
مروی ہے کہ جو شخص پانچوین مرتبہ چوری کرے اوسکو مار ڈالو ایسی اور بھی بہت احادیث ہین جنمین کسی گناہ کی عوض مین
قتل کا حکم ہوا ہے حالانکہ بالاتفاق قتل اون مواقع مین حد شمار نہین کیا جاتا ہے بلکہ تعزیراً سمجھا جاتا ہے
پس ایسی اس صورت مین بھی سمجھا جاویگا اور زیادہ تفصیل اس بحث کی القول الجازم فی سقوط الحد بنکاح المحارم
مین موجود ہے جسکا دل چاہے دیکھ لے اس بحث مین اب رسالہ جامع و نافع بجز اس رسالہ کے تصنیف نہین ہوا
جزی اللہ مولفہا خیر الجزاء ولطف بلطفہ یوم الجزاء قولہ حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص اپنی محرم کے ساتھ نکاح
کرے اوس پر امام اعظم کے نزدیک اسلیے حد واجب نہین کہ اوسکے نکاح مین شبہہ پڑگیا جواب اسکا دو طرح پر ہے
اول یہ کہ یہ نکاح ہرگز ہرگز محل شبہہ نہین محل شبہہ جب ہوتا کہ اوسکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ جس سے مین نے نکاح
کیا ہے یہ میری ماں ہے اور جب کہ ایک شخص نے عمداً اپنی ماں سے نکاح کر لیا اور اوس سے صحبت کرنے لگا
تو پھر بھلا کس بات کا اسمین شبہہ پڑا **اقول** کبھی فروغ نیا ئینگے بہشت یار چراغ * وہ ماہ ایک طرف کہ طرف
ہزار چراغ * آپکا جواب محض لغو ہے امام کی تحقیق کے سامنے اوسکی کیا وقعت ہے تفصیل اوسکی یہ ہے کہ
امام ابوحنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ادرؤا الحدود
بالشبہات یعنے دفع کرو حدود کو ساتھ شبہون کے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ادفعوا الحدود عن عباد اللہ ما وجدتم لہ مدفعا یعنے دفع کرو بندگان خدا سے حدود کو جب
تک تمکو طریقہ دفع کا اور ترمذی اور بیہقی اور حاکم نے عائشہ رضی سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم یعنے دفع کرو حدود کو اہل اسلام سے تا بمقدرت ان روایات سے یہ بات
ثابت ہوئی کہ مواقع شبہات مین حد کو ساقط کرنا چاہیے اور بھی امر مصنف ابن ابی شیبہ مین عقبہ بن عامر اور
زہری اور معاذ اور عمر بن الخطاب سے اور خلافیات بیہقی مین علی مرتضے سے اور مسند مسدد مین ابن مسعود
مروی ہے کہ یہ حضرات بھی مقامات شبہات مین سقوط حد کا فتوے دیتے تھے تفصیل ان سب امور کی فتح القدیر
مین شرح ہے بعد تمہید اس امر کے معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کی تین قسم ہین ایک شبہہ فی المحل وہ یہ ہے کہ ایسی
عورت سے بدون نکاح کے صحبت کرے کہ جسکی حرمت مین شبہہ ہووے گو وہ اشتباہ ضعیف ہو جیسے اپنے بیٹے کی
لونڈی سے صحبت کرنا اور وہ محل اشتباہ اس وجہ سے ہے کہ حدیث مین وارد ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک صحابی سے فرمایا انت ومالک لابیک یعنے تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے روایت کیا اسکو بزار
اور طبرانی اور ابن عدی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس روایت سے یہ اشتباہ ہوگیا کہ لونڈی بیٹے کی گویا پدر کی

سبب اسی شبہہ کے ایسی صورت مین حد ساقط ہو گئی دوسرے فی الفعل وہ کہ نفس صحبت مین زانی کو شبہہ
حلت کا ہو جاوے اور کسی وجہ سے وہ اوس صحبت کو حلال سمجھنے لگے گو محل وطی یعنے عورت کی حلت پر کوئی
دلیل موجب شبہہ نہو جیسے اپنے باپ کی لونڈی سے صحبت کرنا کہ ایسی لونڈی کی حلت مین کوئی دلیل شرعی
نہین آئی ہو کہ جس سے اشتباہ حلت کا ہووے مگر بسبب کمال انبساط وارتباط کے شبہہ اس بات کا ہو سکتا ہے
کہ باپ کی لونڈی سے صحبت کرنے مین کچھ حرج نہین جیسے اوسکے کہانا کہانے مین کچھ حرج نہین تیسرے شبہہ بالعقد
وہ یہ کہ بسبب عقد نکاح کے اشتباہ واقع ہو گیا جیسے کسی مجوسیہ سے نکاح کرے یا کسی کی بی بی سے نکاح کرکے
صحبت کی باین خیال کہ نکاح سے صحبت منکوحہ سے حلال ہے ان سب شبہات مین باقتضا سے روایات
مرفوعہ وموقوفہ سابقہ حنفیہ نے سقوط حد کا حکم دیا ہے اور اپنی کتابون مین ان سب کی صورتون کو مفصلاً
مذکور کیا ہے پس درصورت نکاح محارم شبہہ بالعقد کی وجہ سے سقوط حد کا حکم دیا گیا کیونکہ جب اوسنے اپنی محرم
کے ساتھ نکاح کر لیا اور صحبت کرنے لگا تو یہ صحبت اوسکی مبنی اوسکے نکاح پر ہوئی اور نکاح نے اشتباہ حلت
صحبت گو اشتباہ ضعیف ہو پیدا کر دیا اسیوجہ سے اگر اپنے محارم سے بدون نکاح صحبت کرے اوسمین بالاتفاق
حد واجب ہے پس اس مقام پر منشاء اشتباہ کا نفس عقد ہے خواہ وہ جانے کہ یہ مجہپر حرام ہے اور مجہپر اسکا نکاح جائز نہین
یا نہ سمجھے پس جب اوسنے بعد عقد کے صحبت کی یہ کہہ سکتے ہین کہ اوسنے اپنی منکوحہ سے صحبت کی اور منکوحہ سے
صحبت حلال ہے پس اسیقدر اشتباہ گو اشتباہ ضعیف ہو رفع حد کے واسطے کافی ووافی ہے **قولہ** دوم اپنی مان
بہن کے ساتھ نکاح کرنے والے پر حد واجب نہونے کا قائل ہونا معاذ اللہ پیغمبر کے حق مین یہ اعتقاد کرنا ہے
کہ انہون نے اس مسئلہ کو نہین سمجہا تہا اگر سمجہتے تو بسبب محل شبہہ ہونے کے اسکو قتل کا حکم کیون دیتے **اقول**
یہ آپکی نافہمی کی بات ہے پیغمبر نے یہ کب فرمایا کہ یہ میرا حکم بطور حد مقرر مقدر کے ہے اور اہل علم اس امر سے واقف ہین
کہ بسبب شبہہ کے حد ساقط ہوتی ہے نہ تعزیر بلکہ وہ مواقع شبہات مین بہی واجب ہوتی ہے کتاب الاشباہ
مین ہے الحد یندرئ بالشبہات والتعزیر یجب مع الشبہۃ انتہی پس آپکا حکم قتل جو تعزیراً اور سیاسۃً تہا مخالف
سقوط حد کے کیونکر ہوا اور شبہہ منافی حکم قتل کے کس طرح ٹہرا اشد التعجب ہے کہ ایسی ناسمجہی اور پہر ایسی جرأت
اعتراض سے باز آتا ہی نہین وہ کجروی سے کج نہاد ہے بات سیدہی کا بہی الٹا ہی وہ دیتا ہے جواب ** **قولہ**
غرض حنفیہ نہ تو قرآن کی مخالفت سے ڈرتے ہین اور نہ حدیث کی مخالفت سے کیونکہ اگر قرآن وحدیث کی
مخالفت کا ڈر ہوتا تو قرآن کی مخالفت میں اعتقاد نہ کہتے کہ ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زائد اسیطرح اگر حدیثون کو
مانتے تو صدہا حدیثون کا انکار کبہی نہ کرتے **اقول** سخت باتون کا تیرے کیا دین جواب ** بحث ہرزگی وبدگوئی
اچہی نہین ** اس افترا اور طعن کا عوض تو آپکو قیامت مین ملیگا ہم اسیقدر پر کفایت کرتے ہین کہ حنفیہ

کمال مرتبہ تتبع قرآن وحدیث ہین ہان جو لوگ زکات تجارت واجب نہین سمجھتے اونکی البتہ یہ صفت ہے کہ نہ قرآن کو
مانتے ہین نہ حدیث کو بلکہ اپنی راے پر مدار ہے **قولہ** صفحہ ۶۴- ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف قرآن وحدیث کے یہ ہے
کہ فقہ اکبر و شرح عقائد نسفی مین لکھا ہے الایمان ہو الاقرار والتصدیق وایمان اہل السماء والارض لا یزید ولا ینقص
امام اعظم نے خلاف کیا ہے اس مسئلے مین کلام اللہ کے صریح کئی آیتون کا بہی اور حدیثون کا اسلیئے کہ ایمان بڑہتا بہی
اور کم بہی ہوتا ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالے نے واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا الخ **اقول** اس مقام مین صفحہ ۶۴
و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ مین جو اس امر کو طول دیا ہے اور اپنے زعم مین مذہب امام کو مخالف آیات قرآنیہ
واحادیث قرار دیکر امام کے مذہب کو مطعون کیا ہے وہ سب مبنی ہے عدم فہم مرام امام اعظم پر اور سوء فہم پر
اگر غور سے مذہب امام کا سمجھتے کبھی طعن نہ کرتے ع اگر ہوتا زمانے مین حصول علم بے محنت ؛ تو بس ساری
کتابین ایک جاہل دہو کے پی جاتا ؛ تفصیل اسکی موقوف ہے تمہید چند مقدمات پر **مقدمہ اولی** معنی ایمان کے
لغت مین گرویدن و باور کردن یعنے کسی چیز کا حق سمجھ لینا اور اوسکو مان لینا اور یقین کر لینا ہے اور معنی شرعی
مین اختلاف واقع ہوا ہے جیسا کہ شرح مقاصد مین محقق تفتازانی لکھتے ہین اما فی الشرع فاختلفت الآراء
فی تحقیق الایمان وفی کونہ اسما لفعل القلب فقط او لفعل اللسان فقط او لفعلہما جمیعا وحدہما او مع سائر الجوارح
فہذہ طرق اربعۃ یعنے آراء امت محمدیہ کے ایمان شرعی مین مختلف ہوئین کہ آیا وہ نام ہے صرف کسی فعل قلبی کا یا صرف
فعل لسانی کا یا مجموع فعل قلبی و لسانی کا فقط یا مجموع فعل قلبی و لسانی و افعال جوارح یعنے وہ اعمال جو
اور اعضا سے صادر ہوتے ہین جیسے نماز روزہ وغیرہ پس یہ چار صورتین ہین فعلی الاول قد یجعل اسما
للتصدیق اعنے تصدیق النبی علیہ السلام فیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ وفیما اشتہر کونہ من الدین بحیث یعلمہ العامۃ
من غیر افتقار الی نظر و استدلال کوحدۃ الصانع ووجوب الصلوۃ وحرمۃ الخمر ونحو ذلک وہذا ہو المشہور وعلیہ الجمہور
وقد یجعل اسما للمعرفۃ ای معرفۃ ما ذکرنا ومن الناس من یکابر ویقول انہ اسم لمعنی آخر غیر المعرفۃ والتصدیق
وہو التسلیم الا انہ یؤول بالآخرۃ الی التصدیق علی ما یراہ اہل التحقیق یعنے بر تقدیر اول کہ ایمان عبارت ہو صرف
فعل قلبی سے تین قول ہین اول جو مشہور و مذہب محقق جمہور کے ہے یہ ہے کہ ایمان موضوع ہے بمقابلہ تصدیق
کے یعنے مان لینا اور یقین کر لینا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے امور مین کہ آپکا لانا اون احکام کا
پروردگار کے پاس سے بالضرورۃ معلوم ہوا اور اون احکام مین جسکا دین محمدی سے ہونا مشہور ہے یہانتک
کہ عوام بہی اوسکو جانتے ہون اور محتاج استدلال کے نہین ہوتے ہون جیسے وحدانیت پروردگار و فرضیت
نماز و حرمت شراب وغیرہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے ان چیزون کی معرفت یعنی پہچاننے اور
سمجھنے کا یہی مذہب شیعہ اور جہم بن صفوان کا ہے تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے تسلیم کا مگر یہ قول

بعد تحقیق نظر کی اول قول کی طرف مائل ہے وعلی الثانی وہو ان یجعل اسما لفعل اللسان اعنی الاقرار بحقیقۃ
ما جاء به النبی فقد یشترط فیه معرفة القلب حتی لا یکون الاقرار بدونها ایمانا والیه ذهب الرقاشی وقد یشترط التصدیق
والیه ذهب القطان وقد لا یشترط شیء منهما والیه ذهب الکرامیة حتی ان من اسر الکفر واظهر الایمان یکون مؤمنا
الا انه یستحق الخلود فی النار یعنے برتقدیر ثانی کہ ایمان نام ہو صرف فعل زبانی کا یعنے اقرار کرنا ساتھ حقیقت احکام
نبویہ کے بعضون کے نزدیک معرفت قلبی شرط ہے یہ مذہب رقاشی کا ہے اور قطان کے نزدیک تصدیق شرط
ہے اور کرامیہ کے نزدیک کچھ بھی شرط نہین یہانتک کہ جو شخص مطلقاً تصدیق نکرے اور دل مین اوسکے
تکذیب وکفر ہو مگر زبان سے اقرار کرتا ہو وہ بھی مومن ہے مگر اسقدر ایمان کرامیہ کے نزدیک بھی باعث
نجات کا نہین ہے پس ان تینون فرقون کے نزدیک مجرد اقرار باعث نجات نہین اور بدون تصدیق
اور معرفت کے نجات نہین وعلی الثالث وہو ان یکون اسما لفعل القلب واللسان فهو اسم للتصدیق المذکور
مع الاقرار وعلیه کثیر من المحققین وهو المحکی عن ابی حنیفة اور برتقدیر ثالث کہ ایمان نام ہو مجموع فعل لسانی وقلبی کا
پس ایمان عبارت ہے تصدیق قلبی واقرار لسانی سے اور یہی مذہب بہت سے محققین کا ہے اور امام اعظم
سے بھی منقول ہے پس جو شخص دل سے تصدیق کرے اور زبان سے کبھی اقرار نہ کرے وہ کافر ہے
اور مذہب اول والون کے نزدیک وہ مومن ہے اللہ کے نزدیک اسواسطے کہ اونکے نزدیک صرف
ایمان شرعی تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار لسانی صرف اجراء احکام دنیویہ کے واسطے ضروری ہے
واما علی الرابع علی ما یقال انه اقرار باللسان وتصدیق بالجنان وعمل بالارکان فقد یجعل تارک العمل خارجا
عن الایمان داخلا فی الکفر والیه ذهب الخوارج او غیر داخل فیه وهو القول بالمنزلة بین المنزلتین
والیه ذهب المعتزلة وقد لا یجعل تارک العمل خارجا عن الایمان بل یقطع بدخول الجنة وعدم خلوده فی النار
وهو مذهب اکثر السلف وجمیع ائمة الحدیث وکثیر من المتکلمین والمحکی عن مالک والشافعی والاوزاعی انتهی یعنے
برتقدیر رابع ایمان عبارت ہے مجموع تین چیز سے دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور ہاتھ
وغیرہ اعضاء سے نیک کام کرنا اس تقدیر پر تین مذہب ہین ایک یہ کہ جو شخص عمل نیک نکرے
اور عمل بد مین مبتلا ہو وہ کافر ہے یہ مذہب خوارج کا ہے دوسرے یہ کہ وہ شخص نہ مومن ہے نہ کافر
ہے یہ مذہب معتزلہ کا ہے کہ درمیان ایمان وکفر کے واسطہ کے قائل ہین تیسرے یہ کہ وہ شخص اصل
ایمان سے خارج نہین ہے اور نہ مستحق خلود جہنم کا ہے بلکہ ایمان کامل سے خارج ہے اور ملقب بفاسق ہے
یہ مذہب جملہ محدثین اور اکثر سلف صالحین کا ہے اور یہی منقول ہے امام مالک وشافعی واوزاعی وغیرہ
سے اور محقق جلال الدین دوانی شرح عقاید عضدیہ مین لکھتے ہین ہہنا اربع احتمالات الاول ان یجعل الایمان

جزء من حقیقة الایمان حتے یلزم من عدمها عدمه وهو مذهب المعتزلة والثانی ان تکون اجزاء عرفیة للایمان
فلا یلزم من عدمها عدمه کما یعد فی العرف الشعر والظفر والید والرجل جزء الزید مثلاً ومع ذلک لا یقال بانعدام زید بانعدام
هذه الامور وکالاغصان والاوراق للشجر تعد جزء منها ولا یقال بانعدامه بانعدامها وهذا هو مذهب السلف کما ورد فی
الحدیث الصحیح الایمان بضع وسبعون شعبة اعلاها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق فکان لفظ الایمان عندهم
موضوعا للقدر المشترک بین التصدیق وبین الاعمال فیکون حقیقة اطلاقه علی التصدیق فقط وعلی مجموع التصدیق
والاعمال حقیقة فالتصدیق بمنزلة اصل الشجرة والاعمال بمنزلة فروعها واغصانها فما دام الاصل باقیا یکون
الایمان باقیا وان انعدم شعبها الثالث ان یجعل الاعمال آثاراً خارجة عن الایمان مشبهة به ویطلق علیها لفظ الایمان
مجازا الرابع ان یکون الاعمال خارجة عنه بالکلیة انتهی حاصل اسکا یہ ہے کہ اس مقام پر چار احتمالات ہیں
ایک یہ کہ اعمال جزو حقیقت وماہیت ایمان ہون کہ اگر اعمال معدوم ہو دین تو ایمان بھی معدوم ہو جاوے
جیسے اجزاء حقیقیہ مین ہوتا ہے کہ جزو کی عدم سے کل کا عدم لازم ہوتا ہے اور یہی مذہب معتزلہ کا ہے دوسرے
یہ کہ اجزاء عرفیہ ہون اور عدم سے اونکی عدم ذات ایمان کا لازم نہ آوے بلکہ کمال نہین اوسکے فتور
ہو جاوے جیسے ناخن اور بال اور ہاتھ اور پیر جزو انسان کے ہین اور شاخہاے درخت اجزاء درخت
ہین لیکن اونکے فنا سے انسان اور درخت کا فنا نہین لازم آتا ہے اور یہی مذہب سلف ومحدثین کا ہے
جیسا کہ حدیث مین وارد ہے کہ ایمان کی ستر اور چند شاخین ہین اعلی اونکا اوا کرنا کلمہ توحید کا اور ادنے
اوسکا دور کرنا کسی شئے موذی کا راہ سے بخیال اسکے کہ مسلمانون کو ایذا نہ پہونچے اور یہی حدیث مین
وارد ہے الحیاء شعبة من الایمان یعنے حیا ایک شاخ ہے ایمان کی پس ان لوگون کے نزدیک ایمان
موضوع ہے واسطے ایک امر مشترک کے درمیان نفس تصدیق اور اعمال کے پس اطلاق ایمان کا نفس
تصدیق قلبی اور اعمال دونون پر بطور حقیقت کے ہے نہ بطور مجاز کے اور ایمان بمنزلہ درخت کے ہے
اور اعمال بمنزلہ شاخہاے درخت اونکی فنا سے کمال ایمان مین فتور ہوگا نہ اصل ایمان مین جو عذاب
دائمی سے نجات دیتا ہے تیسرے یہ کہ اعمال جزو ایمان نہین ہین مگر مشابہ اسکے ہین اور اطلاق ایمان کا
اونپر مجازاً ہوتا ہے چوتھے یہ کہ اعمال بالکلیہ ایمان سے خارج ہون پس معلوم ہوا کہ اہل سنت کے
باب ایمان مین تین قول ہین ایک یہ کہ ایمان نفس تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ مشہور بین الجمہور ہے
دوسرے یہ کہ ایمان مجموع تصدیق واقرار کا نام ہے تیسرے یہ کہ ایمان مجموع تصدیق واقرار وعمل کا نام ہے
مگر عمل جزو عرفی ہے نہ حقیقی ہے یا یون کہیے کہ جزو کمال الایمان ہے نہ اصل ایمان کا اور سلف سے صحابہ تابعین وغیرہ
سے جو منقول ہے الایمان قول وتصدیق وعمل اوس سے یہی مراد ہے جیسا کہ نووی کی شرح صحیح مسلم مین تحریر ہے

التصدیق یکمل بالطاعات کلہا فما ازداد المومن من اعمال البر کان ایمانہ اکمل وبہذہ الجملۃ یزید الایمان وبنقصانہا ینقص فمتی نقصت اعمال البر نقص کمال الایمان ومتی زادت زاد الایمان کمالا انتہی یعنے تصدیق کہ اصل ایمان وباعث نجات عذاب دائمی سے ہے بمقتضائے حدیث من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ عبادات سے کامل ہوتی ہے پس جسقدر مومن طاعات زیادہ کریگا ایمان اوسکا کامل ہوگا اور جب طاعات مین نقصان ہوگا کمال ایمان مین نقصان ہوگا اسیطرح اور کتب حدیث مین بھی مفصلا مذکور ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نزاع درمیان محدثین وجمہور حنفیہ وغیرہ کے جو جزئیت اعمال سے منکر ہین لفظی ہے کیونکہ محدثین بھی اوس شخص کو جو اعمال صالحہ سے خالی ہو اور مبتلائے کبائر ہو مستحق عذاب ابدی کے نہین کہتے ہین جیسے معتزلہ وخوارج کہتے ہین بلکہ اصل ایمان اگرچہ بمقدار ذرہ کے ہو نجات کے واسطے کافی ہے اور عمل صالح صرف جزء عرفی ایمان یا یون کہو کہ جزء کمال ایمان ہے اور حنفیہ وغیرہ کے نزدیک بھی اصل تصدیق منجی ہے البتہ فرق اسقدر ہے کہ حنفیہ وغیرہ اعمال پر جو اطلاق ایمان کا جابجا قرآن وحدیث مین وارد ہوا ہے اوسکو مجاز کہتے ہین اور محدثین اوسکو بطور حقیقت سمجھتے ہین مقدمہ ثانیہ جن لوگون کے نزدیک اعمال اجزاء حقیقیہ ایمان کے ہین جیسے معتزلہ وخوارج اونکے نزدیک زیادتی ونقصان ایمان بزیادتی ونقصان اعمال ہوگی کیونکہ نقصان جزو سے نقصان کل ضروری ہے اور زیادتی جزو سے زیادتی مجموع بھی بالبدیہی ہے اور جنکے نزدیک اجزاء عرضیہ ایمان کے ہین اونکے نزدیک اصل ایمان کی زیادتی وکمی نہین ہے بلکہ ایمان کامل مین یہ صفت ہوتی ہے اور بتفاوت اعمال کمال ایمان مین فتور ہوگا اصل ایمان مین کچھ نقصان نہوگا اور جنکے نزدیک ایمان نفس تصدیق کا نام ہے یا تصدیق مع الاقرار کا نام ہے اونکے نزدیک اصل ایمان مین زیادتی ونقصان نہین ہے جیسا کہ امام اعظم نے فقہ اکبر مین تحریر فرمایا الایمان ہو الاقرار والتصدیق وایمان اہل السماء والارض لا یزید ولا ینقص انتہی مقدمہ ثالثہ زیادتی ونقصان ایمان بسبب زیادت ونقصان اعمال نزاع اس باب مین لفظی ہے مبنی ہے اختلاف تفسیر ایمان پر نووی شرح صحیح مسلم مین ابو عبداللہ محمد بن اسمعیل اصفہانی شافعی شارح صحیح مسلم سے نقل کرتے ہین الایمان فی اللغۃ ہو التصدیق فان عنی بہ ذلک فلا یزید ولا ینقص لان التصدیق لیس شیئا یتجزیٰ حتی یتصور کمالہ مرۃ ونقصانہ اخری والایمان فی لسان الشرع ہو التصدیق بالقلب والعمل بالارکان واذا فسر بہذا تطرقت الیہ الزیادۃ والنقص وہو مذہب اہل السنۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ایمان لغت مین عبارت تصدیق سے ہے پس اگر یہ معنی مراد لیے جاوین تو اوسمین نقصان نہین ہوتا ہے کیونکہ نفس تصدیق کوئی چیز قابل تجزی نہین ہے کہ کمال ونقصان اوسمین ہووے اور عرف شرع مین ایمان عبارت ہے تصدیق اور اعمال سے پس اگر یہ تفسیر اختیار کیجاوے تو اوسمین زیادتی ونقصان ہوگی

تھے شرح مقاصد مین ہو ظاہر الکتاب والسنة وہو مذہب الاشاعرة والمعتزلة والمحکی عن الشافعی
وکثیر من العلماء ان الایمان یزید وینقص یعنے ظاہر قرآن وحدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان زائد وناقص
ہوتا ہے اور یہی مذہب اشاعرہ اور معتزلہ کا اور منقول امام شافعی وغیرہ سے ہے وعند ابی حنیفة واصحابه
وکثیر من العلماء وہو اختیار امام الحرمین انه لا یزید ولا ینقص لانه اسم للتصدیق البالغ حد الجزم والاذعان فلا یتصور
فیه الزیادة والنقصان والمصدق اذا ضم الیه الطاعات وارتکب المعاصی فتصدیقه بحاله لم یتغیر اصلا وانما یتفاوت
اذا کان اسما للطاعات المتفاوتة قلة وکثرة اور امام ابوحنیفہ اور تابعین امام کے نزدیک ایمان زائد وناقص
نہین ہوتا ہے اور یہی مذہب امام الحرمین کا جو علماء شافعیہ سے ہین اور بہت علماء کا ہے اسوجہ سے کہ ایمان
نام ہے اوس تصدیق کا جو مرتبہ یقین تک پہونچے اور یقین مین زیادتی ونقصان نہین ممکن ہے
بلکہ تصدیق کرنے والا خواہ طاعت کرے یا ارتکاب معاصی کرے دونون حال مین تصدیق اوسکی ویسی ہی باقی
رہتی ہے البتہ اگر ایمان عبارت اعمال سے ہوتا تفاوت اعمال سے اوسمین بھی تفاوت ہوتا ولہذا قال الامام
الرازی وغیرہ ان ہذا الخلاف فرع تفسیر الایمان فان قلنا ہو التصدیق فلا تفاوت وان قلنا ہو الاعمال فمتفاوت
انتہی یعنے اسیوجہ سے امام فخر الدین رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ اختلاف یعنے زیادتی ونقصان ایمان وعدم
اوسکا فرع تفسیر ایمان ہے پس اگر ایمان نفس تصدیق ہونا اختیار کیا جاوے تو اوسمین تفاوت نہین اور اگر
اعمال کا جزو ہونا اختیار کیا جاوے تو اوسمین تفاوت ہوگا مقدمہ رابعہ زیادتی ونقصان ایمان
دو طور پر ممکن ہے ایک بسبب زیادت اعمال ونقصان یہ زیادتی جیسا کہ ابھی محقق ہو چکا نفس ایمان مین
ہوگی اون لوگون کی راے پر جو اعمال کو اجزاء حقیقیہ ایمان کی کہتے ہین اور تارک اعمال قبیحہ وذنوب کبیرہ کو
خارج از دائرہ ایمان ومستحق عذاب ابدی سمجھتے ہین جیسے معتزلہ وخوارج اور ایمان کامل مین ہوگی محدثین کی
راے پر کہ اعمال انکے نزدیک اجزاء کمال ایمان ہین اور نفس ایمان یعنی تصدیق یا تصدیق مع الاقرار
مین نہوگی پر ظاہر ہے کہ جو شخص عابد زاہد ہو اور جو شخص فاسق فاجر ہو مگر صحیح العقیدہ ہو یہ دونون نفس
تصدیق مین برابر رہتے ہین نہ اعمال صالحہ سے عباد کی نفس تصدیق واقرار مین کچھ زیادتی ہوتی ہے نہ اعمال
قبیحہ سے فساق کی تصدیق واقرار مین کمی ہوتی ہے دوسرے زیادت ونقصان ذاتی باینطور کہ نفس
تصدیق قلبی متفاوت ہووے بدون اعتبار اعمال صالحہ وخبیثہ کے اسمین خلاف واقع ہے بعضون کے
نزدیک نفس تصدیق متفاوت نہین ہوتی ہے جیسا کہ عبارت نووی وشرح مقاصد سے واضح ہو چکا اور تحقیق یہ ہے
کہ تصدیق مین تفاوت ہوتا ہے باعتبار مراتب یقین کے اگرچہ سب مراتب نفس تصدیق مین برابر ہین
کیونکہ اگر ذات تصدیق مین نقصان ہوگا یقین مین تخلل ہو دیگا اور ثبوت کفر لازم ہوگا اسکی نظیر یہ ہے

یہ ذی نفس آدمیت مین برابر ہین کسی کی انسانیت دوسرے کی انسانیت سے ناقص یا زائد نہین ہے
مراتب زائدہ علم وجہل قوت وضعف عبادت ومعصیت ہدایت وضلالت وغیرہ مین تفاوت زیادت ونقصان ہے
ایسے ہی جتنی چیزین سیاہ ہین سب ذات سیاہی مین برابر ہین اوسمین زیادتی ونقصان نہین ہان اوسکے
مراتب متفاوت ہین شرح عقائد نسفیہ مین ہے قال بعض المحققین لانسلم ان حقیقۃ التصدیق لاتقبل الزیادۃ
والنقصان بل تتفاوت قوۃ وضعفا انتہی یعنے کہا بعض محققین نے ہم نہین تسلیم کرتے ہین اس امر کو کہ حقیقت
تصدیق قابل زیادت ونقصان نہین بلکہ وہ بھی متفاوت ہے باعتبار قوت وضعف کے کیونکہ ظاہر ہے کہ تصدیق
ویقین حضرات انبیاء کے اقوی ہے بہ نسبت یقین عوام کے اور ملا علی قاری مکی کی شرح فقہ اکبر مین ہے
بالتحقیق ان الایمان کما قال الامام الرازی لایقبل الزیادۃ والنقصان من حیثیۃ اصل التصدیق لامن جہۃ الیقین
فان مراتب اہلہا مختلفۃ فی کمال الدین فان مرتبۃ عین الیقین فوق مرتبۃ علم الیقین ولذا ورد لیس الخبر کالمعاینۃ
انتہی یعنے تحقیق یہ ہے جیسا کہ امام رازی نے کہا کہ نفس ایمان قابل زیادت ونقصان نہین باعتبار ذات تصدیق
کے نہ باعتبار مراتب یقین کے پس مراتب یقین کے مختلف ہین جیسے مرتبہ عین الیقین بڑھا ہوا ہے مرتبہ علم الیقین
سے اور اسی وجہ سے وارد ہے لیس الخبر کالمعاینہ یعنے نہین ہے خبر مثل مشاہدہ کے کیونکہ مشاہدہ سے مرتبہ
یقین کامل کا حاصل ہوتا ہے اور خبر سے ایسا نہین ہوتا ہے **مقدمہ خامسہ** زیادت ونقصان کے معنی
اصل مین بڑھنا گھٹنا ہے باعتبار چندگی اور مساحت کے جیسا کہ چار چیز کو کہتے ہین کہ دو چیز سے زائد ہین یعنے
گنتی اونکی زائد ہے انکی گنتی سے یا چار گز زمین زائد ہے دو گز زمین سے یعنے مساحت اوسکی زائد ہے اسکی
مساحت سے اور کبھی شدت وضعف کو بھی زیادت ونقصان مجازاً کہتے ہین جیسے شوخ سیاہی پھیکی سیاہی سے
حالانکہ حقیقت مین یہان زیادتی وکمی نہین ہوتی ہے ظاہر ہے کہ شوخ سیاہی پھیکی سیاہی سے عدد یا
مساحت مین زائد نہین البتہ اوس سے قوی ہے پس اصلی یعنے زیادت ونقصان کے نفس یقین مین نہین ہے
اور مراتب یقین کے باین معنی متفاوت نہین البتہ اونمین قوت وضعف ہوتا ہے پس ثابت کرنا زیادتی
ونقصان کا تصدیق مین جیسا کہ محققین سے منقول ہے بمعنی اصلی مشہور نہین ہے بلکہ بمعنی قوت وضعف
اسیوجہ سے ابو ورد حاشیہ شرح عقائد نسفیہ مین لکھتے ہین قولہ قوۃ وضعفا ہذا مسلم لکن لاطائل تحتہ اذ النزاع
انما ہو فی تفاوت الایمان بحسب الکمیۃ اعنی القلۃ والکثرۃ فان الزیادۃ والنقصان اکثر ما یستعمل فی الاعداد
واما التفاوت فی الکیفیۃ اعنی القوۃ والضعف فخارج عن محل النزاع انتہی یعنی تصدیق کا قوی وضعیف ہونا
مسلم ہے لیکن اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نزاع تفاوت ایمان مین باعتبار چندگی کے ہے اور تفاوت
بکیفیت کہ جسکو قوت وضعف کہتے ہین محل نزاع سے خارج ہے **مقدمہ سادسہ** امام اعظم نے فقہ اکبر مین فرمایا

ایمان اہل السماء والارض لا یزید ولا ینقص انتہی یعنی ایمان آسمان اور زمین والوں کا نہ زائد ہوتا ہے

نہ کم ہوتا ہے اور کتاب الوصیۃ میں فرمایا الایمان لا یزید ولا ینقص لانہ لا یتصور نقصانہ الا بزیادۃ الکفر ولا یتصور

زیادتہ الا بنقصان الکفر وکیف یجوز ان یکون الشخص الواحد فی حالۃ واحدۃ مومنا وکافرا انتہی یعنی ایمان نہ

زائد ہوتا ہے نہ ناقص اس وجہ سے کہ نہیں ہو سکتا ہے نقصان ایمان کا مگر ساتھ زیادتی کفر کے اور زیادتی اوسکی

نہیں ممکن ہے مگر ساتھ نقصان کفر کے اور ایک شخص کا ایک وقت میں موصوف بایمان وکفر ہونا نہیں صحیح ہے

ان دونوں عبارتوں کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ایمان میں بسبب اعمال کے زیادت وکمی نہیں ہوتی ہے

جیسا کہ مؤلف عنایہ شرح ہدایہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی نے کتاب الوصیۃ کی شرح میں اختیار کیا ہے پس

غرض امام کی صرف انکار زیادت ونقصان ایمان بسبب تزائد وتناقص اعمال کے ہے نہ انکار قوت وضعف

یقین ونہ تفاوت ایمان کامل بسبب تفاوت طاعات اور یہ امر صحیح ہے کیونکہ جب ایمان تام تصدیق یا

تصدیق مع الاقرار کا ہوا اور اعمال کی جزو ہونے سے انکار ہوا بلا شبہہ زیادت ونقصان ایمان میں بسبب

اعمال کے نہوگی جیسا کہ مقدمات سابقہ میں تحقیق گذر چکی ہے دوسرا مطلب جیسا کہ ملا علی قاری نے

شرح فقہ اکبر میں اختیار کیا ہے کہ نفس تصدیق میں تفاوت کسیطرح سے نہیں مگر اوسکے مراتب قوت

وضعف میں متفاوت ہوں اور انبیاء وملائکہ وعوام مومنین نفس ایمان میں جو باعث نجات ہے متفاوت

نہیں مگر حق الیقین وعلم الیقین وغیرہ کمال وضعف میں مختلف ہوں یہ بھی صحیح ہے کیونکہ سابقا ممہد ہو چکا

کہ تمام اہل ایمان نفس ایمان میں برابر ہیں اگرچہ کمال ایمان میں ومراتب یقین میں متفاوت ہیں بعد

سمجھنے ان مقدمات کے سمجھنا چاہیے کہ مؤلف ظفر مبین نے بے سمجھے بوجھے کہدیا کہ امام نے خلاف قرآن کیا

نہ قرآن کا مطلب وہ سمجھا نہ امام کے مطلب تک پہونچا لیکن مطلب امام کا پس ابھی معلوم ہوا کہ غرض انکی

عدم زیادت ونقصان ایمان بسبب زیادت ونقصان اعمال وانکار زیادت نفس تصدیق ہے اور یہ امر

بہت صحیح ہے صحت میں اسکے عقلا ونقلا کچھ شبہہ نہیں اور لیکن مطلب قرآن کا پس اسوجہ سے کہ جسقدر

آیتیں قرآن کی کہ اونمیں زیادتی ایمان مذکور ہے ایک بھی اونمیں سے مخالف قول امام کے نہیں اسوجہ سے

کہ مراد زیادتی ونقصان سے یا تو شدت وضعف کمال ونقصان مراتب تصدیق ہے پس یہ امر کچھ مخالف

امام کے نہیں کیونکہ کہیں اونہوں نے نقصان وکمال مراتب تصدیق سے انکار نہیں کیا اور یا زیادتی

ونقصان باعتبار جہت کے مراد ہے لیکن نہ باعتبار نفس ذات تصدیق کے بلکہ باعتبار تعدد اجزاء زمانہ و

کثرت طاعات کے اسوجہ سے کہ ہر وقت ایک تصدیق ہوتی ہے پس جسقدر زمانہ زائد ہوگا عدد یقین کا بھی

اور تزائد اوسپر صادق آویگا اور یا زیادتی ونقصان ایمان باعتبار مومن بہ کے مراد ہے یعنی جس چیز کے ساتھ تصدیق

اوسکے تعداد سے یقین کا بھی تزائد و تعدد ہوگا اور انہین سے کسی معنی کے مخالفت امام نے نہین کی اور جس امر کا
انکار امام سے منقول ہے اوسکا ثبوت ان آیات قرانیہ سے کسی طرح نہین ہوتا ہے جو عبارات صحیح بخاری اور
غنیۃ الطالبین وغیرہ کے مولف نے نقل کی کہ جنسے زیادتی و نقصان کا ہونا ثابت ہوتا ہی وہ سب اصل مقصد سے
بیگانہ ہین کیونکہ منشا او ن سب کا یہ ہے کہ ایمان قول و فعل کا نام ہے اور عمل صالح کمال مین داخل ہی اور اسی بنا پر
زیادت و نقصان مخالف امام کے نہین ہے **قولہ** ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہی کہ اگر کہے شوہر اپنی عورت کو حمل تیرا مجھسے
نہین ہی تو نہین ہے لعان یہ مذہب ہی امام اعظم اور اونکے شاگرد زفر کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا
اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے سہل بن سعد سے کہ عویمر عجلانی کی عورت نے زنا کیا ایک مرد سے
اور حمل ہوا اوسکو تو فرمایا رسول خدا نے عویمر کو کہ تحقیق وحی اوتاری گئی بیچ قصہ تیری کے اور عورت تیری کے
پس لعان کی دونون نے مسجد مین **اقول** سبحان اللہ نہ ہدایہ کے مطلب پر غور کیا نہ امام اعظم کے قول کو سمجھا نہ حدیث کا
مضمون خیال کیا بے تامل آنکہ بند کر کے مخالفت کا حکم دے دیا سچ ہے اے نائہ دل شیرا اثر دیکھہ لیا نہ ہوا تجھسے
کوئی کار نمایان اتنک ہو لعان جب واجب ہوتا ہی کہ مرد اپنی بی بی کو تہمت زنا کی لگادے اور کوئی گواہ اوسکے
پاس نہو کہ جس سے بی بی کا زنا کرنا ثابت کرے اور بی بی اوس سے انکار کرتی ہو ایسی صورت مین حکم شرع یہ ہے
کہ مرد و عورت دونون لعان کریں مرد چار مرتبہ کہے کہ مین گواہی دیتا ہون بنام پروردگار کہ مین سچا ہون اور
پانچوین مرتبہ کہے اگر مین جہوٹا ہون تو مجھپر لعنت ہی اور عورت چار مرتبہ گواہی اس امر کی ادا کرے کہ مرد جہوٹا ہے
اور پانچوین مرتبہ کہے کہ مجھپر غضب خدا نازل ہو اگر وہ سچا ہو یہی حاصل ہے اس آیت قرانیہ کا والذین یرمون ازواجہم
ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشہادۃ احدہم اربع شہادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسۃ ان لعنۃ اللہ علیہ
ان کان من الکاذبین ویدرا عنہا العذاب ان تشہد اربع شہادات باللہ انہ لمن الکاذبین والخامسۃ
ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین اور جس صورت مین شوہر اپنی بی بی سے یہ کہے کہ تیرا حمل مجھسے
نہین ہے اور یہ نہ کہے کہ تو نے زنا کی یا اور کوئی لفظ ایسا جس سے تہمت زنا کی ثابت ہو پس ایسی صورت مین
امام اعظم کے نزدیک اسوجہ سے لعان واجب نہین کہ منشاء وجوب لعان کا جیسا کہ آیت قرانیہ سے ثابت ہی
الزام دینا زنا کا ہے اور اسقدر کہنے سے کہ یہ حمل مجھسے نہین ہے تہمت زنا کی نہین ثابت ہوتی ہے اسوجہ سے
حمل کا ہونا یقینی نہین جائز ہے کہ شکم انتفاخ ریاح سے پہول گیا ہو پس ہرگاہ حمل کا ہونا یقینی نہوا یہ کہنا کہ
حمل مجھسے نہین یقیناً نسبت کرنا زنا کا نہ ٹھہرا اور یہی مذہب ہے امام احمد اور ابو ثور اور حسن بصری اور شعبی اور
سفیان ثوری اور ابن ابی لیلے کا یہی حاصل ہے عبارت ہدایہ و شرح عینی کا اذا قال الزوج لیس حملک منی
فلا لعان وہذا ای عدم وجوب اللعان قول ابی حنیفۃ وزفر وبہ قال احمد وابو ثور وہو قول الحسن البصری والشعبی والثوری وابن

ای لیہا لانہ لا یتیقن بقیام الحمل علیہ یکون ریبا فلم یعبر باذ قذفا لا یکون موجبا للعان انتہی پس معلوم ہوا کہ مذہب
امام کا اس مقام پر موافق ہے قرآن و حدیث کے کیونکہ قرآن اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ لعان جب واجب
کہ مرد عورت کی طرف نسبت زنا کی بطور یقین کے نہ بطور شبہہ و احتمال کے کرے اور صرف اسقدر کہنے سے کہ یہ
حمل مجھسے نہیں نسبت زنا کے یقینا نہیں ہوتی ہے پس بالضرور لعان واجب نہوگا اور حدیث عویمر کی جو آپنے
نقل کی اور اوسکو مخالف مذہب امام سمجھے یہ جرأت اعتراض کی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کا
دیکھنا آپ کو نصیب نہیں ہوا ورنہ ایسا صریح اتہام قلم سے بوقت تحریر نہ نکلتا قصہ عویمر کا جو صحیحین اور
سنن وغیرہ میں مروی ہے اوسمین صاف مذکور ہے کہ عویمر نے
صرف یہ نہیں کہا تھا کہ یہ حمل مجھسے نہیں ہے دیکھو صحیح مسلم
علیہ وسلم وسط الناس فقال یا رسول اللہ ارایت رجلا وجد مع امراتہ رجلا القتلہ فتقتلونہ ام کیف یفعل فقال
رسول اللہ قد نزل فیک وفی صاحبتک فاذہب فائت بہا الخ انتہی اور کتب حدیث میں بھی مذکور ہے ہان اگر
کوئی حدیث ایسی نکالو کہ اوس سے حکم لعان کا صرف اسیقدر کہنے سے ثابت ہوتا ہو تو البتہ اعتراض مخالفت کا
درست ہوگا قولہ عینی نے شرح ہدایہ میں اور شیخ عبد الحق نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے کہ پگڑی پر مسح کرنا درست
نہیں اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا اور امام شافعی اور مالک کا سوا امام اعظم اور امام شافعی اور مالک نے اس
مسئلہ میں خلاف کیا ہے ان دو حدیثوں کا پہلی حدیث مسلم میں روایت ہے مغیرہ سے کہ تحقیق نبی نے
وضو کیا پھر مسح کیا اپنی پیشانی کے بالون پر اور پگڑی پر دوسری حدیث احمد اور ابو داؤد میں روایت ہے
ثوبان سے کہ کہا بھیجا رسول خدا نے چھوٹا لشکر پھر حکم کیا ان کو یہ کہ مسح کریں دستار سر پر یعنی پگڑیون پر اور تساخین
یعنے موزون پر اقول سبحان اللہ کچھ بھی تو جی میں سوچئے انصاف کیجئے یہ زنگ کجی سے شیشۂ دل صاف کیجئے
امام اعظم اور شافعی اور مالک پر کیا انحصار ہے اس امر کا تو قائل ایک جم غفیر و الا اہمار ہے کہ مسح صرف عمامہ
درست نہیں ہے نووی کی شرح صحیح مسلم میں موجود ہے ولو اقتصر علی العمامۃ ولم یمسح شیئا من الراس لم یجز
ذلک عندنا بلا خلاف وہو مذہب مالک وابی حنیفہ واکثر العلماء انتہی یعنے اگر صرف عمامہ پر مسح کرے اور سر
بالکل مسح نہ کرے نہ کافی ہوگا یہ نزدیک ہمارے یعنے شافعیہ کی اور یہی مذہب ہے مالک اور ابو حنیفہ
اور اکثر علماء امت محمدیہ کا اور یہ مذہب موافق ہے قرآن کے حق جل شانہ نے سورۂ مائدہ میں آیت
وضو میں وامسحوا برؤسکم فرما کے مسح سر کا حکم فرمایا ہے مسح عمامہ کا کہیں قرآن میں نشان نہیں ہے اور
یہ سب کو معلوم ہے کہ عمامہ سر نہیں ہے پس صرف عمامہ پر مسح کو کافی سمجھنا خلاف قرآن کے ہے اور احادیث
میں بھی کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ صرف عمامہ پر مسح کافی ہے ہان یہ ہوا

احادیث سے ثابت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سر کا مسح کیا اور باقی عمامہ پر بھی کیا
حدیث مسلم میں جو آپ نے نقل کی ہے صاف یہ امر مذکور ہے اور حدیث ابو داود کا بھی یہی مطلب سلف سے
ماثور ہے جیسا کہ شرح صحیح مسلم نووی اور شرح ہدایہ عینی میں مذکور ہے جو نہ سمجھے اور بے سمجھے بوجھے
اعتراض کرے اوسکے دماغ میں فتور ہے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور قولہ ص۱۲۴ ہدایہ وغیرہ فقہ کی
کتابوں میں لکھا ہے کہ امام اگر نماز میں قرآن دیکھکر پڑھے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ مذہب ہے
امام اعظم کا سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری میں ہے کہ امامت کرواتا تھا حضرت عائشہ کو
ذکوان غلام اونکا قرآن سے یعنے نماز میں قرآن دیکھکر پڑھتا تھا اقول ۵ قسم ہے قرآن کی جو مضمون کہا تھا
سنتی ہیں کہو کیا اسکا کفارہ ہے رسم سے پرستی میں تو فرمائیے بخاری میں یہ کہاں ہے کہ ذکوان نماز
میں قرآن دیکھ کے پڑھتی تھی یہ آپکا افترا ہے فرمائیے تو اس افترا کی کیا سزا ہے البتہ اسقدر صحیح بخاری میں
بلا سند مرقوم ہے وکانت عائشۃ یؤمہا عبدہا ذکوان من المصحف انتہی اسکے تنقیح مطلب میں عینی کی شرح ہدایہ
میں مذکور ہے اثر ذکوان ان صح فہو محمول علی انہ کان یقرء من المصحف قبل شروعہ فی الصلوۃ ای ینظر فیہ ویتلقن
منہ ثم یقوم فیصلی انتہی یعنے اثر ذکوان کا محمول ہے اس پر کہ وہ قبل شروع کرنے نماز کے قرآن کو دیکھ لیتے تھے
اور اوس سے یاد کر لیتے تھے بعد اوسکے اوسیقدر نماز میں سنا دیتے تھے یعنے مانا کہ اس اثر کا یہی مطلب ہے جیسا
جو آپ سمجھے ہیں مگر آپ کے نزدیک تو آثار صحابہ حجت نہیں ہیں پھر کیوں اثر ذکوان عن عائشہ سے امام پر اعتراض
ہوتا ہے اور اس اثر کی معارض قول ابن عباس موجود ہے ابو بکر بن ابی داود نے اوسکی روایت کی ہے
نہانا امیر المومنین بان نؤم الناس فی المصحف یعنے منع کیا ہمکو امیر المومنین نے اس امر سے کہ امامت کریں
ہم قرآن سے یعنے مصحف قرآنی دیکھ کے قرأت کریں قولہ ص۱۲۴ فتاوے عالمگیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام
پیچھے صف میں اگر جگہ موجود ہو تو نماز اکیلی مکروہ ہے اور اگر جگہ نہیں تو نہیں مکروہ ہے اور یہ مذہب ہے
امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے اس حدیث کا جو کہ احمد اور ابو داود اور ترمذی میں
روایت ہے وابصہ سے کہ تحقیق پیغمبر خدا نے دیکھا ایک مرد کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے صف کے اکیلا پس
حکم کیا اوسکو کہ پھر پڑھے نماز اقول ۵ خاک اس ہوش جنوں یاد کرینگے تجکو نہ تھیں ہمکو دکھایا نہ ہمایاں
اتنک ہدایہ آپ کا جو اعتراض ہوتا ہے چشم بد دور سننے والا اوسپر تعجب کرتا ہے انتہی آپکو اتنی تمیز
نہیں کہ اس حدیث میں اور مذہب امام میں کیا مخالفت ہے اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ جو شخص
اکیلا کھڑا ہوا تھا اور اوسکو آپ نے اعادہ کا حکم فرمایا وہ بضرورت کھڑا ہوا تھا کہ صف میں جگہ باقی
نہیں تھی یا بلا ضرورت کھڑا ہو گیا تھا پھر آپ کے حکم اعادہ کے فرمانے سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اکیلے

نماز ہوتی ہی نہین بلکہ جیسے نماز مین کراہت ہوا اوسکو چاہیے کہ اعادہ کرے اگر نماز مین کراہت تحریمیہ
کے فعل کا ارتکاب ہو تو اعادہ اوسکا واجب ہے اور اگر کراہت تنزیہیہ کا ہو تو اولے ہے قولہ ایک مسئلہ
امام اعظم کا اور مالک اور شافعی اور احمد کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ نووی شرح صحیح مسلم مین اور زرقانی نے
شرح موطا مین لکھا ہے کہ اعتکاف مین بیٹھنے والا داخل ہو بیچ جگہ اعتکاف کے پہلے غروب ہونے آفتاب
سے سو امام اعظم اور ائمہ ثلاثہ نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری و مسلم مین روایت ہی
عائشہ سے قالت کان النبی اذا اراد ان یعتکف صلے الفجر ثم دخل معتکفہ کہا تھے رسول خدا جسوقت ارادہ کرتے
اعتکاف کرنے کا نماز پڑہتے فجر کی پہر داخل ہوتے بیچ جگہ اعتکاف اپنی کے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک تاویل
اس حدیث کی یہ ہے کہ حضرت ساتہ نیت اعتکاف کے پہلے غروب ہونے آفتاب کے مسجد مین آتے تھے اور
وہان رہتے جب نماز صبح کی پڑہتے تو اوس حجرے مین کہ اعتکاف کے لیے پردے کا بنایا جاتا تہا داخل ہوتے
پس ابتدا اعتکاف کی مغرب کے وقت سے تہی اور داخل ہونا اعتکاف کی جگہ مین صبح کو جواب اسکا
یہ ہے کہ یہ تاویل باطل اور بالکل خلاف ہے ظاہر حدیثون کی اور سنت مقدم ہی احتمال عقلی پر اسیطرح
لکہا ہے مسک الختام مین **اقول** سہ داستان تیری سنا کرتے ہین * رات دن وجد کیا کرتے ہین * ہم بیاے
لقسم پوچہتے ہین کہ اسکے باطل ہونے کی کیا دلیل ہے ظاہر لفظ معتکف سے یہی ہی جو ائمہ اربعہ سمجہے ہین اور
مسک الختام کتاب غیر معتبر ہے بسبب اسکے کہ مصنف اوسکا غیر معتبرین سے ہے اور اسکے حکم کا کیا اعتبار ہے
صدہا امور مسک الختام مین خلاف تحقیق و مخالف سلف صالح موجود ہین آور موافق مذہب ائمہ اربعہ کے
یہ حدیث ہے جسکو دار قطنی اور بیہقی نے شعب الایمان مین عائشہ رضہ سے روایت کی ان النبی صلے اللہ علیہ
وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتے توفاہ اللہ اور یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری و مسلم اور سنن ابو داؤد
اور سنن ابن ماجہ مین ابن عمر رضہ سے مروی ہی کان رسول اللہ یعتکف العشر الاواخر من رمضان اور
یہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد و سنن نسائی و صحیح بخاری وغیرہ مین ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے کان النبی
صلے اللہ علیہ وسلم یعتکف فی کل رمضان عشرۃ ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرین اور
یہ حدیث ہے جو جامع ترمذی مین انس سے اور سنن ابو داؤد و سنن ابن ماجہ مین ابی بن کعب سے مروی ہے
کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان فلم یعتکف عاما فلما کان العام المقبل اعتکف
عشرین ان سب روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت عشرہ اخیرہ رمضان مین اعتکاف فرماتے
اور کبہی آپ نے دو عشرہ کا اعتکاف کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عشرہ اخیرہ رمضان مین اکیسوین شب داخل ہے
کیونکہ شرعا رات گذشتہ آیندہ دن کی تابع ہوتی ہے مثلا روز شنبہ کے بعد جو رات آتی ہی وہ شب شنبہ کہلاتی ہی

اور احکام مین شب شنبہ کی تابع ہوتی ہے اور جمعہ کے بعد جو رات آتی ہے وہ شب شنبہ کہلاتی ہے اور تابع شنبہ ہے ولی ہی بعینہ
وعلیٰ ہذا القیاس بیسوین رمضان کے بعد جو رات آویگی وہ اکیسوین روز کی شب کہلاویگی عشرہ اخیرہ مین داخل
ہوگی پس عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جب صحیح ہوگا کہ معتکف مسجد مین قبل غروب آفتاب بیسوین تاریخ کے جا رہے
تا شب اکیسوین کہ عشرہ اخیرہ مین داخل ہے داخل اعتکاف ہو جاوے اور اگر اکیسوین کی صبح کو معتکف مسجد
مین جا رہے گا تو پورے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف صحیح نہ ہوگا ہدایہ وغیرہ مین لکہا ہے کہ جنازے کی نماز مین
پانچ تکبیرین کہنا جائز نہین اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ
مسلم مین روایت ہے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے کہ تہے زید بن ارقم تکبیرین کہتے جنازون پر چار اور تحقیق
انہون نے تکبیرین کہین ایک جنازے پر پانچ پس پوچہا مین نے اونسے پس کہا انہون نے کہ پیغمبر خدا پانچ
تکبیرین کہتے تہے اقول یہ مسئلہ ایسا ہی یا شبہ ہے کہ ہر قدم پہ لغزش ہوتا ہے مزاج مین ہو لیا اور وہ
مسئلہ ایک ہے کہ امتحان جمیع مردانہ ہے جو آپ نے حدیث صحیح مسلم تو کسی طالب علم سے پڑہ لی اور عبارت
نووی کی جو اسکی شرح مین لکہی ہے نہ پڑہی تا حقیقت منکشف ہو جاتی و چپ ہو جاتی طبع مبارک سے سنا نووی کی
عبارت یہ ہے ہذا الحدیث عند العلماء منسوخ دل الاجماع علی نسخہ وقد سبق ان ابن عبد البر وغیرہ نقلوا الاجماع علی انہ
لا یکبر الیوم الا اربعا وہذا دلیل علی انہم اجمعوا بعد زید بن ارقم والاصح ان الاجماع بعد الخلاف یصح انتہی یعنی یہ حدیث
منسوخ ہے دلالت کیا ہے اجماع علماء امت محمدیہ نے اسکے منسوخ ہونے پر اور تحقیق گذر چکی ہے یہ بات کہ ابن عبد
البر وغیرہ نے اجماع اس امر پر نقل کیا ہے کہ چار سے زائد تکبیر جنازہ پر نہ کہے اور یہ دلیل ہے اس امر پر کہ علماء نے
بعد زید بن ارقم کے اجماع کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ اجماع بعد اختلاف کے صحیح ہے اور یہی نووی نے قبل عبارت
مذکورہ کے لکہا ہے قال القاضی اختلفت الآثار فی ذلک فجاء من روایۃ ابن ابی خیثمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یکبر اربعا وخمسا وستا وسبعا وثمانیا حتی مات النجاشی فکبر علیہ اربعا وثبت علی ذلک حتی توفی قال واختلفت الصحابۃ
فی ذلک من ثلاث تکبیرات الی تسع وروی عن علی انہ کان یکبر علی اہل بدر ستا وعلی سائر الصحابۃ خمسا وعلی غیرہم اربعا
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ آن حضرت سے جنازہ پر مختلف تکبیرین کہنا ثابت ہے کبہی چار کبہی پانچ کبہی چہ کبہی
سات کبہی آٹہ یہانتک کہ بادشاہ حبشہ اصحمہ نجاشی نے انتقال کیا آن حضرت نے جب اونپر نماز پڑہی چار تکبیرین
کہین بعد اوسکے تا بہ انتقال چار سے زیادہ نہ کہین اور صحابہ اس امر مین مختلف رہے تین سے نو تک اور
علی مرتضی سے روایت ہے کہ وہ صحابی کے جنازے پر پانچ اور اہل بدر کے جنازے پر چہ اور عوام مومنین کے
جنازے پر چار کہتے تہے اور حافظ ابو بکر محمد بن موسی حازمی نے کتاب الناسخ والمنسوخ مین یہ تفصیل تمام
بیان کیا ہے کہ احادیث زائد تکبیرات کی منسوخ ہین اور چار سے زائد نہ کہنا مذہب ہے عمر اور حسن اور حسین اور

ربیع بن ثابت اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور عبد اللہ بن عمرو اور ابی بن کعب اور براء بن عازب اور
بن عامر اور عبد اللہ بن کعب اور صہیب بن سنان رضی اللہ عنہم کا اور یہی مذہب ہے محمد بن الحنفیہ اور شعبی اور
اور محمد بن علی بن حسین اور عطاء بن ابی رباح اور عمر بن عبد العزیز اور سفیان ثوری اور اکثر اہل کوفہ اور
اکثر اہل حجاز اور اوزاعی اور اکثر اہل شام اور ابن المبارک اور شافعی اور احمد اور اسحق اور ابن راہویہ وغیرہم کا
حازمی نے بسند خود ابن عباس سے روایت کی آخر ما کبر رسول اللہ علی الجنائز اربعا وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر ابن عمر
علی عمر اربعا وکبر الحسن علی علی اربعا وکبر الحسین علی الحسن اربعا وکبرت الملائکۃ علی آدم اربعا حاصل اسکا یہ ہے کہ آنحضرت کا
فعل چار تکبیر کہنا ہے اور عمر نے جنازہ ابوبکر پر اور عبد اللہ بن عمر نے جنازہ عمر پر اور امام حسن نے جنازہ علی پر
اور حسین نے جنازہ حسن پر اور ملائکہ نے جنازہ حضرت ابو البشر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ صلوٰۃ رب العالمین پر چار
تکبیریں اس سے معلوم ہوا کہ چار تکبیریں کہنا موافق ہے فعل حضرات ملائکہ کی اور طریقہ مستقرہ محمدیہ کی اور طریقہ جاہلیہ ہم
مخالف شرع سمجھنا سفاہت پر سفاہت ہے **قولہ ۱۱** ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت میں بعد دو سجدوں کے
کرنا یعنی بیٹھکر اٹھنا درست نہیں سوا امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے چار حدیثوں کا **اقول ۵** دور کر یہ
پردہ دور کر تجھے اپنی خبر اسے بے خبر اتنی نہیں آپ کو یہی معلوم ہے یا نہیں کہ اس امر کو صرف امام اعظم نہیں
بلکہ ایک جماعت عظیمہ صحابہ کا یہی مشرب ہے اور بعد زمانہ صحابہ کے ایک طائفہ عظیمہ علماء کا یہی قول ہے
بن ابی شیبہ میں اور مصنف عبد الرزاق میں عبد اللہ بن مسعود اور علی مرتضے اور عمر بن الخطاب اور عبد اللہ
عبد اللہ بن الزبیر اور عبد اللہ بن عباس اور ابو سعید خدری وغیرہم سے باسانید معتبرہ یہ امر مروی ہے کہ یہ حضرات
بعد اول رکعت اور تیسری رکعت کے سیدھے کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہ تھے اور نووی نے لکھا ہے قال الاکثر لا یستحب قالہ ابن
المنذر عن علی وابن مسعود وابن عمر وابن عباس وابی الزناد والثوری والنخعی ومالک واسحق واحمد انتہی یعنی کہا
علماء نے کہ نہیں مستحب ہے جلسہ استراحت اور نقل کیا اسکو ابن المنذر نے علی اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن عباس
اور ابو الزناد اور سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی اور امام مالک اور امام احمد اور اسحق بن راہویہ سے اور علامہ
قطلوبغا کے رسالہ الاسوس فی کیفیۃ الجلوس میں ہے فی شرح ہدایۃ ابی الخطاب للعلامۃ مجد الدین عبد السلام
ابن تیمیۃ ان الصحابۃ قد اجمعوا علی ترک جلسۃ الاستراحۃ فلاجرم حمل حدیث مالک علی العذر انتہی یعنی مجد الدین
ابن تیمیہ کی شرح ہدایہ ابو الخطاب حنبلی میں ہے کہ صحابہ نے اتفاق کیا ہے اوپر چھوڑنے جلسہ استراحت کے
بالضرور حدیث مالک کے محمول کیجاویگی عذر پر یعنے وہ حدیث جو بخاری اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے مالک
بن الحویرث سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ جس وقت ہوتے تھے طاق رکعت
نماز اپنی سے نہ کھڑے ہوتے یہانتک کہ سیدھے بیٹھ لیتے محمول ہے عذر پر کہ آنحضرت نے قصد ضعف جلسہ کیا

درنہ تو ظاہر ہے کہ اگر جلسہ آپکا فعل دائمی یا اکثری ہوتا ایسے اجلہ صحابہ اوسکو ترک نہ کر دیتے اور یہ بھی آپ کو معلوم

یا نہین کہ حنفیہ کے نزدیک جلسہ استراحت منع نہین ہے بلکہ خلاف حنفیہ اور شافعیہ مین صرف افضلیت مین

ہے یعنے حنفیہ کے نزدیک ترک اس جلسہ کا افضل ہے اور اگر جلسہ کریگا تو کچہ حرج نہوگا اور شافعیہ کے

نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور اگر نہ بیٹھیگا تو کچہ مضائقہ نہوگا عینی کی شرح ہدایہ مین ہے قال حمید الدین فی

شرحہ ناقلا عن شمس الائمۃ الحلوانی الخلاف فی الافضلیۃ حتی اذا جلس لاباس بہ عندنا واذا لم یجلس لاباس بہ عند الشافعی انتہی

پس ہر گاہ ترک جلسہ استراحت کا مذہب اکثر علماء کا اور اکثر صحابہ کا ہی اور کرنا اسکا حنفیہ کے نزدیک بالکلیہ منع نہین ہی بالجملہ

امام ابوحنیفہ پر اس مسئلہ مین اعتراض کرنا خالی سفاہت سے نہین قولہ[۱۲] ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ

ماری حد مولے غلام اپنے کو مگر ساتھ اذن امام کے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین

خلاف کیا ان تین حدیثون کا اقول ۵ گرما گرمی بہت اچھی نہین اسے شعلہ طور؟ آگ ہو جاتی ہین کہ پھر ہم ہی ہین

اور مزاج ٭ یہ جو حدیثین آپ نے صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد سے بیان کین انمین تیسری حدیث تو مرفوع نہین حضرت

حضرت علی کا قول ہے کہ اے لوگو قائم کرو اپنے غلام پر حد خواہ محصن ہون خواہ نہون البتہ دو حدیثین مرفوع ہین

مگر ان سب سے یہ کہان نکلتا ہے کہ بغیر اذن امام کے مولے حد مارے تا مخالفت لازم آوے ہان اگر تصریح اس امر کی

ملتی کہ خواہ امام اجازت دے یا نہ دے مولے غلام لونڈی پر حد قائم کر دے تو البتہ مخالفت ہوتی امام ابوحنیفہ

بھی تو اسی حدیث کے موافق کہتے ہین کہ غلام لونڈی پر مولے اگر حد مارے تو درست ہی مگر اوسکے ساتھ اذن امام کی

قید کرتے ہین اور ایسے ہی حسن بصری سے مصنف ابن ابی شیبہ مین مروی ہے اربعۃ الی السلطان الصلوۃ

والزکاۃ والحدود والقصاص انتہی یعنے چار امر کا انتظام سلطان پر مفوض ہے نماز جمعہ اور زکاۃ اور حدود اور

قصاص اور ایسے ہی عطاء خراسانی سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے الی السلطان الزکاۃ والجمعۃ والحدود انتہی

اور غایۃ البیان مین ہے روی اصحابنا فی کتبہم عن ابن مسعود وابن عباس وابن الزبیر موقوفا ومرفوعا اربع الی

الولاۃ الحدود والصدقات والجماعات والفئی انتہی یعنے ہمارے اصحاب حنفیہ نے اپنے کتب مین ابن مسعود اور

ابن عباس اور ابن زبیر سے روایت کی ہی موقوف بھی اور مرفوع بھی کہ چار چیزین متعلق ہین والیون کے ساتھ

انتظام حدود اور صدقات اور انتظام جماعات اور تقسیم غنیمت اور منشاء اسکا یہ ہے کہ حد حق پروردگار عالم ہے

پس اوسکے اقامت کا مستحق نہوگا مگر وہ شخص کہ جسکو ولایت شرعیہ اور نیابت الٓہیہ حاصل ہے یعنے بادشاہ

یا قاضی یا جسکو وہ اجازت دے اور جن احادیث مین مولے کو حکم اقامت حدود کا کیا گیا اوس سے غرض یہ ہے

کہ مولے مرافعہ اسکا حاکم کی طرف کرے اور اوس سے اذن لیکے حد قائم کرے پس بسبب اسکے کہ مولے

سبب حد مارنے کا ہوتا ہے نسبت حد مارنے کی مولے کی طرف کر دی گئی ورنہ لازم آویگا کہ مولے پر واجب ہو کہ

بجھی ہی حد قایم کر دیجئے جیسا کہ ظاہر عبارات سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اسکا کوئی نہین قایل ہے عینی کی شرح ہدایہ
میں ہے واجاب الاثری عن ذلک بان ذلک محمول علی التسبب بان یکون الحسن سبباً فی حد عمدہ بازغون الی الامام
اذا کان فانہ فی ذلک الا ان خاص ہو قید ذلک بالاجماع لانہ یقتضی الوجوب والاجیب علی المولی اقامۃ الحد علی عبدہ بالاجماع انتہی
مسئلہ
قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ محرم نہ پہنے کرتا اور نہ پائجامہ اور نہ عمامہ اور ملا علی قاری حنفی نے شرح مشکوۃ مین
لکھا ہے کہ جب محرم کے پاس تہبند نہو تو وہ پائجامہ کو توڑ کر اسکا تہبند بنا لیوے اور اگر پائجامہ ہی پہنے گا تو اوسپر
دم دینا واجب ہوگا پس جو کوئی پائجامہ پہنے اوسکو ذبح کرے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت
ہے ابن عباس سے کہ سنا مین نے رسول خدا کو خطبہ فرماتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ جس وقت نہ پاوے محرم
پاپوش تو پہنے موزے اور جس وقت کہ نہ پاوے تہبند تو پہنے پائجامہ اقول آپ نے قسم کھائی ہے کہ اگر
امام کا مذہب مخالف حدیث نہی ہو مگر آپ اوسکو ضرور مخالف حدیث بناوینگے کوئی ظالم نہ باقی رہے
جیسے اپنے جور و جفا کی قسم + اس حدیث مین کہان ہے کہ دم نہ لازم آویگا کہ اوسے بنا پر مخالفت مذہب امام کے
بنائے حدیث کے ثابت کیجاتی ہے درست ہونا پائجامہ پہن لینے کا بوقت ضرورت اور چیز ہے اور دم کا لازم نہ آنا
اور چیز ہے دیکھیے محرم کو بوقت ضرورت سر مونڈنا نادرست ہے مگر اوسپر کفارہ لازم ہے جیسا کہ قرآن شریف
مین دوسرے پارہ مین موجود ہے قولہ ١٢٠ ہدایہ مین لکھا ہے کہ نکاح کرنا حرہ بالغہ کا بدون اجازت ولی کے بھی
جائز ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ان حدیثون کا پہلے حدیث مسند احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ
اور دارمی مین روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت نکاح کرے اپنا بلا اذن
ولی کے پس نکاح اوسکا باطل ہے الخ اقول سنا کیا نہ جانے اوڑا کے بکہا یا اور اپنا وہ جو ہے آسمان ہی کو زمین
بر لانا شروع + مذہب امام اعظم کا اس مقام پر موافق ہے قرآن کے جابجا قرآن پاک مین نسبت نکاح کر لینے کی
عورتون کی طرف کی گئی ہے اور کہین قید اجازت ولی کی نہین لگائی گئی ہے ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے فان
طلقها فلا تحل لہ من بعد حتے تنکح زوجا غیرہ یعنے پس اگر طلاق دے شوہر بالی کو تیسری مرتبہ پس نہین حلال
ہے وہ عورت اوس شوہر کو یہانتک کہ نکاح کرے عورت دوسرے شوہر سے اور دوسرے مقام پر ارشاد
ہوتا ہے فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن یعنے نہ منع کرو عورتون کو اس امر سے کہ نکاح کرین اپنا شوہر دوسے
باقی ہین حدیثین جنسے ممانعت نکاح عورتون کی بدون اجازت ولی کے معلوم ہوتی ہے وہ سب محمول ہین اوپر فضیلت اور
اولویت کے اور ارشاد رہا یہ کہ موطا وغیرہ مین موجود ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح کر دیا تھا اور بھائی انکا سفر مین تھا حالانکہ
وہ بھی ان احادیث کی راویان مین ہین پس معلوم ہوا کہ مراد ان احادیث سے یہ نہین ہے کہ نکاح بدون اذن ولی اگر عورت کر لے تو
صحیح نہین ہوتا ہے بلکہ غرض ان سے ترغیب اس امر کی ہے کہ عورتین اپنے ولیون سے اجازت لیا کرین اور بدون اجازت ولی کے شرعی بکر

قولہ ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے کہ حکم قاضی کا تمام عقود اور فسوخ مین مثل نکاح اور طلاق اور بیع اور اقالہ مین امام اعظم کے نزدیک نافذ ہی ظاہراً و باطناً ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز وغیرہ مین لکھا ہے کل شئی قضی بہ القاضی فی الظاہر بتحریمہ فہو فی الباطن کذلک عند ابی حنیفۃ وکذا اذا قضی باحلال مثلاً کوئی شخص کسی عورت پر دعوے کرے کہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اوسکو دلوا دے تو وہ عورت بسبب ظاہری اوسکی بی بی ہے اور اوس سے صحبت کرنا بھی اس شخص کو حلال ہے یعنے خدا کے نزدیک بھی اسیطرح ہو گیا اور مرد کو اوس عورت کے لے لینے کا خدا کے نزدیک کچھ مواخذہ نہ رہا اقول سے نہ یہ وہ بات جس سے شک تری التقریر مین آنے پانہ کروہ کام جس سے فرق کچھ تقریر مین آئے پہ یہ امر کہ مرد کو اوس عورت کے لینے کا کچھ مواخذہ نہ رہا متضمن افترا ہے ایسی صورت مین اوس شخص کے گنہگار ہونے مین بسبب جھوٹ دعوے کرنے کے اور جھوٹے گواہ پیش کرنے کے اور بسبب قاضی کو فریب دینے کے امام کے نزدیک بھی کچھ شبہہ نہین ہے بحرالرائق مین ہے لایلزم من القول بحل الوطی عدم الاثم فانہ آثم بسبب اقدامہ علے الدعوی الباطلۃ وان کان لا اثم علیہ بسبب الوطی انتہی یعنے نہین لازم ہے حلال ہونے وطی سے نہ گنہگار ہونا اوس شخص کا پس تحقیق وہ گنہگار ہے بسبب پیش کرنے اوسکے دعوی باطلہ کو اگرچہ نہ گناہ ہوگا اوپر بسبب وطی کے اور بھی اوسمین ہے واثم الشہود ایضاً لانہما اعطیاہا انتہی یعنے گنہگار ہونگے دونون گواہ جنہون نے جھوٹ گواہی دے دی اسلئے کہ گناہ قولہ سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیء من حق اخیہ فلا یاخذہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار یعنے سوا اسکے نہین کہ مین آدمی ہون اور تحقیق تم جھگڑتے آتے ہو طرف میرے اور شاید کہ بعض تمہارا ہووے خوب تقریر کرنے والا ساتہ دلیل اپنی کے بعض سے پس حکم کرتا ہون مین واسطے اوسکے اوپر مانند اوس چیز کے کہ سنتا ہون مین اوس سے پس وہ شخص کہ حکم کرون مین واسطے اوسکے ساتہ کسی چیز کے حق بہائی اوسکے سے پس نہ لیوے اوسکو سوا اسکے نہین کہ حکم کرتا ہون مین واسطے اوسکے ایک ٹکڑا آگ سے اقول آپ کی عجیب عادت ہے کہ جس حدیث کو پایا موافق اپنی سمجھ کے مخالف مذہب امام کہدیا اور جس قول امام کو پایا سمجھے جیسے خلاف قرآن و حدیث کہدیا مصحف وی ضنم پر خود غلط ایسا نہو منہ دکہاوے کا خدا کو کیا تو ایمان چھوڑ کر ہستی فانی ہی فل جائے زمین نستی فکر عقبا کا ابی یا کو نسیان چھوڑ کر امام کا مذہب ہی کہ فیصلہ قاضی کا عقود اور فسوخ مین کہ قاضی کو ولایت انشا کی اونمین حاصل ہے ظاہراً و باطناً نافذ ہوتا ہے اور دعوے اموال وغیرہ مین جو قسم عقود و فسوخ سے نہون فیصلہ قاضی صرف ظاہر مین نافذ ہوتا ہے اور یہ حدیث جو آپنے نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ قاضی کا صرف باعتبار ظاہر کے ہے دو محمول ہے زر و ہوا دعوی کا

اصول وغیرہ کے جیسا کہ طحاوی نے لکھا ہے فہکوں الاثار الاول شاہد العقدہا اہ اصول انتہی اور دلیل امام کی
کہ فیصلہ قاضی کا عقود وفسوخ مین نافذ ہے ظاہرًا وباطنًا چند حدیثین ہین علامہ قاسم بن قطلوبغا رسالۃ القول
القائم فی تاثیر حکم الحاکم مین لکھتے ہین واستدل الطحاوی بما رواہ عن یونس نا سفیان عن عمرو بن دینار عن سعید
بن جبیر عن ابن عمر قال فرق النبی صلے اللہ علیہ وسلم بین اخوی بنی عجلان وقال لہما حسابکما علی اللہ واللہ یعلم
ان احدکما کاذب لا سبیل لک علیہا انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے شرح معانی الآثار مین امام کے مذہب کی
دلیل مین روایت لعان عویمر عجلانی کی پیش کی جو کتب صحاح مین بطرق متعددہ مروی ہی کہ عویمر عجلانی نے اپنی بی بی کو
متہم بالزنا کیا اور عورت نے انکار کیا اور عویمر کے پاس کوئی گواہ نتھا اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم لعان کا
دیا بعد لعان کے آپ نے تفریق فرما دی اور شوہر سے کہا کہ اب تجکو اوس عورت سے کچھ واسطہ نہین اس قصہ سے
یہ معلوم ہوا کہ حکم قاضی کا فسوخ مین نافذ ہے ظاہرًا وباطنًا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اون دونون مین ایک ضرور جھوٹا تھا
مگر چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص خاص کا جھوٹ ثابت نہیں ہوا تھا اور اون دونون نے اپنی سچائی پر
لعان بھی کر لیا آپ نے فسخ نکاح کا حکم دیا اور یہ حکم ظاہرًا وباطنًا نافذ ہو گیا یعنے خدا کے نزدیک بھی وہ عورت اوس پر
حرام ہو گئی اور نکاح مین مطلقًا باقی نرہی ہر شخص اس امر کا قائل ہے کہ جب عورت ومرد لعان کرین اور قاضی
دونون مین تفریق کرا دے اور حکم فسخ نکاح کا دے دے تو وہ عورت شوہر پر ظاہرًا وباطنًا سب طرح سے
حرام ہو جاتی ہے اور صحبت اوس سے بعد تفریق قاضی کے حکم زنا مین سمجھی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ
حکم قاضی کا فسوخ مین ظاہرًا وباطنًا نافذ ہو جاتا ہے اور بھی شرح معانی الآثار مین ہے وحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا اختلفا فی الثمن والسلعۃ قائمۃ فانہما یتحالفان ویترادان فتعود الجاریۃ للبائع ویحل لہ فرجہا ویحرم علی المشتری انتہی
حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی لونڈی یا کوئی اور چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرے اور بعد اوسکے دونون کو
مقدار قیمت مین نزاع پڑے مثلًا بائع کہے کہ مین نے دو سو روپے کے عوض مین فروخت کیا اور مشتری کہے
کہ سو روپے کے عوض مین فروخت کیا اور کسیکے پاس گواہ نہون اور وہ شے فروخت شدہ موجود ہو
ہلاک نہوئی ہو ایسی صورت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحالفا وترادا جیسا کہ دارقطنی مسند
احمد وسنن ابو داؤد وغیرہ کتب حدیث مین موجود ہے یعنے دونون اپنی سچائی پر قسم کہا جاوین پس اگر ایک نے
قسم سے انکار کیا معلوم ہوا کہ وہی جھوٹا ہے اور اگر دونون قسم کہا گئے اوس وقت آپ نے حکم فسخ بیع کا دیا اگرچہ
یہ ظاہر ہے کہ اون دونون مین ایک ضرور جھوٹا ہوگا مگر چونکہ کسیکا جھوٹ بظاہر ثابت نہین ہوا حکم فسخ
بیع کا دیا گیا اور یہ حکم باطنًا وظاہرًا نافذ ہو گیا یعنے کہ اگر معاملہ خرید فروخت لونڈی کا ہوا اور بعد دونین کے
قسم کہا جانے کے وہ لونڈی بائع کے پاس پہر آوے بائع کو اوس سے صحبت حلال ہوگی اور مشتری کو حرام ہوگا

پس اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ قاضی کا ایسے امور مین کہ جنکی انشا و احداث کی ولایت شرعًا اوسکو حاصل ہے
ظاہرًا و باطنًا نافذ ہے اب سمجھیے کہ جو حدیث آپ نے بیان کی وہ اگر بالکل تمام ہوتی اور حکم قاضی کا صرف ظاہرًا نافذ
ہوتا باطنًا مطلقًا نہوتا تو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم باب لعان مین اور باب تحالف مین صرف ظاہرًا
نافذ ہوتا اور خدا کے نزدیک اوس حکم پر عمل نہ جائز ہوتا حالانکہ اسکو کوئی مسلمان نہین کہہ سکتا ہے قولہ خلاف کیا
اسمین امام اعظم کا امام ابو یوسف اور محمد نے اور کہا موافق شافعی کے جیسا کہ معدن شرح کنز اور مستخلص مین لکھا ہے
وقال ابو یوسف ومحمد والشافعی لا ینفذ باطنًا انتہی اقول ایک جماعت فقہاء حنفیہ نے تصریح کی کہ فتوی قول صاحبین پر ہے
جیسا مواہب الرحمن مین ہے وقصراہ علی الظاہر کما فی الاصلاح الرسالۃ وعلیہ الفتوی انتہی اور بحر رائق مین ہے
قال الفقیہ ابو اللیث الفتوی علی قولہما انتہی اور ایسی ہی شرح منیہ سے درمختار مین اور حقائق سے جامع الرموز مین
منقول ہے اور ابن ہمام نے فتح القدیر مین قول امام کو اقوی لکھا ہے اور اونکے شاگرد قاسم بن قطلوبغا نے اوسکی
تحقیق مین ایک رسالہ مستقل لکھا ہے نام اوسکا القول القائم فی تاثیر حکم الحاکم ہے جسکو شوق تحقیق ہو اوسکا
مطالعہ کرے الغرض کہ بعض حنفیہ کے نزدیک فتوے قول صاحبین پر ہے اور قول امام کا بہ نسبت قول صاحبین کے
ضعیف ہے با اینہمہ امام کا قول ایسا نہین کہ آپ ایسا شخص اوس پر کوئی اعتراض کر سکے یا حکم مخالفت قرآن وحدیث کا
دے سکے قولہ اور دلیل امام اعظم کی حنفیہ یہ حدیث پیش کرتے ہین جسکو ذکر کیا امام محمد نے مبسوط مین کہ پہونچا
ہمکو حضرت علی سے کہ ایک شخص نے اونکے پاس گواہ قائم کر دیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا
تو حضرت علی نے حکم دے دیا عورت کو کہ جا اس مرد کے پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہین نکاح کیا مجھسے
اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح تو پڑھوا دیجیے فرمایا حضرت علی نے مین نہین تجدید کرتا نکاح کو تیرے
دونون شاہدون نے جواب اسکا تین طرح پر ہے اقول یہ تینون طرح کے جواب خلاف سوا ہین ایک یہ بھی
او مین سے قابل اعتبار نہین ہے اب آپ ان جوابات کے ابطال سے رجوع بلا خطر فرمایئے اور اس شعر کا
وظیفہ کیجیے شعر نخل امید نہ اکبار ہی سرسبز ہوا ۔ لاکہ ارمان کیے پھولنے پہلنے کے لیے ۔ قولہ اول یہ کہ یہ حدیث
بلا اسناد ہے اور حدیث بلا اسناد جسکے مبدا سند مین سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف
اور مردود شمار کیجاتی ہے چنانچہ نخبۃ الفکر مین ہے ثم المردود اما ان یکون لسقط او طعن فالسقط اما ان
یکون من مبادی السند من مصنف او من آخرہ بعد التابعی او غیر ذلک فالاول المعلق یعنی پھر مردود یا بہ
در سبب گرنے اسناد کے ہے یا طعن راوی کی سو گرنا اسناد کا یا کہ ابتدا سند سے مصنف سے یا آخر سند کی طرف
بعد تابعی کے یا سوا اسکے پس اول معلق ہے اقول سبحان اللہ آپکی سمجھ کے اور اختراع پردازی کے قربان جائیے
محفل مین روز ہوتے ہین سامان نئے نئے ۔ پیدا کیے ہین طرز مری جان نئے نئے ۔ جس حدیث کے

مبدء سند مین سقوط ہوا وسکو کہتے معلقاً ضعیف لکہا ہے اور کن کتابون مین اوسکو معلقاً ساقطاً عن الاعتبار
کہا ہے شاید آپ کو لفظ مردود سے اشتباہ ہوا مگر یہ اشتباہ خود ہی مردود ہے مردود کے معنے جو عبارت نخبہ وغیرہ
مین واقع ہے ضعیف کے نہین ہین بلکہ وہ مردود مقابل ہے مقبول کے اور مقبول وہ حدیث ہے جسپر عمل واجب ہو
اور راوی کے سند کی تحقیق سے فراغت ہوگئی ہو اور غلبہ ظن اوسکے صدق وثبوت کا ہوگیا ہو آپ نے یا تو نخبہ و شرح
نخبہ دیکہی نہین یا مطلب سمجہنے مین کسی نے ہدایت کی نہین حافظ ابن حجر نے نخبہ و شرح نخبہ مین بعد ذکر کرنے تعریف
متواتر و مشہور و غریب و عزیز کے لکہا ہے وکلہا ای الاقسام الاربعۃ سوی الاول وہو المتواتر آحاد انتہی یعنے
یہ چارون سواے اول یعنے متواتر کے سب اخبار آحاد ہین اور اوسکے بعد ترقیم کیا وفیہا ای فی الآحاد مقبول و
ہو ما یجب العمل بہ عند الجمہور وفیہا المردود وہو الذی لم یرجح صدق المخبر بہ لتوقف الاستدلال بہا علی البحث
عن رواتہا انتہی یعنے اون اخبار آحاد مین بعض احادیث مقبول ہین اور وہ وہ ہین کہ جنپر عمل واجب ہے
نزدیک جمہور کے اور اونہین مین بعض مردود ہین یعنے مقبول نہین اور وہ وہ ہین کہ نہین مرجح ہوا صدق
اوسکے راوی کا بسبب موقوف ہونے حجت پکڑنے کے ساتہ اوسکے اوپر تحقیق حال روات اوسکی کے بعد اوسکے
ابن حجر نے اقسام مقبول کے بیان کیے پہر بیان اقسام مردود اوس عبارت سے شروع کیا جو آپ نے نقل کی
اور بعد چند سطور اوس عبارت کے جو ابہی ہمنے لکہی یہ تحریر کیا واذا توقف عن العمل بہ صار کالمردود لا لثبوت
صفۃ الرد بل لکونہ لم یوجد فیہ صفۃ توجب القبول انتہی یعنے جب کہ توقف کیا گیا عمل کرنے سے ساتہ اوس
حدیث کے اور انتظار اوسکے تفتیش و تحقیق سند کے کی گئی تو ہوگئی وہ حدیث مثل مردود کے نہ واسطے ثابت ہوجانے
صفت رد کے بلکہ اسواسطے کہ نہ پائی گئی بیچ اوسکے ایسی صفت کہ واجب کرتی ہو مقبول کو اور بہی ابن حجر نے بعد اوس
عبارت کے جو آپ نے نقل کی ہے تحریر کیا وانما ذکر التعلیق فی قسم المردود للجہل بحال المحذوف وقد یحکم بصحتہ
ان عرف بان یجیٔ مسمی من وجہ آخر انتہی یعنے جز این نیست کہ ذکر کی گئی معلق کہ جسکے مبدء سند مین سقوط ہو
قسم مردود مین بسبب نہ معلوم ہونے حال راوی محذوف کے کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ ہے اور کبہی حکم کیا جاتا ہے
ساتہ صحت معلق کے اگر حال اوسکا معلوم ہوگیا ہو باین طور کہ ذکر اوس محذوف اور ساقط کا دوسرے طریق مین
آگیا ہو اور حال اوسکا معلوم ہوگیا ہو ان عبارات سے صاف واضح ہوگیا کہ معلق کو جو مردود کہتے ہین اوسکے
یہ معنی نہین کہ وہ بالکل ضعیف ہے اور قابل احتجاج کے نہین ہے جیسا کہ آپ سمجہے ہین بلکہ اوسکے معنے یہ ہین کہ
وہ قسم مقبول سے نہین ہے کہ جسکے صدق و ثبوت کا غلبہ ظن ہوگیا ہو اور واجب العمل ہو بلکہ اوسکے بابت
توقف ہوگا یہانتک کہ سند اوسکی ملجاوے اور تحقیق اوسکے رواۃ کی ہوجاوے پس اگر سند اوسکی معتبر ہوگی
وہ روایت قابل احتجاج ہوجاویگی اور اگر سند اوسکی ضعیف ہوگی تو وہ ضعیف سمجہی جاویگی نہ یہ کہ مجرد اوسکے

معلق ہونے کے وہ درجہ اعتبار سے ساقط کردیجاوے اور حکم ضعف کا اوسپر کردیا جاوے باقی رہی
یہ بات کہ حدیث حضرت علی کی سند کہاں ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جس طرح بخاری کے تعلیقات حجت ہیں
اسی طرح سے بلاغات امام محمد کے سند ہیں جیساکہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے بلاغات محمد مسندۃ انتہی یعنے جو
احادیث جنکو امام محمد بغیر سند کے بیان کریں اور اوسمیں بلغنا فرماویں یعنے یہ خبر ہمکو یون پہونچی ہے تو وہ
سب واقع میں مسند ہیں ایسی نہیں ہیں کہ کہیں اونکی سند ہو مطلقاً بے سند ہوں اور اگر یہ اشتباہ ہو کہ
معلوم نہیں کہ اسکے سند کی رواۃ کیسی ہیں ثقہ اور معتبر ہیں یا نہیں پس بدون تحقیق حال رواۃ کے
کیونکر اوسکے ساتھ استناد درست ہوسکتا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ابن ہمام نے تحریر الاصول میں اور
اور علماء نے کتب اصول میں لکہا ہے کہ المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ انتہی یعنے مجتہد جسوقت
استدلال کرتا ہے کسی حدیث کے ساتھ تو وہ استناد اوسکا حدیث کی تصحیح کے واسطے کافی ہوجاتا ہے
پس اس مقام پر جب کہ خود امام محمد نے کہ مجتہدین سے ہیں اس حدیث کے ساتھ استناد کیا اور اوسکو
معرض احتجاج میں پیش کیا اسقدر اوس روایت کے معتبر ہونے کے واسطے کافی ہوگیا **قولہ** اگر کوئی کہے
کہ نخبۃ الفکر اور منہج الوصول کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حدیثیں معلق جو کہ بخاری میں ہیں وہ بھی ضعیف ہی
ہونگی جواب اسکا یہ ہے کہ منہج الوصول الے اصطلاح احادیث الرسول میں لکہا ہے کہ بخاری جسقدر حدیثیں
معلق لایا ہے اون سب کو ابن حجر نے اپنی کتاب التشویق الی وصل التعلیق میں وصل کردیا ہے علاوہ اسکے
فتح الباری اور قسطلانی اور کرمانی وغیرہ بخاری کی شرحوں میں بخاری کی معلق حدیثوں کا وصل ہونا ثابت ہے
اقول اگلی پچھلی باتیں سب کہلجائینگی جیکے رہو پس ہمارا منہ نہ کہلوا دیکھا اسکے واسطے اول تو
آپکا اعتراض کا مبنی ہی فاسد ہے کیونکہ ابھی معلوم ہوچکا کہ ہر معلق مردود و ضعیف نہیں ہے بلکہ مثل حدیث
مسند کے کبھی صحیح ہوتی ہے کبھی ضعیف دوسرے یہ آپکا جواب اور بھی لغو ہے اسوجہ سے کہ جب ہر معلق مردود
وضعیف ٹھہری جیساکہ آپ تحریر کرگئے تو بالضرور بخاری کے تعلیقات سب ضعیف ہونگے کیا وجہ ہے
کہ بخاری کی احادیث معلقہ تو ضعیف نہوں اور اونکے سوا سب ائمہ ومحدثین کے تعلیقات ضعیف ہوں
معلق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور بلاسند ہونے میں دونوں متفرق نہیں ہیں پس آپکی فہم عالی
کے موافق اگر کوئی شخص کہدے کہ بخاری کے سب معلقات مردود ہیں اور لائق احتجاج نہیں تو آپکو
بغلیں جہانکنا پڑینگی اور اسکے جواب میں بڑی مشکلیں پیش آوینگی باقی رہی یہ بات کہ
بخاری کی شروح میں وہ سب موصول کردی گئی ہیں یہ کیا مفید ہے اسوجہ سے کہ شراح بخاری خصوصاً
ابن حجر وکرمانی وقسطلانی بخاری کی تصنیف کے کئی سو برس کے بعد اس عالم میں تشریف لائے اور اون

احادیث معلقہ کے وصل پر مستعد ہوئی پس لازم آتا ہے کہ تا زمان ان حضرات کے وہ سب تعلیقات
بخاری کی مردود ہیں اور بطفیل وصل ان حضرات کے مرتبہ قبول مین داخل ہوئین علاوہ ازین شراح کے وصل
کرنے سے معلق کی معلقیت نہین جاتی ہے پس جو تعلیقات بخاری کی ہین گو شرح مین اونکی سند بیان
کی گئی ہو صحیح بخاری مین تو وہ معلق ہی رہین پس صحیح بخاری کا اشتمال اوپر احادیث مردودہ کے لازم
آگیا کیون منو آپکو اپنے گھر کی خود ہی خبر نہین رہی اور ائمہ پر ایسے اعتراض پر مستعد ہوئے کہ صحیح بخاری کا
ہی مشتمل ہونے کا احادیث مردودہ پر التزام کر لیا فانا للہ وانا الیہ راجعون **قولہ** دوم یہ روایت موقوف ہی
حضرت علی پر اور روایت موقوف قابل حجت کے نہین ہوتی ہے **اقول** سبحان اللہ آپ اعتراض کیلئے
تو تیار ہو گئے مگر اونکے رسول کو نہ دیکھا کہ اونکے نزدیک کیا قاعدہ ہے اور کس خدا اللہ سے کون مسئلہ مستنبط
ہوا ہے سچ ہے جھوٹے سوتی کی طرف کب دیکھتے ہین جوہری ؎ بے صداقت آبرو اے بد گہر ملتی نہین ؏ قائم
ہین قطلوبغا حنفی اپنے فتاوے مین لکھتے ہین قول الصحابی حجۃ عندنا انتہی یعنے صحابہ کا قول نزدیک حنفیہ کے
حجت ہے اور ابن ہمام حنفی فتح القدیر مین لکھتے ہین قول الصحابی حجۃ ما لم ینفہ شئ من السنۃ انتہی یعنے قول
صحابی کا حجت ہے جب تک کہ نفی نہ کرے اوسکو کوئی حدیث مرفوع یعنے کوئی حدیث مرفوع جب تک
مخالف قول صحابی نہ ملے اوسوقت قول صحابی حجت ہے اور شیخ عبد الحق دہلوی نے فتح المنان فی تائید
مذہب النعمان مین لکھا ہے قال ابن المبارک قال ابو حنیفۃ ما جاء عن رسول اللہ فعلی الراس والعین وما جاء
عن الصحابۃ فلا اترکہ انتہی یعنے کہا عبد اللہ بن مبارک نے کہ فرمایا امام ابو حنیفہ نے کہ جو کچھ خبر ہوئچی ہمکو
رسول اللہ سے پس وہ بسر و چشم مقبول ہے اور جو صحابہ رسول اللہ سے ہمکو ہوئچی اوسکو مین نہ چھوڑونگا
قولہ سوم جب کہ سنن اربعہ کی حدیث مرفوع اگرچہ صحیح ہو فقط بخاری کی حدیث کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی
تو بھلا اثر صحابی کا تو مقابل ایسے حدیث کے کہ جسپر بخاری اور مسلم دونون نے اتفاق کیا ہو کب اوسکے
معارض اور لائق حجت کے ہو سکتا ہے **اقول** سنا کی نہایت بہت سی باتون مین ہے کہ یہ جو کہتے ہین کہ غیر
غیر صحیحین کی حدیث کے مقابلہ نہ کر سکنے کے ساتھ حدیث صحیحین کے یہ معنی نہین ہین کہ وہ حدیث بالکل مردود
ہو جاتی ہے اور لائق حجت نہین ہو سکتی ہے اگرچہ دونون مین مخالفت نہو اور محمل صحیح ہر ایک کا ہو سکے
بلکہ جب دونون مین مخالفت تامہ ہوگی اور کسیطرح صورت جمع نہ نکل سکتی ہوگی تب البتہ حدیث غیر صحیحین
کی متروک کر دیجاویگی اور حدیث صحیحین معمول بہ ہوگی ابن امیر حاج حلبی حاشیہ الحلی شرح منیۃ المصلی مین لکھتے
الجمع متعین عند الامکان اتحاد او الامر بینہ وبین اہدار العمل باحدہما بالکلیۃ انتہی یعنے جمع کرنا درمیان دو حدیث
کے بقدر امکان ضروری ہے جب کہ امر دائر ہووے درمیان جمع کے اور درمیان باطل کرنے کے ساتھ ایک

اور یہ ظاہر ہے کہ اس مقام پر جمع ممکن ہے باینطور کہ حدیث مرفوع دعاوی اموال وغیرہ پر محمول ہووے
اور اثر علی مرتضے باب عقود و فسوخ مین معمول بہ ہووے پس با وجود امکان تطبیق کے ترک کر دینا اثر مرتضوی کا
بالکلیہ خلاف معقول و منقول ہے **قولہ** چہارم کتاب کہ جسکی یہ حدیث ہے اور سوا اسکے اور چار کتابین امام محمد کی
یعنے جامع صغیر اور جامع کبیر اور زیادات اور سیر مثل حدیث کے کتابون کی نہین کہ اونمین کل واجب ہوا سلئے کہ یہ ثابت
نہین ہوا کہ ان کتابون کی حدیثین بہی حضرت اور حضرت کے اصحاب ہی سے مروی ہین **اقول** یہ آپ کو
اگر ثابت نہین ہوا تو نہو حنفیہ تو اس امر کو خوب جانتے ہین کہ امام محمد نے جو حدیثین ان کتابون مین درج کی ہین وہ
بالکل غیر معتبر نہین ہین باقی رہا ضعف سو یہ تو بلا سے تھا لمگیر ہے کتب سنن اربعہ و مسند امام احمد و مسند امام شافعی
وغیرہ کتب فن حدیث کے مدار روایات مین ضعف سے بے خبر کیا اس امر سے اون کتابون کی حدیثین بالکل غیر معتبر
سمجھی جاوینگی ہرگز نہین ایسی کتب امام محمد کی احادیث مطلقاً غیر معتبر نہ سمجھے جاوینگے **قولہ** اور ایک مسئلہ امام اعظم کا
اور اونکے شاگردون ابو یوسف اور محمد کا مخالف پیغمبر کی دو حدیثون کے یہ ہی جسکو ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز الدقائق
وغیرہ مین لکھا ہے من امتنع عن الجزیۃ او قتل مسلما او سب النبی او زنی بمسلمۃ لم ینتقض عہدہ یعنے جو ذمی
جزیہ دینے سے انکار کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا گالی دے نبی کو یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے
تو ان امور سے اوسکا عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا امام اعظم اور اونکے شاگردون نے خلاف کیا ہے صریح ان دونون
حدیثون کا پہلی حدیث ابو داؤد مین روایت ہے علی سے ان یہودیۃ کانت تشتم النبی الخ یعنے تحقیق ایک عورت
یہودیہ برا کہتی تہی آن حضرت کو اور عیب اور طعن کرتی تہی پس گلا گھوٹا ایک شخص نے اوسکا یہانتک کہ مر گئی پس
معاف فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خون اوسکا دوسری حدیث ابو داؤد مین روایت ہے ابن عباس سے
ان اعمی کانت لہ ام ولد الخ یعنے تحقیق ایک اندہا کہ تہی اوسکے پاس حرم گالی دینے والی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بہہ منع
کرتا تہا وہ اندہا اوسکو اس بات سے پس باز نہ آتی تہی پس جب ہوئی ایک رات لی اوس اندہے نے ایک لکڑی
تیغ لگی ہوئی پس رکہا اوسکو اوسکے پیٹ پر اور تکیہ کیا اوسپر یعنے زور سے دبایا پس قتل کیا اوسکو پس پہونچی خبر
اسکی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پس فرمایا خبردار گواہ رہو تحقیق خون اوسکا رایگان ہے **اقول** ہاے وہ ہم نہین جسے
نواے فلک بگاڑ سکے ہوکہ ہر خیال ہے اتنی تری مجال نہین ان دونون حدیثون مین اور امام کے مذہب مین
مخالفت ہے امام یہ کہتے ہین کہ جو کافر ذمی کہ مطیع اہل اسلام ہو گیا ہو اور جزیہ دینا اوسنے قبول کر لیا ہو
اور یا دے جزیہ اوسنے اپنی جان و مال کی حفاظت کرلی ہو وہ اگر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے
دامن گالی دینے سے اوسکا عہد امان نہین ٹوٹیگا اور عقد ذمیت اوس سے مرتفع نہوگا بشرطیکہ اعلان
زبردستی نہ کرے اسوجہ سے کہ گالی دینا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کفر ہے اور ذمی مین کفر پہلے ہی موجود ہے

پس ہر گاہ کفر سابق قدیم اوسکا تابع اوسکے ذمی ہونے سے ہوا اور باوجود کفر کے بسبب ادا کرنے جزیہ کے جان و مال کا
اوسکے محفوظ رکھنا اہل اسلام پر واجب ہوا پس کفر طاری جو حالت ذمی ہونے مین اوس سے صادر ہوا کیونکر اوسکے عہد کو
توڑ ڈالیگا اور باوجود اسکے بھی امام قائل ہین کہ اگرچہ قتل اوسکا واجب نہین مگر تادیب اور تعزیر دینا اوسکو واجب ہے
اور تعزیر بالقتل بھی جائز ہے در مختار مین ہے ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبه دین الاسلام او القرآن او النبی
حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل وتبعه ابن الہمام انتہی یعنے حاوی وغیرہ مین ہے کہ ادب دیا جاوے
ذمی اور عقاب کیا جاوے اوسپر بسبب گالی دینے کے دین اسلام کو یا قرآن یا نبی کو اور کہا عینی نے کہ مختار میرا
گالی دینے مین یہ ہے کہ مار ڈالا جاوے اور تابع ہوا اونکے جواز قتل مین ابن الہمام اور رد المحتار مین خیر الدین رملی
استاد صاحب در مختار سے منقول ہے لا یلزم من عدم النقض عدم القتل وقد صرحوا قاطبة بانه یعزر علی ذلک ویؤدب
وهو یدل علی جواز القتل زجرا لغیره اذ یجوز الترقی فی التعزیر الی القتل انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ نہین لازم آتا ہے
ٹوٹنے عہد ذمیت سے نہ جائز ہونا قتل کا اور بتحقیق تصریح کی ہے تمام مشائخ نے اس امر کی کہ ذمی گالی دینے والا تعزیر
کیا جاوے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مار ڈالنا بھی اوسکا جائز ہے جب اوس سے مقصود تنبیہ اوروں کی ہو
کیونکہ تعزیر سیاستہ قتل کے بھی جائز ہے اور ہمارے بھی امام قائل ہین کہ وہ حکم اوسیوقت تک ہے جب ذمی اعلان
اور تکرار نہ کرے بلکہ ایک دو مرتبہ پوشیدہ گالی دیدے اور اگر وہ بطور اعلان کے سبھون کے سامنے بیباک
ہوکے گالی دیتا ہو یا اوسکی عادت گالی دینے کی ہو اور اکثر اوس سے یہ حرکت سرزد ہوتی ہو تو ایسی صورت مین
قتل اوسکا ضرور ہے رد المحتار مین در منتقی سے منقول ہے ای اذا لم یعلن فلو اعلن بشتمه او اعتاده قتل ولو امرأة
وبه یفتی الیوم انتہی یعنے مارنا ذمی کو بسبب گالی دینے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوسوقت ہے جب کہ
وہ بطور اعلان کے گالی نہ دے پس اگر اعلان کیا اوسنے گالی دینے نبی کا یا عادت کر لی اسکی مار ڈالا جاویگا
اگرچہ عورت ہو اور اسی پر فتوے ہے اس زمانے مین اور بھی رد المحتار مین ابن تیمیہ کی کتاب الصارم
المسلول سے منقول ہے افتی اکثرهم بقتل من سب النبی من اهل الذمة وان اسلم بعد اخذه وقالوا یقتل سیاسة
انتہی یعنے فتوے دیا ہے اکثر حنفیہ نے سیاستہ مار ڈالنے اوس ذمی کے جو گالی دے آنحضرت کو اگرچہ اسلام
لائے وہ بعد گرفتار ہونے کے اور کہا حنفیہ نے کہ مار ڈالا جاوے وہ بنظر سیاست اور بھی در مختار مین ہے رأیت
فی معروضات المفتی ابی السعود انه ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتله اذا ظهر انه معتاده انتہی یعنے
دیکھا مین نے معروضات مفتی ابو السعود رومی مین کہ وارد ہوا حکم بادشاہی واسطے عمل کرنے کے اوپر قول ائمہ
حنفیہ کے کہ قتل کیا جاوے جب کہ گالی دینا اوسکی عادت ہو وے اور بھی در مختار مین ابن کمال پاشا سے
منقول ہے والحق انه یقتل عنده اذا اعلن بشتمه علیه السلام صرح به فی سیر الذخیرة انتہی یعنے حق یہ ہے کہ ذمی

گالی دینے والا ذمی کا قتل کیا جاویگا جب کہ اعلان کرے ساتھ گالی دینے کے تصریح کی ہے اسکی کتاب السیر مین
ذخیرہ و برازیہ کی انسیہی اور کتب فقہ مین مصرح ہے خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر آنحضرت ؐ کو اتفاقاً
گالی دیوے تو عہد ذمیت اسکا صرف اس گالی دینے سے نہ ٹوٹیگا اور بمجرد اس گالی کے وہ حربی نہ سمجھا جاویگا
اور قتل اوسکا واجب ہوگا مگر تعزیراً اوسپر قائم کیجاویگی اور سیاست اگرچہ ساتھ قتل کے ہو اوسپر جاری ہوگی
اور اگر گالی وہ باعلان دیتا ہو یا عادت اسکی رکھتا ہو تو اوسکو مار ڈالنا ضرور ہے ہرگاہ یہ معلوم ہوا پس اب
سمجھنا چاہیے کہ مذہب حنفیہ مین اور اون دونون حدیثون مین جو آپ نے ذکر کین کچھ بھی مخالفت نہین ایک تو
اسوجہ سے کہ مذہب حنفیہ کا یعنے نہ مارنا کافر کو بسبب گالی دینے نبی کے ذمی مین ہے نہ ہر کافر مین اور اون
دونون حدیثون مین یہ تصریح نہین کہ وہ دونون عورتین کہ بوجہ گالی دینے کے ماری گئین ذمی تھین لیکن اول
حدیث مین تو تصریح ہے کہ وہ عورت یہود مین سے تھی اور یہود جو مدینہ منورہ مین تھے وہ ذمی نہ تھے
کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اونپر جزیہ نہین مقرر کیا اور نہ اونپر حکم اہل ذمہ کا جاری کیا بلکہ
اوائل مین اونسے مصالحہ بلا عوض مال کر لیا گیا تھا بعد چند سال کے یہود کا اخراج کر دیا گیا اور بعضون سے
مقاتلہ کیا گیا جیسا کہ فتح القدیر مین مذکور ہے اما الیہود فلم یکونوا اہل ذمۃ بمعنے اعطائہم الجزیۃ بل کانوا
اصحاب موادعۃ بلا مال یوخذ عنہم الی ان امکن اللہ منہم لانہ لم توضع جزیۃ قط علے الیہود انتہی یعنے لیکن یہود پس
نہ تھے وہ لوگ اہل ذمہ بمعنی دینے اونکے جزیہ کو بلکہ تھے وہ اصحاب مصالحت بغیر مال کے کہ لیا جاتا اوسوا دنسے
یہانتک کہ قادر کیا اللہ نے اپنے رسول کو اونپر اور غالب کیا اونپر اسواسطے کہ نہین مقرر کیا گیا جزیہ کبھی
اوپر یہود کے پس اگر ایسی کوئی روایت ہوتی جس سے یہ صاف ثابت ہوتا کہ کوئی کافر ذمی بسبب گالی دینے
نبی کے عہد نبوی مین مارا گیا یا آپ نے کسی ایسے کافر کے مارنے کا حکم کیا تو البتہ مذہب حنفیہ پر اعتراض
ہوتا اور یہ حدیثین جو آپ نے بیان کین اونمین اسکا نشان نہین دوسری یہ کہ ان دونون حدیثون سے
یہ ثابت ہے کہ وہ دونون عورتین جو ماری گئین وہ آنحضرت کو باعلان گالی دیتی تھین اور عادت اسکی
رکھتی تھین اور ابھی معلوم ہو گیا کہ ایسی صورت مین حنفیہ کے نزدیک قتل ضرور ہے اور نہ واجب ہونا
قتل کا اوسوقت ہی جب ذمی گالی کے ساتھ اعلان نہ کرے اور اوسکی عادت نرکھے ہان اگر ایسی کوئی
حدیث ہووے کہ جس سے مارا جانا ذمی کا صرف دو ایک مرتبہ گالی دینے سے ثابت ہووے تو البتہ
اعتراض ہو سکتا ہے ورنہ نہ تیسری یہ کہ جس صورت مین کہ حنفیہ کے نزدیک عہد ذمہ نہین ٹوٹتا ہے
اوس صورت مین بھی مار ڈالنا ذمی کو بقصد زجر و سیاست جائز ہے اور ان دونون حدیثون سے
اسیقدر ثابت ہے کہ وہ دونون عورتین بسبب گالی دینے کے ماری گئین اور آنحضرت ؐ نے انکو

جانبر رکھا اور مارنے والے پر کچھ زجر نہین کیا یہ بہین ثابت ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو خواہ مخواہ مار ڈالنا
واجب ہے تاکہ اعتراض مخالفت درست ہووے علاوہ ازین ایسی بہی حدیثین وارد ہین کہ جنسے
یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ کفار نے بارہا آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے اور آپ نے اونکو
نہین مارا ابو نعیم نے دلائل النبوۃ مین ابن عباس سے روایت کی ہے تفسیر مین اس آیت کے
یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا یعنے اے ایمان والو نہ کہو تم ہمارے رسول سے راعنا
بلکہ کہو انظرنا راعنا بلسان الیہود السب القبیح فکان الیہود یقولون لرسول اللہ سرا فلما سمع اصحابہ یقولون
اعلنوا بہا فکانوا یقولون ذلک ویضحکون فیما بینہم فانزل اللہ ہذہ الآیۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ راعنا
بلغت یہود بری گالی ہے پس جب وہ آنحضرت کی خدمت مین آتے تہے راعنا کہتے تہے صحابہ اونکے
کہنے سے یہ سمجہے کہ یہ کوئی کلمہ اچہا ہے وہ بہی کہنے لگے پس اللہ نے اس آیت کو نازل کیا اور
حکم کیا کہ تم راعنا نہ کہو اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو کہ جسکے معنے یہ ہین کہ اے رسول اللہ آپ ہماری طرف
نگاہ اور توجہ کیجیے اور صحیح بخاری و مسلم و سنن وغیرہ مین موجود ہے کہ یہود جب آن حضرت کی
خدمت مین آتے بجاے السلام علیکم السام علیکم کہتے اور سام کے معنے اونکے نزدیک موت اور لعنت
کے ہین آن حضرت اونکے جواب مین صرف علیکم فرما دیتے پس ان احادیث سے یہ ثابت ہے
کہ یہود آن حضرت کو گالیان دیتے تہے مگر آپ اونکی مارنے کا حکم نہین فرماتے تہے اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو
بسبب گالی دینے کے مار ڈالنا ضرور نہین ہے ہان اگر تعزیراً مار ڈالیگا تو کچہ حرج بہی نہوگا بخلاف مسلمان
کے کہ اگر وہ نبی کو گالی دیگا وہ کافر ہو جاویگا اور مباح الخون ہوا اوسکا مار ڈالنا لازم بر واجب ہو جاویگا
قولہ ورایک مسئلہ امام اعظم کا اور انکے شاگرد ابو یوسف و محمد کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور
شرح وقایہ اور کنز اور در مختار مین لکہا ہے وان قید الخامسۃ بسجدۃ بطل فرضہ عندنا یعنے اگر اوسنے پانچوین
رکعت کا سجدہ کر لیا تو باطل ہو گئے نماز یعنے مذہب امام اعظم کا یہ ہے کہ کسیکو چار رکعت نماز پڑہنی تہی اور
بہول کر پانچ رکعت پڑہ گیا تو اس صورت مین نماز اوسکی باطل ہو جائیگی اس مسئلہ مین امام اعظم
اور اونکے شاگرد ابو یوسف و محمد نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے
عبد اللہ بن مسعود سے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلے الظہر خمساً فقیل لہ ازید فی الصلوۃ فقال وما ذاک یا رسول اللہ
قالوا صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم یعنے تحقیق رسول خدا نے نماز پڑہی ظہر کی پانچ رکعت پس کہا گیا
واسطے انکے زیادتی کی گئی نماز مین پس فرمایا تمہارے سبب پوچہنے کا کیا ہے عرض کیا صحابہ نے پڑہی
آپنے نماز پانچ رکعت پس سجدے کیے حضرت نے دو سجدے بعد سلام پہیرنے کے **اقول** ۔۔

راہ سیدھی چل کہ اک عالم تجھے اچھا کہے * کجروی بہتر نہیں اے شوخ یہ رفتار چھوڑ * بے سمجھے بوجھے
امام کے مذہب کو مخالف حدیث کے کہدینا آپ ہی کا کام ہے عبارات فقہیہ میں قطع و برید کردینے میں
آپ کو ملکہ تام ہے اُن سب کتابوں میں جنکا آپ نے ذکر کیا اور ایسے ہی اور فقہ کی کتابوں میں صرف اسقدر
نہیں لکھا ہے جو آپ نے عوام کے دھوکا دینے کے واسطے نقل کیا ہے بلکہ سب کتابوں میں یہ تفصیل مرقوم ہے
کہ جو شخص چار رکعت کا پڑھنے والا قعدہ اخیرہ کو کہ ارکان نماز سے ہے چھوڑ کے پانچویں رکعت پڑھنے لگے
پس جب تک کہ پانچویں رکعت کا اوسنے سجدہ نہیں کیا ہے اوسکو چاہیے کہ بیٹھ جاوے اور قعدہ
کرکے سجدہ سہو کرلے اسوجہ سے کہ ایک رکعت سے کم کوئی نماز معتبر نہیں پس اوسکے باطل کرنے میں
واسطے اصلاح نماز کے کچھ حرج نہیں اور اگر اوسنے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا ہے نماز اوسکی باطل ہوجاویگی
اسوجہ سے کہ اوسنے نفل میں شروع مستحکم کرلیا بدون اکمال ارکان فرض کے کیونکہ ایک رکعت نماز معتبر ہے
اور اگر قعدہ اخیرہ کرکے بھولے سے پانچویں رکعت پڑھنے لگا پس اسوقت جب تک کہ پانچویں رکعت کا
سجدہ نکرے اوسوقت تک بیٹھ جاوے اور سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا
اور ایک رکعت کو اوسنے مکمل کردیا اس صورت میں اوسکو چاہیے کہ چھٹی رکعت اور بھی ملاوے اور
سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرلے تا یہ دو رکعت نفل ہوجاویں اور چار رکعت فرض ادا ہوویں یہی حاصل ہے
اس عبارت ہدایہ کا وان سہی عن القعدة الاخيرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة ما لم يسجد لان فيه
اصلاح صلوته وامكنه لان ما دون الركعة بمحل الرفض والغى الخامسة وسجد للسهو لانه اخر واجبا وان قيد الخامسة
بسجدة بطل فرضه عندنا لانه استحكم شروعه في النافلة قبل اكمال اركان المكتوبة ولو قعد في الرابعة ثم قام
ولم يسلم عاد الى القعدة ما لم يسجد الخامسة وسلم وان قيد الخامسة بالسجدة ثم تذكر ضم اليها ركعة اخرى وتم فرضه
ويسجد للسهو استحسانا انتهى ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک چار رکعت پڑھنے والا اگر بھولکے
پانچویں رکعت کے واسطے کھڑا ہوگیا تو نماز اوسکی ہر صورت میں نہیں باطل ہوتی ہے جیسا کہ
آپکے کلام ناتمام سے سمجھا جاتا ہے بلکہ اوس صورت میں کہ قعدہ اخیرہ کہ رکن نماز ہے اوس سے
چھوٹ گیا ہو اور بدون قعدہ اخیرہ کے وہ کھڑا ہوگیا ہو اور پانچویں رکعت کا اوسنے سجدہ بھی
کرلیا ہو اور سوا اسکے اور صورتوں میں بطلان نماز کا حکم نہیں دیتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ
اگر پانچویں رکعت کے سجدہ کرنے کے قبل اوسکو یاد آگیا تو وہ اوسقدر زائد نماز کو کہ ایک رکعت سے
کم ہے چھوڑ دے اور بیٹھ کے سجدہ سہو کرکے نماز تمام کرے خواہ اوسنے پانچویں رکعت قعدہ اخیرہ کرکے
اوسنے شروع کی ہو یا قعدہ اخیرہ اوس سے چھوٹ گیا ہو اور اگر پانچویں رکعت کی طرف قعدہ اخیرہ کرکے

کہڑا ہوا اور اوس رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد اوسکو یاد پڑا اس صورت مین بہی اوسکی نماز نہین
باطل ہوگی بلکہ وہ ایک رکعت اور ملا کے نماز تمام کرے اب سمجہیے کہ جو حدیث آپ نے بیان کی اوسمین
یہ کہان مذکور ہے کہ آن حضرتؐ پانچوین رکعت بدون قعدہ اخیرہ چوتہی رکعت کے پڑہنے لگے تہے تا کہ حکم
مخالفت کا درست ہووے بلکہ ظاہر حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ قعدہ اخیرہ کر کے ہوا کر
یا بین خیال کہ یہ قعدہ اولے ہے کہڑے ہو گئے تہے اسوجہ سے کہ جب ایک صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ
کیا نماز مین زیادتی ہوگئی ہے اور آپ نے پوچہا کہ کیا ہوا تو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعت
ادا کین اور ظاہر ہے کہ ظہر کی نماز چار رکعت مع قعدہ اخیرہ ہوتی ہین نہ بدون اوسکے پس اگر قعدہ
اخیرہ آپ چہوڑ گئے ہوتے صحابہ یہ کہتے کہ آپ نے ایک قعدہ چہوڑ دیا اور ایک رکعت کی زیادتی کی
یہ نہ کہتے کہ آپ سے پانچ رکعت ادا ہوئی بنا برٓ علیہ یہ حدیث موافق حنفیہ کے ٹہری اور کسطرح کی
مخالفت نہوئی کیونکہ حنفیہ بہی ایسی صورت مین کہ قعدہ اخیرہ کر کے پانچوین رکعت کی طرف بہولے سے
کہڑا ہو گیا ہو بطلان نماز کا حکم نہین دیتے ہین عینی شرح ہدایہ مین لکہتے ہین و تاویل الحدیث
انہ علیہ السلام قعد علی الرابعۃ بدلیل انہ قال صلی الظہر خمسا والظہر اسم لجمیع الارکان ومنہا القعدۃ الاخیرۃ
انتہی یعنے تاویل حدیث کی یہ ہے کہ آن حضرتؐ قعدہ اخیرہ کر کے کہڑے ہوئے تہے بدلیل اسکے کہ صحابی
راوی حدیث نے بیان اس قصہ مین صلی الظہر خمسا فرمایا یعنے آپ نے پانچ رکعت ظہر پڑہی اور ظہر
نام ہے مجموع ارکان کا کہ منجملہ اونکے قعدہ اخیرہ بہی ہے نہ صرف چار رکعت کا بدون قعدہ اخیرہ کے
پس اگر آپ نے قعدہ اخیرہ چہوڑ دیا ہوتا راوی یہ لفظ نہ کہتا الحاصل سیاق قصہ سے بہی معلوم
ہوتا ہے کہ آپؐ نے قعدہ کر لیا تہا اور بالفرض اگر اس ظاہر سیاق کا لحاظ نہ کیجیے تب بہی قصہ محتمل دونون
صورتون کو ہے صرف ایک ہی صورت کہ آپ نے قعدہ اخیرہ بہی چہوڑ دیا تہا نہین نکلتی تا انہیہ خواہ مخواہ
اس حدیث کو مخالف مذہب حنفیہ سمجہنا اور مذہب حنفی پر طعن کرنا خالی سخافت و سفاہت سے نہین
قولہ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز اور در مختار
وغیرہ مین لکہا ہے ولا یشعر عند ابی حنیفۃ یعنے زخم نکیا جاوے اونٹ نزدیک ابو حنیفہ کے
کہ اونکے نزدیک اشعار مثلہ ہے یعنے تکلیف دینا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس مسئلہ مین
اس حدیث کا جو کہ مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور موطا مین روایت ہے ابن عباس سے
کہ کہا صلی رسول اللہ الظہر بذی الحلیفۃ ثم دعا بناقتہ فاشعرہا فی صفحۃ سنامہا الایمن الخ یعنے نماز پڑہی
رسول اللہؐ نے ظہر کی بیچ ذی الحلیفہ کے پہر منگوائی اونٹنی اپنی پس زخم کیا اونٹنی کو بیچ کنارہ کوہان داہنی اوسکی کے

اقول ۵ سرکشی کو لی ہو کر کبھی برا نہیں ہوتا ۔ انجام برے کام کا اچھا نہیں ہوتا ۔ بے فائدہ علمار پر
تہمت لگانا اور مجتہدین پر افترا کرنا بہتر نہیں ہے اور طعن و تشنیع مین جرات کر بیٹھنا اچھا نہیں ہے اگر بطفیل
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عذاب استیصال دنیوی اس امت سے اوٹھا نہ لیا گیا ہوتا تو بیشک ایسے
طاعنین پر عذاب استیصال نازل ہوتا تعجب ہے کہ آپکو امام ابو حنیفہ کی مذہب کی تو خبر ہی نہین خواہ مخواہ
پانچوین سوارون مین اپنا نام کیون داخل کرتے ہین اور طاعنین مین کیون اپنا نام لکھوا کے مستحق گناہ ہوئے ہیں
اور زیادہ عجب یہ ہے کہ جن کتابون سے آپ مذہب امام کا نقل کر رہے ہین اونہین مین تنقیح مذہب امام بتفصیل
تمام مذکور ہے یا اونکی شروح مین اچھی طرح سے ماثور ہے اون سب سے چشم پوشی کرنا اور جو مذہب امام کا نہو
اوسکو مذہب اونکا قرار دیکے اعتراض کرنا کس کتاب شرعی کی رو سے جائز ہے نہین سہی کتب شرعیہ کو جانی دیجیے
کسی شاستر یا پوتھی سے اسکا جواز نکال دیجیے درمختار مین کہ جسکا آپ حوالہ دے رہے ہین مسطور ہے

کرہ الاشعار وہو شق سنامہا من الایسر او الایمن لان کل احد لا یحسنہ فاما من احسنہ بان قطع الجلد فقط فلا بأس

انتہی یعنے مکروہ ہے اشعار اور وہ شق کرنا اونٹ کی کوہان کا بائین جانب یا داہنے طرف سے اسوجہ سے
کہ ہر شخص نہین کرتا ہے اشعار اچھی طرح بلکہ اکثر ایسا زخم لگاتے ہین کہ گوشت تک زخم پہونچ جاتا ہے اور جانور
بہت تکلیف اوٹھاتا ہے پس لیکن وہ شخص کہ اچھی طرح سے اشعار کرے بایطور کہ صرف چمڑہ کاٹے پس
نہین حرج ہے اوسکے واسطے اشعار مین اور ہدایہ مین ہے قیل ان ابا حنیفۃ انما کرہ اشعار اہل زمانہ لمبالغتہم
فیہ علی وجہ یخاف منہ السرایۃ انتہی یعنے ابو حنیفہ نے نہین مکروہ کہا مطلق اشعار کو بلکہ اشعار اپنے زمانے والون
کو کہ وہ مبالغہ کرتے تھے اشعار مین یہان تک کہ خوف ہوتا تھا پہونچ جانے زخم کا گوشت تک اور عینی کی شرح ہدایہ
مین ہے ابو حنیفۃ ما کرہ اصل الاشعار وکیف یکرہ ذلک مع ما اشتہر فیہ من الآثار وقال الطحاوی وانما کرہ ابو حنیفۃ
اشعار اہل زمانہ لانہ رآہم یفعلون ذلک علی وجہ یخاف منہ ہلاک البدنۃ لسرایتہ خصوصا فی حر الحجاز فرأی الصواب
فی سد ہذا الباب عن العامۃ لانہم لا یقفون علی الحد واما من وقف علی ذلک بان قطع الجلد فقط دون اللحم فلا بأس
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو حنیفہ نے مطلق اشعار کو مکروہ نہین کہا اور کیونکر کہتے باوجود مشہور ہونے اخبار
و آثار کے اس باب مین طحاوی نے کہا کہ نہین مکروہ کہا ابو حنیفہ نے مگر اپنے زمانہ والون کے اشعار کو بسبب
دیکھا امام نے اونکو کہ وہ اسطور سے اشعار کرتے تھے کہ اوسمین خوف ہلاک اونٹ کا ہوتا تھا خصوصا
گرمی ملک عرب کے زمانے مین کہ جانور زیادہ زخم کہا کے اکثر مرجاتے تھے پس مناسب سمجھا امام نے
بند کرنے اس طریقہ کو عوام سے اور فتوے کراہت کا دیا اسوجہ سے کہ عوام حد شرعی سے تجاوز کرجاتی تھی
لیکن وہ شخص جو حد شرعی سے متجاوز نہووے بایطور کہ صرف چمڑا کاٹے اوسکے واسطے کچھ مضائقہ نہین ہے

اور عینی کی شرح صحیح بخاری مسمے بہ عمدة القاری مین ہے الطحاوی الذی ہو اعلم الناس بمذاہب الفقہاء
لا سیما بمذہب ابی حنیفة ذکر ان ابا حنیفة لم یکرہ اصل الاشعار ولا کونہ سنة وانما کرہ ما یفعل علی وجہ یخاف منہ الہلاک
کسرایة الجرح لا سیما مع الطعن بالسنان او الشفرة فاراد سد الباب علی العامة لانہم لا یراعون الحد فی
ذلک اما من وقف علی الحد فی ذلک بقطع الجلد دون اللحم فلا یکرہہ وذکر الکرمانی صاحب المناسک عنہ استحبابہ
قال وہو الاصح انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ طحاوی نے جو بڑے عالم تھے مذاہب فقہا کے اور اختلافات ائمہ
خصوصاً مذہب امام ابو حنیفہ کے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے نہین مکروہ جانا اصل اشعار کو اور نہ انکار کیا اوسکے
سنت ہونے کا جز این نیست کہ مکروہ جانا اوس اشعار کو کہ اوس سے خوف ہلاک ہووے اور ذکر کیا ہی کرمانی
صاحب مناسک نے ابو حنیفہ سے استحسان اور استحباب اشعار اور کہا کہ یہی قول زیادہ صحیح ہی اسیطرح سے اور
کتب فقہ مین مذکور ہے بنظر اختصار نقل عبارات مین تطویل نہین کی گئی الغرض جو شخص مطلقاً اشعار کو
منع کرے اور مکروہ کہے بیشک قول اوسکا مردود ہے بسبب اسکے کہ احادیث صحیحہ سے آن حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اور صحابہ کا اشعار کرنا ثابت ہی اور ابو حنیفہ اس قول سے بری ہین مطلقاً اشعار کو مکروہ نہین
کہتے ہین بلکہ جو اشعار بقدر حد شرعی ہوا وسکو وہ بھی مستحسن اور مسنون سمجھتے ہین ہان جو حد شرعی سے متجاوز
ہوجاوے اوسکو البتہ مکروہ کہتے ہین پس جو مذہب امام کا ہی وہ مخالف حدیث نہین اور جو مخالف
ہی وہ مذہب امام کا نہین قولہ راقم کہتا ہی کہ مسائل امام اعظم کے جو فقہ کی کتابون مین درج ہین صحیح
حدیثون کے مخالف اسقدر ہین کہ مین اونکا شمار نہین کرسکتا اور اس دریاے ناپیدا کنار کو کوزی میں
ناپ نہین سکتا لیکن بطور مشت نمونہ خروارے واسطے معلوم کرنے عوام کے میرا ارادہ یہ ہے کہ ایک
مسئلہ امام اعظم کا جو کہ حدیثون صحیحہ کے مخالف ہی نقل کردون اقول سنہ پہ چیشرو پس اب دیکھو ہم
کہین گے ہ بہت ہوچکی بدزبانی تمہاری ۞ یہ آپکا زبانی جمع خرچ پایۂ اعتبار سے ساقط ہے ارباب عقل
وانصاف کے نزدیک یہ دعوے غیر مسموع ہی اگر اسیکا نام مخالفت ہے کہ مذہب امام کا جو کچھ اپنی سمجھ
آیا قرار دیکے حدیث کا مطلب اپنی طرف سے گڑھ کے جھٹ پٹ حکم مخالفت کا لگادیا تو ایسی مخالفت
تو تمام ائمہ ومحدثین کے اقوال مین بہت نکل آویگی حنفیہ کی کیا خصوصیت ہے اگر اسکے جواب مین ہم آپ
مقتداؤن کے اگلی زمانے کی اور اس زمانے کے اقوال مخالف حدیث و قرآن نکالین تو آپ کو بڑی مشکل
پڑےگی اور بجز خاموشی کے کچھ نہ بن پڑیگی مگر ہم سلف صالحین اور ائمہ سابقین کے ساتھ ادب سے پیش
آتے ہین اور کسی پر طعن نہین کرتے ہین ہم بھی اگر آپ کی طرح سے بیباک ہوجاوین اور حرف پر درد کا
اوٹھا دین تو موجب تبرکی بیتر کی ہووے آپ کی طبع مبارک بھی مسرور ہووے مگر ہم آیت کریمہ خذ العفو

بالعرف واعرض عن الجاہلین پر عمل کرکے صبر کرتے ہین اور وہاں سب طعن و تشنیع کا آپ ہی پر رہنے کو پسند کرتے ہین **قولہ** ۱۱ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث پیغمبر ۳ کے یہ ہے جو کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے ومن انتہی الی الامام الخ یعنے فجر کی نماز کے وقت اگر کوئی شخص مسجد مین آوے اور دیکھے کہ فرضون کی جماعت ہورہی لیکن اوس شخص نے دو رکعت سنت نہین پڑہی ہے تو اس صورت مین اگر وہ ڈرتا ہے کہ سنت پڑہنے سے ایک رکعت جماعت کی جاتی رہیگی اور ایک ملجاوے گی تو چاہیے کہ دو رکعت سنت مسجد کے دروازے پر پہلے پڑہ لے پہر جماعت مین داخل ہووے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ مسلم مین روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة یعنے جسوقت کہ کہڑی کیجاوے نماز یعنے تکبیر ہو فرضون کی پس نہین ہے کوئی نماز سواے فرض کے **اقول** اگرچہ یہ حدیث یعنے اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة جو کہ سنن ابو داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ و صحیح مسلم و جامع ترمذی و مسند امام احمد و مسند امام ابو حنیفہ وغیرہ مین باسانید معتبرہ مروی ہے بسبب اپنے اطلاق کے اسی پر دلالت کرتی ہے کہ جب تکبیر نماز فرض کے واسطے شروع ہووے اوسوقت کوئی نماز نہ پڑہنا چاہیے مگر وہی فرض خواہ سنت ظہر کی ہو یا صبح کی ہو اور کوئی نفل ہو مگر بہت سے صحابہ سے اسکے خلاف مروی ہے طحاوی نے شرح معانی الآثار مین عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی انہ دخل المسجد والامام فی الصلوة فصلی رکعتی الفجر انتہی یعنے وہ مسجد مین آئے اوسوقت کہ امام نماز صبح پڑہ رہے تہے پس پڑہی اونہون نے سنت فجر بعد اوسکے شریک ہوے فرض مین اور بہی دوسری سند سے روایت کی دعا سعید بن العاص ابا موسی وحذیفة وعبد اللہ بن مسعود قبل ان یصلی الغداة ثم خرجوا من عندہ وقد اقیمت الصلوة فجلس عبد اللہ الی اسطوانة من المسجد یصلی رکعتین ثم دخل فی الصلوة انتہی یعنے بلایا سعید بن عاص نے ابو موسی اشعری اور حذیفہ اور ابن مسعود کو قبل ادا کرنے نماز فجر کے پہر نکلے یہ سب اونکے پاس سے اوس حالت مین کہ فرض صبح کی اقامت ہوگئی تہی پس بیٹھ گئے ابن مسعود ایک ستون مسجد کے پاس اور دو رکعت سنت پڑہنے لگے اوسکے بعد شریک جماعت ہوے اور بہی طحاوی نے ابو مجلز سے روایت کی دخلت فی صلوة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر حتی طلعت الشمس فرکع رکعتین انتہی یعنے داخل ہوا مین نماز صبح مین اوس حال مین کہ امام نماز پڑہتا تہا ساتہ عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس کے پس لیکن ابن عمر تو داخل ہوگئے صف مین اور شریک فرض ہوگئے اور لیکن ابن عباس پس اونہون نے دو رکعت سنت بعد اوسکے شریک جماعت ہوے پس جب سلام پہیرا امام نے بیٹھے رہے ابن عمر

یہانتک کہ طلوع ہوا آفتاب پس ادا کین ابن عمر نے دو رکعت سنت اور بہی ابو عثمان انصاری سے روایت
کی جاء عبد اللہ بن عباس والامام فی صلوۃ الغداۃ ولم یکن صلے الرکعتین فصلے عبد اللہ بن عباس الرکعتین
خلف الامام ثم دخل معہم انتہی یعنے آئے ابن عباس اوسوقت کہ امام صبح کی نماز مین تہے اور نہین پڑہی تہی انہون نے
دو رکعت سنت پس ادا کین ابن عباس نے پیچہے صفوف کے دو رکعت سنت پہر داخل ہوے نماز مین اور بہی
محمد بن کعب سے روایت کی خرج عبد اللہ بن عمر من بیتہ فاقیمت للصبح فصلے رکعتین قبل ان یدخل المسجد وہو
فی الطریق ثم دخل المسجد فصلے الصبح مع الناس انتہی یعنے نکلے عبد اللہ بن عمر اپنے گہر سے پس اقامت ہوئی
نماز صبح کی پس پڑہ لین ابن عمر نے دو رکعت سنت راہ مین قبل داخل ہونے مسجد کے پہر داخل ہوے
مسجد مین پس پڑہی نماز صبح ساتہ لوگون کے اور بہی نافع سے روایت کی ایقظت ابن عمر لصلوۃ الفجر و
قد اقیمت الصلوۃ فقام فصلے الرکعتین انتہی یعنے جگایا مین نے ابن عمر کو نماز صبح کے واسطے اور تحقیق
اقامت کہی گئی نماز صبح کی پس کہڑے ہوے ابن عمر اور دو رکعت سنت پڑہ لین بعد اوسکے مسجد مین آکر
شریک فرض ہوے اور بہی زید بن اسلم سے روایت کی جاء ابن عمر والامام یصلے صلوۃ الصبح ولم یکن
صلے الرکعتین قبل صلوۃ الصبح فصلاہما فی حجرۃ حفصۃ ثم انہ دخل مع الامام انتہی یعنے آئے ابن عمر اوس حال
مین کہ امام نماز صبح پڑہ رہے تہے اور نہین ادا کین تہین ابن عمر نے دو رکعت سنت صبح کی پس ادا کین وہ
دونون رکعت انہون نے حجرہ مین اپنی ہمشیرہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پہر داخل ہوے نماز مین ساتہ
امام کے اور بہی ابو عبید اللہ سے روایت کی ان ابا الدرداء کان یدخل المسجد والناس صفوف فی المسجد فی
صلوۃ الفجر فیصلے الرکعتین فی ناحیۃ ثم یدخل مع القوم فی الصلوۃ انتہی یعنے تہے ابو الدرداء داخل ہوتے تہے
مسجد مین اوس حال مین کہ لوگ صفین باندہے ہوتے تہے صبح کی نماز مین پس پڑہ لیتے تہے دو رکعت سنت
ایک کنارہ مین پہر داخل ہوتے تہے نماز مین ساتہ لوگون کے پس ان آثار سے جو شرح معانی الآثار مین باسانید
معتبرہ و طرق متعددہ مروی ہین معلوم ہوا کہ حنفیہ کا مذہب موافق ہے فعل اجلہ صحابہ کے جیسے عبد اللہ
بن عمر و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن مسعود و ابو الدرداء وغیرہم کے اور یہی مذہب ایک جماعت تابعین کا ہے
جیسا کہ طحاوی نے ابو عثمان نہدی سے روایت کی ہے کنا ناتی و عمر بن الخطاب فی صلوۃ الصبح فنرکع الرکعتین
ثم ندخل معہ فی الصلوۃ انتہی یعنے تہے ہم کہ آتے تہے مسجد مین اوس حال مین کہ حضرت عمرؓ صبح کی نماز
پڑہاتے ہوتے پس ادا کر لیتے ہم دو رکعت سنت پہر داخل ہوتے اونکے ساتہ نماز مین اور شعبی سے
روایت کی کان مسروق یجیئ الی القوم وہم فی الصلوۃ ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلے الرکعتین فی المسجد ثم یدخل
مع القوم فی صلاتہم انتہی یعنے تہے مسروقؒ کہ آتے تہے مسجد مین اور لوگ نماز فرض پڑہتے ہوتے

پس پڑھ لیتے دو رکعت سنت مسجد میں پھر داخل ہوتے ساتھ قوم کے نماز میں اور حسن بصری سے روایت کی ہے
اذا دخلت المسجد ولم تصل ركعتي الفجر فصل وان كان الامام يصلي ثم ادخل معهم انتهى یعنے جب جاوے تو مسجد میں اور
نہ پڑھی ہو تو نے دو رکعت سنت پس پڑھ لے تو اسکو اگرچہ امام فرض پڑھ رہا ہو پھر داخل ہو نماز میں امام کے اور
یونس سے روایت کی كان الحسن يقول يصليها في ناحية المسجد ثم يدخل مع القوم في صلاتهم انتهى یعنے تھے حسن بصری
کہتے کہ پڑھ لے دو رکعت سنت گوشہ مسجد میں پھر داخل ہو جاوے ساتھ امام کے ان روایات سے معلوم ہوا کہ سنت پڑھ لینا
صبح کے بعد اقامت صبح زمانہ صحابہ میں شائع تھی اور کسی سے اوس پر انکار منقول نہیں پس یہ عمل صحابہ وغیرہم کا مؤید ہوگی
اوس حدیث کی جو بیہقی وغیرہ نے روایت کی اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الا ركعتي الصبح یعنے جس وقت کہ
اقامت کہی جاوے فرض کی پس نہیں ہے کوئی نماز مگر نماز فرض مگر دو رکعت سنت صبح کی کتب اصول میں یہ بات ثابت ہے کہ
کبھی حدیث ضعیف بوجہ قراین خارجیہ کے قوی ہو جاتی ہے بنا بر علیہ یہ حدیث اگرچہ من حيث السند ضعیف ہے اسوجہ سے
کہ اسکی روات میں حجاج بن نصیر و عباد بن کثیر ضعیف ہیں مگر عمل صحابہ موافق اسکے اوسکا مقوی ہوگا اور اوسکے ضعف کو
رفع کر دیگا پس بوجہ اس حدیث کے ساتھ عمل صحابہ کے دو رکعت سنت کا اوس حدیث سے جو مطلق ہے استثنا کر لیا جاوےگا
اور جو حدیث جسمیں سنت فجر کی بھی ممانعت وارد ہوئی یعنے اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة قالوا ولا ركعتي الفجر
قال ولا ركعتي الفجر یعنے جب اقامت کہی جاوے نماز فرض کی پس نہیں ہے کوئی نماز مگر نماز فرض کہا صحابہ نے یا رسول اللہ
اور نہ دو رکعت سنت فجر کی فرمایا آپ نے نہ دو رکعت فجر کی یعنے بعد اقامت کے یہ بھی نہ پڑھی جاوین اس حدیث کو
روایت کیا ابن عدی وغیرہ نے اور کہا ابن حجر نے فتح الباری میں اسناده حسن انتہی یعنے اسناد اسکا حسن معتبر ہے پس
حنفیہ کے نزدیک یہ ممانعت محمول ہے اوس صورت پر جب کہ خوف ہو فرض نہ ملنے کا یا اوس صورت پر کہ سنت متصل صفوف
فرض ادا کی جاوے اسوجہ سے کہ سنت پڑھ لینا حنفیہ کے نزدیک اوس صورت میں جائز ہے جب یہ خیال ہو کہ
بعد ادا کرنے سنت کے جماعت فرض کی مل جاویگی اور اگر خوف نکلنے کا ہو تو سنت چھوڑ دینا چاہیے اور ادا کرنا سنت کا
مشروط ہے اس امر کے ساتھ کہ متصل صفوف مسجد کے ادا نہ ہووے بلکہ اپنے گھر میں یا مسجد میں صفوں سے علیحدہ
غنیہ شرح منیہ میں ہے يكره في جميع ذلك ان يصلي مخالطا للصف او خلف الصف من غير حائل بل يصلي في المسجد الصيفي
ان كان الامام في الشتوي او في الشتوي ان كان الامام في الصيفي او خلف اسطوانة انتهى حاصل اسکا یہ ہے کہ سنت فجر
وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے بعد اقامت فرض کے صفوف فرض کے متصل یا پیچھے صفوف کے بدون حائل کے بلکہ چاہیے کہ
جس درجہ میں امام ہو اوس درجہ میں سنت نہ پڑھے بلکہ دوسرے درجہ میں یا کسی ستون مسجد کی آڑ میں ادا کرے
اور بھی غنیہ میں ہے ولا يرد علي ما ذكرنا من صلوة سنة الفجر بعد شروع الامام في الفرض ما رواه البخاري من حديث
عبد الله بن بحينة ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى رجلا من الازد يصلي ركعتين وقد اقيمت الصلوة فلما انصرف رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم لاث بہ الناس فقال لہ آلصبح اربعا آلصبح اربعا لان ذلک اما لان الرجل صلاہا فی المسجد بلا حائل
تشویش علی المسلمین او لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ظن انہ صلی الفرض ولذا انکر علیہ بقولہ آلصبح اربعا ای أتصلی الصبح اربعا
انتہی ماحصل اسکا یہ ہے کہ بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو کہ قبیلہ ازد سے تھا آن حضرت نے دیکھا کہ دو رکعت
پڑھ رہا ہے بعد اسکے کہ صبح کی اقامت ہوگئی تھی پس بعد فراغت نماز صبح کے لوگون نے اوسکو گھیرا اور آن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے فرمایا کہ کیا صبح کی نماز تم چار رکعت پڑھتے ہو یہ حدیث ہمارے مذہب کے منافی نہین ہے
اسوجہ سے کہ اوس شخص نے یا تو مسجد ہی مین بدون کسی حائل کے سنت پڑھنا شروع کردی تھین یا آپ نے یہ گمان کیا
کہ وہ فرض پڑھ رہا ہے اسوجہ سے آپ نے اوسپر انکار فرمایا اور یہ اس سے نہین ثابت ہے کہ سنت ادا کرنا مطلقاً منع ہے
اگرچہ کسی ستون کی آڑ مین ہو خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر عمل صحابہ سے قطع نظر کیجاوے اور صرف ظواہر احادیث صحیحہ مرفوعہ
سے بحث کیجاوے تو بیشک سنت فجر نہ پڑھنے کا بعد اقامت فرض کے ثبوت قوی معلوم ہوتا ہے مگر حنفیہ پر کچھ الزام
وارد نہین ہوسکتا ہے اسوجہ سے کہ اونہون نے احادیث مرفوعہ کا بھی لحاظ رکھا اور عمل صحابہ کو بھی خیال کرکے موافق
اصول کے حدیث ضعیف کی بھی تقویت کی اور بعد جمع و تطبیق کے ایک امر منقح اختیار کیا آپ نہین ہے کہ انہون نے اپنی
راے سے خلاف حدیث کے کہدیا **قولہ** اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ
اور کنز وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا واحصان الرجم ان یکون حرا عاقلا بالغا مسلما الخ یعنے اور محصن ہونا سنگسار
ہونے کا یہ کہ ہووے آزاد عاقل بالغ مسلمان اور یہ کہ نکاح کرچکا ہو یہ عبارت دلیل ہے اس بات پر کہ امام اعظم کے
نزدیک اگر آزاد عاقل بالغ مسلمان زنا کرے تو اوسکو سنگسار کرنا چاہیے اور اگر سواے مسلمان کے کوئی اور زنا کرے تو
اوسکو سنگسار نہ کرنا چاہیے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور مسلم مین روایت ہے
عبداللہ بن عمر سے ان الیہود جاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ یعنے ایک جماعت یہود سے آئی حضرت رسول اکرم کے
پاس اور ذکر کیا اونہون نے روبرو حضرت کے کہ ایک مرد نے اونمین سے اور ایک عورت نے زنا کیا پس فرمایا انکو
رسول خدا نے کہ کیا پاتے ہو تم توراۃ مین بیچ مقدمہ زنا کے کہا یہودیون نے فضیحت کرتے ہین ہم زنا کرنے والون کو
اور درے مارے جاتے ہین وہ کہا عبداللہ بن سلام نے جھوٹ بولتے ہو تم تحقیق توراۃ مین بھی رجم ہے پس
لاؤ تم توراۃ کو پس کھولا اوسکو اور رکھدیا ایک نے اونمین سے ہاتھ اپنا رجم کی آیت پر یعنے چھپا لیا ہاتھ کے نیچے اور پڑھ لیا
اوسکے پہلے سے اور اوسکے پیچھے سے پس کہا عبداللہ بن سلام نے اٹھا ہاتھ اپنا پس اوٹھایا ہاتھ پس ناگہان اوسمین
تھی آیت رجم کی پھر حکم فرمایا اون دونون کے پیے سنگسار کرنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **اقول** آپ کو یہ بھی معلوم ہے
یا نہین کہ حنفیہ نے بھی روایات سے استدلال کیا ہے اور اپنی راے سے ایمان کی شرط کو نہین زائد کیا اور اس حدیث کا
جسمین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کافر زانی کو رجم کیے جانے کا حکم فرمانا مذکور ہے کچھ جواب بھی دیا ہے

ایک حدیث کو جو مخالف مذہب امام اعظم ظاہر معلوم ہوتی ہو لے لینا اور احادیث موافقہ کو چھوڑ دینا اور تہمت
اعتراض مخالفت کا کر دینا معلوم نہیں کسنے آپ کو تعلیم کیا ہے خدا جانے کس خفا کار غدار سے آپ نے اس طرح کو
سیکھا ہے ۔ شیوۂ جور و ستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو ۔ دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے ۔ ما بہتم اس مقام پر عبارت
حاشیہ موطا امام محمد کی جو مسمے بہ التعلیق الممجد علے موطا الامام محمد ہے نقل کیے دیتے ہیں اور حاصل معنی اوسکا بھی
بیان کیے دیتے ہیں اور بسبب اسکے کہ اسقدر تحقیق سمجھ دار کے واسطے کافی ہے اوسپر اکتفا کرتے ہیں تعلیق ممجد میں
شرح اوس حدیث میں جو آپ نے نقل کی ہے مسطور ہے ہذا صریح فی ان الاسلام لیس بشرط فی الاحصان کما ذہب
الیہ الشافعی واحمد وابو یوسف فی روایۃ یعنے یہ حدیث صریح ہے بیچ اس امر کے کہ اسلام احصان میں شرط نہیں ہے
جیسا کہ گئے طرف اسکے امام شافعی اور امام احمد اور امام ابو یوسف بیچ ایک روایت کے یعنے امام شافعی اور امام احمد
اور امام ابو یوسف کے نزدیک موافق ایک روایت کے احصان میں اسلام شرط نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے پس اگر کافر عاقل بالغ بھی زنا کریگا تو وہ بھی سنگسار کیا جاویگا وعند ابی حنیفۃ ومحمد والمالکیۃ
الاسلام شرط اور نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام محمد اور امام مالک کے اسلام شرط ہے واستدلوا باحادیث وردت
فی ذلک اور دلیل پکڑی ان لوگون نے ساتھ چند احادیث کے کہ وارد ہوئی ہین اس باب میں یعنے اس امر میں
کہ اسلام شرط ہے واجابوا عن رجم الیہودیین بان ذلک کان فی ابتداء الاسلام بحکم التوراۃ وذلک سالہم عن
ما فیہا ثم نزل حکم الاسلام بالرجم باشتراط الاحصان واشتراط الاسلام فیہ اور جواب دیا ہے ابو حنیفہ وغیرہ
نے قصہ سنگساری یہود سے باین طور کہ یہ امر تھا ابتداء اسلام میں بحکم توراۃ اور اسی وجہ سے سوال کیا آنحضرت نے
یہود سے حکم توراۃ سے اور موافق حکم توراۃ کے اونپر سنگساری کا حکم لگایا بعد اوسکے نازل ہوا حکم رجم کا ہمارے
دین میں ساتھ شرط احصان کے اور شرط اسلام کی بیچ احصان کے بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم من اشرک باللہ فلیس
بمحصن ساتھ قول آنحضرت کہ جو شخص شرک کرے وہ محصن نہیں ہے اخرجہ اسحق بن راہویہ فی مسندہ عن ابن عمر
مرفوعا روایت کیا اس حدیث کو اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمر کے ذریعے سے مرفوع واخرجہ
الدارقطنی فی سننہ وقال الصواب انہ موقوف اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اپنی سنن میں اور کہا کہ
صواب یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے ابن عمر پر یعنے یہ قول اونہیں کا ہے آنحضرت کا نہیں ہے واخرج الدارقطنی
وابن عدی عن کعب بن مالک انہ اراد ان یتزوج یہودیۃ فقال رسول اللہ لا تتزوجہا فانہا لا تحصنک وفیہ انقطاع
وضعف یعنے روایت کیا دارقطنی اور ابن عدی نے کعب بن مالک سے کہ اونہون نے قصد کیا نکاح کرنیکا ایک یہودیہ سے
پس فرمایا آنحضرت نے اونسے کہ نہ نکاح کرو تم یہودیہ سے پس تحقیق کہ وہ تمکو محصن نکریگی یعنے اوسکے نکاح
کرنے سے بسبب اسکے کہ وہ کافرہ ہے تم میں صفت احصان کی نہ آویگی اور اس روایت کی سند میں انقطاع اور

صحت ہو و اور علیہم ان سیاق قصۃ رجم الیہود شاہد بان الرجم کان ثابتا قبل الاسلام ولم یکن الاسلام شرطا عندہ لکن لایمکن حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتباعا
لموسی شرعا تماما رتہ منسوخۃ اما انہم ازرا علیہم فنبہ دفع اعتراض کیا گیا ہے ان لوگونپر جنہون نے اوسکا جواب دیا ہے باین طور کہ سیاق روایت قصۂ رجم یہود شاہد ہے
امر پر کہ اوسوقت حکم رجم ہماری شریعت مین موجود تھا اور اسلام احصان مین شرط نہ تھا اور نہین ممکن ہے حکم کرنا آنحضرت کا ساتھ
توراۃ کے برخلاف اپنی شریعت کے اسوجہ سے کہ احکام توراۃ کے منسوخ ہو گئے تھے پس اگر ہماری شریعت مین
حکم رجم کا اوسوقت مین نہوتا آپ کبھی رجم کا حکم نہ فرماتے اور آپ نے یہود سے سوال اونکے توراۃ کے حکم کا صرف
واسطے الزام یہود کے فرمایا تھا نہ اسواسطے کہ اوسی کے موافق حکم فرما دین فالصواب ان یقال ان ہذہ القصۃ دلت
علی عدم اشتراط الاحصان والحدیث المذکور دل علیہ والقول مقدم علی الفعل یعنے پس صحیح جواب مین طرف سے حنفیہ
اور مالکیہ کے یہ ہے کہ کہا جاوے کہ اس قصہ نے دلالت کی اوپر نہ شرط ہونے احصان اور اسلام کے اور حدیث سابق
یعنے من اشرک باللہ فلیس بمحصن وغیرہ نے دلالت کی اوپر اشتراط کے اور وہ حدیث قولی ہے اور حدیث قصہ رجم یہود
فعلی ہے اور قول مقدم ہے فعل پر پس جو امر قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اوسی پر عمل کرنا چاہیے مع ان فی
اشتراطہ احتیاطا وہو مطلوب فی باب الحدود باوجود اسکے کہ شرط لگانے مین اسلام کی احتیاط ہے اور احتیاط
باب حدود مین مطلوب ہے کذا حققہ ابن الہمام فی فتح القدیر ایسی تحقیق کیا ہے کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف
بابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین وہو تحقیق حسن الا انہ موقوف علی ثبوت الحدیث المذکور من طریق محتج بہ
انتہی یعنے اور وہ تحقیق اچھی ہے مگر یہ کہ موقوف ہے ثابت ہونے حدیث قولی پر کسی طریق معتبر ومعتمد سے خلاصہ
مرام یہ ہے کہ اگرچہ حدیث رجم یہود سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ احصان مین اسلام شرط نہین ہے مگر چونکہ حنفیہ
کو ایک حدیث قولی ایسی مل گئی کہ اشتراط پر دلالت کرتی ہے اسوجہ سے انہون نے کہا کہ احصان مین اسلام
شرط ہے اور موافق قاعدہ اصول کے اوسکو ترجیح دی قولہ ۱۲ اور ایک مسئلہ امام اعظم کا مخالف حدیث کے یہ ہے
جو کہ ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے وان کانت العصر او المغرب او الفجر الخ یہ عبارت
دلیل ہے اس بات پر کہ اگر کوئی شخص صبح یا عصر کی فرض پڑھ چکا ہو تو وہ اگر اوس مسجد مین چلا جاوے جہان
صبح یا عصر کی نماز کی تکبیر یا جماعت ہو رہی ہو تو اوسکو امام اعظم کے نزدیک جماعت مین شامل ہونا نہ چاہیے
سو اس مسئلہ مین امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی مین روایت ہے یزید بن
اسود سے شہدت مع رسول اللہ الخ اقول اس مقام پر بھی آپ نے عادت قدیمہ کو اختیار کیا کہ جو احادیث موافق
مذہب امام اعظم کے صحاح ستہ مین مروی ہین انکو چھوڑ کے ایک حدیث جو بظاہر مخالف معلوم ہوتی ہے ذکر کرکے اعتراض
کر دیا ع مثل رقیب جھوٹ سے ہم آشنا نہین * جو بات ہے سو راست ہے ہو کہہ دین ہزار مین صحیح مسلم مین ابو ذر
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صل الصبح ثم اقصر عن الصلوۃ حتی تطلع الشمس یعنے نماز صبح کی

بعد اسکے نماز نہ پڑھو یہانتک کہ آفتاب طلوع کرے اور یہی اور بھی روایت ہے ولا صلوٰة بعد العصر حتیٰ
تغرب الشمس یعنے بعد نماز عصر کے نماز نہ پڑھو یہانتک کہ غروب ہو جاوے آفتاب اور مسند اسحاق میں اور ہے
اور سنن بیہقی میں علی مرتضےٰ سے مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی دبر کل صلوٰة مکتوبة الا الفجر
والعصر یعنے تھے آنحضرتؐ پڑھتے نوافل ہر فرض کے بعد مگر نماز صبح اور نماز عصر کہ انکے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے
اور صحیح مسلم میں حفصہؓ سے مروی ہے کان رسول اللہ اذا طلع الفجر لا یصلی الا رکعتین خفیفتین یعنے تھے آنحضرتؐ
کہ جب طلوع کرتی صبح صادق نہیں پڑھتے تھے نوافل مگر دو رکعت قبل فرض کے اور سنن ابوداؤد میں ابن عمر
سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تصلوا بعد الفجر الا سجدتین یعنے نہ پڑھو بعد طلوع
صبح صادق کوئی نماز نفل مگر دو رکعت سنت اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری سے مروی ہے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا صلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوٰة بعد المغرب حتی تغرب الشمس
یعنے نہیں جائز ہے نماز نفل پڑھنا بعد نماز صبح کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور نہیں جائز ہے بعد نماز
عصر کے یہانتک کہ غروب ہووے آفتاب اور صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے مروی ہے نہی رسول اللہ
عن الصلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس وعن الصلوٰة بعد العصر حتی تغرب الشمس یعنے منع فرمایا آنحضرتؐ نے
نماز سے بعد نماز صبح کے تا بہ طلوع آفتاب اور نماز سے بعد نماز عصر کے تا غروب آفتاب اور ترمذی نے لکھا ہے
وفی الباب عن علی وابن مسعود وابی سعید وابی ہریرة وعقبة بن عامر وابن عمر وسمرة بن جندب وسلمة بن الاکوع
وزید بن ثابت وعبد اللہ بن عمرو ومعاذ بن عفراء وکعب بن مرة وابی امامة وعمرو بن عبسة ویعلی بن امیة و
معاویة والصنابحی وعائشة انتہی یعنے اس باب ممانعت نماز میں بعد صبح اور بعد عصر کے روایت کی ہے آنحضرتؐ سے
علی مرتضےٰ اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوسعید خدری اور ابوہریرہ اور عقبہ اور عبد اللہ بن عمر اور سمرہ اور سلمہ
اور زید اور عبد اللہ بن عمرو اور معاذ بن عفرا اور کعب بن مرہ اور ابو امامہ اور عمرو بن عبسہ اور یعلی
بن امیہ اور معاویہ اور عائشہ اور صنابحی نے اور قبل اس عبارت کے ترمذی نے ابن عباس سے روایت
کی ہے سمعت غیر واحد من اصحاب رسول اللہ منہم عمر بن الخطاب وکان من احبہم الی ان رسول اللہؐ
نہی عن الصلوٰة بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوٰة بعد العصر حتی تغرب الشمس یعنے سنا میں نے بہت سے
صحابہ رسول اللہؐ سے اور منجملہ انکے حضرت عمر ہیں اور تھے وہ سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نزدیک
میرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے بعد نماز فجر کے یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب اور
نماز سے بعد عصر کے یہانتک کہ غروب کرے آفتاب بعد اوسکے ترمذی نے لکھا ہے وہو قول اکثر الفقہاء
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم انہم کرہوا الصلوٰة بعد الصبح حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی

تغرب الشمس واما الصلوات الفوائت فلا باس ان تقضی بعد العصر وبعد الصبح انتہی یعنے یہی قول ہے اکثر فقہاء کا صحابہ رسول سے اور بعد صحابہ کے تحقیق ان لوگون نے مکروہ سمجھا ہے نماز نفل کو بعد نماز صبح کے تا طلوع آفتاب اور بعد عصر کے تا غروب آفتاب اور لیکن نماز قضا پس نہین مضائقہ ہے اس امر مین کہ ادا کیجاوے بعد صبح اور بعد عصر کے ان احادیث سے اور ایسی اور روایات سے جو صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث مین باسانید صحیحہ مروی ہین یہ امر ثابت ہے کہ بعد نماز عصر کے تا بغروب آفتاب مطلقاً نوافل مکروہ ہین اور ایسی بعد نماز صبح کے تا بطلوع آفتاب اور ایسی بعد طلوع صبح صادق کے تا طلوع آفتاب نوافل ممنوع ہین مگر دو رکعت سنت فجر پس اسی وجہ سے حنفیہ کہتے ہین کہ جو شخص ایک مرتبہ صبح اور عصر کی فرض پڑھ چکا ہے اور پھر اوسنے جماعت نماز کی کسی مسجد مین پائی تو وہ شریک نہو اسوجہ سے کہ اگر شریک ہوا تو یہ نماز اوسکے حق مین نفل ہوگی جیسا کہ امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور دارقطنی اور حاکم اور ابن السکن اور ابن حبان نے یزید بن الاسود سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اون دو صحابی سے جو فرض گھر مین پڑھ آئے تھے اور شریک جماعت نہین ہوے تھے فرمایا اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معہم فانہا لکم نافلۃ یعنے جب نماز پڑھ ہو تم اپنے گھرون مین پھر آؤ تم اوس مسجد مین کہ وہان جماعت ہو رہی ہو تو شریک ہو جاؤ تم اونکے ساتھ پس تحقیق یہ نماز جماعت تمہارے واسطے نفل ہوگی اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جب ایک مرتبہ فرض پڑھ چکا اور شریک جماعت ہوا تو یہ نماز جو جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے اوسکے واسطے نفل ہوگی پس اگر صبح اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد شریک جماعت ہوگا تو ادا کرنا نفل کا بعد صبح اور عصر کے لازم آویگا اور وہ باحادیث صحیحہ ممنوع ہے اور مغرب مین ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ فرض مغرب پڑھ چکا اور پھر شریک جماعت ہوگیا تو یہ نماز اوسکے حق مین نفل ہوگی اور نفل تین رکعت کی ہمارے دین مین نہین ہے پس جب شریک جماعت مغرب ہوا دو حال سے خالی نہین یا تو امام کے ساتھ تین رکعت پر سلام پھیریگا اس صورت مین تین رکعت نفل پڑھنا لازم آویگا اور یا بعد سلام امام کے چوتھی رکعت ملا دیگا اس صورت مین مخالفت امام کی لازم ہوگی اور یہ دونون شرعاً نہین جائز ہین اسیوجہ سے عبد اللہ بن عمر نے فرمایا ہے من صلے صلوۃ المغرب فی بیتہ او الصبح ثم ادرکہما فلا یعیدہما غیر ما قد صلاہما روایت کیا اسکو مالک نے موطا مین حاصل اسکا یہ ہے کہ جو شخص نماز مغرب اور صبح پڑھ چکا اور پھر اوسنے جماعت پائی تو وہ شریک جماعت نہووے باقی رہی وہ حدیث جسکو آپ نے عشا و عصر ذکر کیا ہے کیونکر اوس سے صحیح ہوتا ہے کہ وہ صحابی جو گھر سے فرض صبح پڑھ کر آئے تھے اونکو وہ آپ نے جماعت شرکت کی فرمائی اوسکا جواب یہ ہے کہ وہ حدیث معارض ہے ساتھ اور احادیث صحیحہ کے اسوجہ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صبح کی نماز ایک مرتبہ پڑھ چکا ہو وہ بھی دوبارہ شریک جماعت ہو سکتا ہے
اور احادیث صحیحہ جو متعدد طرق سے بہت سے صحابہ کے طریقہ سے باب ممانعت نوافل مین بعد نماز صبح اور نماز
عصر کے مروی ہین اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ بعد ادا کرنے نماز صبح اور عصر کے دوبارہ شریک جماعت نہو سکے
اور جب دو حدیثون مین تعارض ہووے اس طرح پر کہ ایک امر کے جواز پر ایک حدیث دلالت کرے
اور دوسری حدیث اوسکے عدم جواز پر دلالت کرے تو احتیاطاً وہی حدیث مقدم کیجاتی ہے جس سے
ممانعت نکلتی ہے جیسا کہ کتب اصول مین تفصیل تمام مذکور ہے اسی سبب سے حنفیہ نے اون احادیث
کثیرہ پر عمل کیا جنسے ممانعت نکلی ہے اور اس حدیث پر عمل نہین کیا جو جواز پر دلالت کرتی ہے اور اگر آپ
اس قاعدہ کو نہ مانیے گا تو بڑی دقت آپکو پیش آویگی اور ترک احادیث کثیرہ کا بمقابلہ ایک حدیث
کے لازم آویگا ہمکو بڑا تعجب ہے کہ ایک حدیث کے چھوڑنے کو تو آپ گوارا نہین کرتے ہین اور حنفیہ پر
اعتراض اوسکی مخالفت کا کر رہے ہین اور بہت سی احادیث صحاح ستہ کو جو ممانعت پر دلالت کرتی ہین
واگذاشت کیے دیتے ہین سچ کہا ہے جسنے کہا ہے یک من علم را دہ من عقل باید فی الواقع اگر انسان کو عقل
و فہم نہووے تو صرف علم اوسکو مفید نہین ہوتا ہے بلکہ وہ علم اوسکے نقصان عقل کی وجہ سے راہ ضلالت تک
پہونچا دیتا ہے نعوذ باللہ منہ قولہ [۱۳] ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جس عورت کی شادی ہوئی ہو وہ
اگر زنا کرے تو اوسکو شہر سے نکالدینا اور درے مارنا دونون کام جائز نہین سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین
خلاف کیا ان دو حدیثون کا **اقول** کیون جھوٹ پر کمر باندھی ہے کچھ خدا کا بھی خوف باقی ہے یا نہین اگر بندون
سے حیا و شرم اڑادی اور یہ نہ سمجھے کہ ہمارے جھوٹ کی حقیقت کھل جاویگی صفت رسوائی ہوگی تو کیا خدا سے بھی شرم
باقی نہین ہے ۵ کون سنتا ہے کہانی تری اے یار غلط ۞ کیون بغل بیچ لیے پھرتا ہے تو طومار غلط ۞ خدا جانے
کس احمق نے آپکو یہ مسئلہ بتادیا اور ہدایہ کا حوالہ دے دیا کہ آپ خوش ہو کے اعتراض کرنے لگے اور بسبب غرور بیہودہ
کے ایسے مدہوش ہوے کہ قرآن کو بھول گئے ورنہ اس بحث مین حدیثون کے بیان کی کیا ضرورت تھی خود
قرآن شریف مین آیت الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ سے حکم درے لگانے کا ثابت ہے
یہ آیت اعتراض جانے کے لیے کافی و وافی تھی یہ مسئلہ جو آپنے بیان کیا ہے اسکا پتہ نشان ہدایہ مین کیا بلکہ
تمام کتب حنفیہ مین کہین نہین ہے ہدایہ اور وقایہ اور کنز اور شرح وقایہ بلکہ تمام کتب فقہ مین یہ امر صریح ہے
کہ جو عورت یا مرد محصن ہو اور زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جاویگا اور محصن کہتے ہین اوس شخص کو جو حر مسلم مکلف ہو
اور نکاح صحیح وطی کر چکا ہو اور جو شخص محصن نہو اوسکو سو درے لگائے جاوین عبارت شرح وقایہ کی یہ ہے

وزنا المحصن وہو حر مکلف مسلم وطی بنکاح صحیح وہما بصفۃ الاحصان رجم ولغیر المحصن جلد مائۃ انتہی آخرا مختصرا

ہدایہ وغیرہ میں ہے پس جب عورت کی شادی ہوئی ہو لیکن شوہر کا مکلف ہونا باقی اور شوہر ہوا مرد ... دیکھو تو
اور سامنے ہو گا فرزند او سپر سرور سے باتفاق حنفیہ مارے جاوینگے ان شہر سے نکال دینا زنا کرنیوالے کو حنفیہ کے
نزدیک حد میں داخل نہیں ہے بلکہ بطور سیاست امام کی اختیار ہے قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے
کہ واسطے ثبوت رضاع کے فقط عورتوں کی گواہی معتبر نہیں اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو اس مسئلہ میں خلاف کیا
امام اعظم نے اس حدیث کا جو کہ بخاری میں روایت ہے عقبہ سے کہ تحقیق اوسنے نکاح کیا یحیی کی ماں کو جو بیٹی تھیں
ابی اہاب کی پس آئی ایک عورت اور بولی میں نے دودہ دیا ہے تم دونوں کو پھر پوچھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پس
فرمایا کیونکر ہوگا اور تحقیق کہا گیا پس جدا کر دیا عقبہ نے اور نکاح کیا عورت نے دوسرے کو **اقول** سبحان اللہ کیا
زمانے کا انقلاب ہے کہ جنکو حدیث کا ترجمہ کرنا بھی نہیں آتا ہے اور ٹھیک ترجمہ اون سے نہیں ہو سکتا ہے
وہ امام اعظم رضی اللہ عنہ پر مخالفت قرآن و حدیث کا الزام لگاتا ہے عوام کے بہکانے کو ناحق کا فتور اوٹھاتا ہے
ہم ما خطرہ ایمان سنتے تھے اب آنکھوں سے دیکھتے ہیں مفسد بعقیدہ دین اسلام میں طرح طرح کے مفسدے پیدا کرتے ہیں
ایسے لوگوں کی تحقیقات واہیہ سے بیچارے جاہلوں کی مٹی برباد ہوتی ہے آگے علاوہ دو مؤلف خیر مبین ہم تمسے
اور تمہارے اقران و امثال سے نصیحۃً کہتے ہیں کہ بے سمجھے بوجھے حدیث کے کسی امام پر اعتراض نہ کرو اور جب تک
استعداد علمی حاصل نہو میدان تحقیقات امور شرعیہ میں قدم نہ دہرو ورنہ جتنے فسادات دین میں واقع ہونگے
اور جتنے لوگ گمراہ ہو جائینگے اون سب کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا اور ہر چند حشر تمہارا بوجہ تمکو لادنا پڑیگا
؏ نگاہت بر طرف رنگ حنا کوئی نہ سمجھیگا ❊ ہمارے خون میں کیوں آپ اپنے ہاتھ بھرتے ہیں ❊ آپ ذرا صحیح بخاری کا
مطلب ہمسے سمجھ لیجیے اور اپنی ناسمجھی پر نادم ہوجیے عبارت حدیث صحیح بخاری کی کتاب النکاح میں صفحہ ۷۶۴ چھاپہ
مطبع احمدی جسکا حوالہ آپنے دیا ہے یہ ہے قال تزوجت امرأۃ فجاءتنا امرأۃ سوداء فقالت ارضعتکما فاتیت
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت تزوجت فلانۃ بنت فلان فجاءتنا امرأۃ سوداء فقالت لی انی قد ارضعتکما وہی کاذبۃ
فاعرض عنی فاتیتہ من قبل وجہہ قلت انہا کاذبۃ قال کیف بہا وقد زعمت انہا قد ارضعتکما دعہا عنک ترجمہ اسکا یہ ہے
کہ کہا عقبہ نے نکاح کیا میں نے ساتھ ایک عورت کے پس آئی ہمارے پاس ایک عورت سیاہ حبشیہ اور کہا اوس نے
کہ میں نے تم دونوں کو دودہ پلایا ہے پس آیا میں آنحضرت کے پاس اور کہا میں نے کہ نکاح کیا تھا میں نے
فلانی عورت کے ساتھ پس آئی ہمارے پاس ایک حبشیہ اور کہا اوسنے کہ میں نے تم دونوں کو دودہ پلایا ہے
اور وہ عورت جھوٹی ہے پس منہ پھیر لیا آنحضرت صلعم نے مجھسے اور کچھ جواب نہ دیا پس آیا میں سامنے سے آپکے
اور کہا کہ یا رسول اللہ وہ عورت جھوٹی ہے پس فرمایا آپنے کیونکر تو اوس عورت کے ساتھ جس سے نکاح
کیا ہے صحبت کر سکتا ہے اور اوسکو رکھ سکتا ہے حالانکہ یہ ہے کہ اوس حبشیہ نے ایک بات تو کہدی کہ جس سے

ہم دونون کا بھائی بہن ہونا معلوم ہوتا ہے چھوڑ دے تو اوس عورت کو اور عبارت حدیث صحیح بخاری صفحہ ۴۶۲ کی
جسکا حوالہ آپنے دیا ہے یہ ہے ان امراۃ سوداء جاءت فزعمت انہا ارضعتہما فذکر للنبی فاعرض عنہ وتبسم قال
کیف وقد قیل وکانت تحتہ ابنۃ ابی اہاب التمیمی حاصل اسکا یہ ہے کہ تحقیق ایک عورت حبشیہ آئی اور کہا اوسنے کہ
دودھ پلایا مین نے ان دونون کو یعنے عقبہ کو اور اوسکی بی بی جو بیٹی تھین ابو اہاب تمیمی کی پس ذکر کیا عقبہ نے روبرو
آنحضرت کے پس منہ پھیر لیا آپنے اور تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کیونکر تو اوسکو رکھ سکتا ہے حال یہ ہے کہ ایک
بات تو کہدی گئی اور بخاری نے اس حدیث کو باب تفسیر المشتبہات مین کتاب البیوع مین درج کیا ہے اور بخا
بخاری نے اس حدیث کی روایت کی ہے کتاب العلم مین باب الرحلۃ فی طلب العلم مین اور کتاب الشہادات کے
باب شہادۃ الاماء والعبید مین اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے بھی ان تمام روایات
کے الفاظ اگر دیکھیے تو کہین اس امر کا نشان نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی گواہی کو
باب رضاعت مین مقبول فرمایا بلکہ ان احادیث سے صاف یہ ثابت ہے کہ آپنے اوس عورت کے قول کو معتبر
نہین سمجھا اولاً تو اسوجہ سے کہ آپنے پہلے عقبہ کے بیان پر روگردانی فرمائی اور ظاہر ہے کہ اگر ایک عورت کا
قول شرعاً مقبول ہوتا تو آپ اول ہی مرتبہ حکم فرما دیتے کہ رضاعت ثابت ہو گئی اور نکاح تمہارا باطل ہو گیا
ثانیاً اسوجہ سے کہ اگر رضاعت ثابت ہو گئی تھی تو آپ کیف وقد قیل نہ فرماتے بلکہ صاف کہدیتے کہ نکاح تیرا
باطل ہو گیا اس قول سے آپکے معلوم ہوتا ہے کہ غرض بیان احتیاط ہے باین تقریر کہ وہ عورت جھوٹی ہو
اور قول اوسکا معتبر نہو مگر اب تمکو اپنی زوجہ سے معاشرت کرنا مناسب نہین ہے اسوجہ سے کہ ایک شبہہ رضاعت کا
بیان زد تو ہو گیا اور یہ امر کہہ تو دیا گیا پس اس حدیث سے اگر ثابت ہوا تو یہ ثابت ہوا کہ ایک عورت کی خبر رضاعت
دینے سے احتیاط یہی کہ ترک کر دے اور مقام شبہات سے بچے اسی اشارہ کے واسطے بخاری نے اس حدیث کو
باب المشتبہات مین ذکر کیا اور اس امر کے حنفیہ بھی قائل ہین قاضی خان اپنے فتاوے مین لکھتے ہین رجل
تزوج امرأۃ فشہدت امرأۃ انہا ارضعتہما لا تثبت الحرمۃ یقول لہا وان کانت عدلۃ وان تنزہ کان افضل انتہی
یعنے ایک شخص نے نکاح کیا ساتھ ایک عورت کے پس گواہی دی ایک عورت نے کہ اوسنے ان دونون زن و
مرد کو دودھ پلایا ہے پس اسصورت مین نہین ثابت ہوگی حرمت صرف اوس عورت کے کہنے سے اگرچہ وہ عورت
عادلہ ہو اور اگر احتراز کریگا تو یہ افضل ہے اور نہایہ مین ہے اذا وقع فی قلبہ انہا صادقۃ فالاحوط ان
یتنزہ عنہا سواء اخبرت بذلک قبل النکاح او بعدہ وسواء شہد بہ رجل او امرأۃ انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ جبکہ
رضاعت کی خبر ایک مرد یا ایک عورت دیوے اور مرد کے دل مین اوسکی سچائی کا خیال گذرے تو اوسکو افضل یہ ہے
ایسی عورت سے جسکے ساتھ شبہہ رضاعت کا ہوا ہے اجتناب کرے خواہ قبل نکاح کے ہو یا بعد نکاح کے

اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مین لکھتے ہین اختلف ای فی قبول قول المرأۃ الواحدۃ بارضاع الزوجین فذہب مالک وغیرہ الی قبولہ عملا بظاہر قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لعقبۃ دعہا کما وقع فی بعض الروایات للبخاری وغیرہ من العلماء قالوا ان الامر کان للاستحباب بدلیل قولہ کیف وقد قیل انتہی یعنے مختلف ہوے علماء قبول کرنے مین قول ایک عورت کے درباب دودہ پلانے زن وشوہر کے پس گئے امام مالک وغیرہ طرف قبول کرنے قول ایک عورت کے بسبب ظاہر قول آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے عقبہ کے دعہا یعنے چھوڑ دو تم اپنی بی بی کو جیسا کہ بعض روایات بخاری مین موجود ہے اور سوا اونکے اور علماء نے کہا ہے کہ یہ امر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطے استحباب کے تہا نہ واسطے وجوب کی بدلیل آپ کے قول کیف وقد قیل کے جو امر احتیاطی پر دلالت کرتا ہے اور فتح القدیر مین ہے لاتقبل فی الرضاع شہادۃ النساء منفردات عن الرجال وانما یثبت بشہادۃ رجلین اورجل وامرأتین وقال مالک یثبت بشہادۃ امرأۃ واحدۃ ان کانت موصوفۃ بالعدالۃ ونقل عن احمد واسحق والشافعی باربع نسوۃ والذی فی کتبہم بشہادۃ امرأتین کذا عند مالک انتہی یعنے نہیں مقبول ہے رضاعت مین گواہی صرف عورتون کی اور جز این نیست کہ ثابت ہوتی ہے رضاعت ساتہ گواہی دومرد یا ایک مرد اور دو عورت کی اور کہا مالک نے جیسا کہ ہدایہ مین ہے کہ ثابت ہوتی ہے ساتہ گواہی ایک عورت کے اگر ہو موصوف ساتہ عدالت کے اور نقل کیا گیا ہے امام احمد اور اسحق اور شافعی سے اعتبار کرنا چار عورتون کا اور اونکی کتابون مین یہ ہے کہ ثابت ہوتی ہے رضاعت ساتہ گواہی دو عورت کے اور ایسیہی امام مالک کے نزدیک بعد اسکے فتح القدیر مین مرقوم ہے لنا ان ثبوت الحرمۃ لاتقبل الفصل عن زوال النکاح والاملاک لاتزال الابشہادۃ رجلین اورجل وامرأتین انتہی یعنے ہماری دلیل یہ ہے کہ ثبوت حرمت نہین جدا ہوتی ہے زوال نکاح سے یعنے جب حرمت رضاعت ثابت ہوگی ملک نکاح زائل ہو جائیگی اور زوال ملک نہین ہوتا ہے مگر ساتہ گواہی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کے پہر بعد اسکے مرقوم ہے واما الحدیث فکان للتورع انتہی یعنے لیکن حدیث عقبہ کی پس محمول ہے اوپر احتیاط اور تقوے کے الحاصل جو امر حدیث سے ثابت ہے امام ابو حنیفہ بہی اوسکے منکر نہین ہین اور جس امر کے وہ قائل ہین اوسکے خلاف پر حدیث عقبہ کی کیا کوئی حدیث دلالت نہین کرتی ہے پس اعتراض کرنا وہیر محض مہمل ہے اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی رسالہ الافصاح عن حکم شہادۃ المرأۃ فی الرضاع مین موجود ہے جسکو شوق تحقیق ہو اوسکو دیکہنا چاہئے [۱۲] تصنیف مولوی ابو الحسنات محمد عبدالحی لکھنوی [۱۲]

قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین ہے کہ اگر کوئی حربی یا ذمی کی عورت مسلمان ہوکر دار الحرب سے دار الاسلام مین آجاوے تو اونکا نکاح آپسمین ٹوٹ جاتا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بسند امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین روایت ہے ابن عباس سے کہ کہا پہیر دی رسول اللہ نے اپنی بیٹی ابی العاص بن الربیع چہہ برس کے ساتہ پہلے نکاح کے اور نہ نکاح کیا اوسکا نیا اقول تحاور امام اعظم

اور اونکے مقلدون سے عداوت قلبی ہے یا اتہام کرنے کی عادت جبلی ہے کہ جس قول کے امام اعظم قائل ہون اگرچہ
وہ موافق قرآن شریف کے ہو اور ایک جم غفیر فقہا و محدثین کا اونکے ساتھ ہو پھر بھی ہٹ دھرمی سے نشانہ بنانا
اونکے قول کو خلاف حدیث لکھدینا بدنامی دنیا و مواخذہ اخروی کا خیال نکرنا تمہارا ہی کام ہے اسیوجہ سے تمہارا
فرقہ خارج از دائرہ اسلام ہی ہے ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دیجیے راستی پر آ خدا کو مانکر ہو لطف یہ ہے کہ جن
کتب حدیث سے آپ احادیث نقل کرتے ہین اونہین اگر اور کچھ موافق امام اعظم کے لکھا ہو تو اوسکو نہین دیکھتے
یا عمداً چھوڑ دیتے ہین اس ہٹ دھرمی کا نتیجہ آپ کو دنیا و آخرت دونون مین ملیگا نامہ اعمال آپکا ایسی حرکتون سے
سیاہ رہیگا اور اگر ہے بیدا کبھی جو آہ مین تاثیر ہوگئی * کہیگا ہاتھ جوڑ کے اللہ تیرے ہو گئی * دیکھیے جامع ترمذی کی
کتاب النکاح مین باب ما جاء فی الزوجین المشرکین یسلم احدہما مین موجود ہے حدثنا احمد بن منیع وہناد یعنی خبر دی
ہمکو احمد بیٹے منیع نے اور ہناد نے قالا حدثنا ابو معاویۃ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو معاویہ نے عن الحجاج حجاج سے
عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اونہون نے روایت کی عمرو بیٹے شعیب سے اونہون نے اپنے باپ شعیب سے اونہون نے اپنے دادا سے یعنی
عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ان رسول اللہ رد ابنتہ زینب علی ابی العاص بن الربیع بمہر جدید و نکاح جدید
یعنی آن حضرت نے پھیر دیا اپنی بیٹی زینب کو اونکے خاوند ابو العاص پر ساتھ نئے مہر اور نئے نکاح کے یعنی
آپ کی صاحبزادی نے ہجرت کی تھی مکہ معظمہ سے حالت اسلام مین اور شوہر اونکا کافر تھے بعد اوسکے جب وہ اسلام
لائے اور مدینہ مین حاضر ہوے تب آن حضرت نے زینب اونکو نیا نکاح کرادیا اسوجہ سے کہ نکاح سابق بسبب
ہجرت کرنے زینب کے اور باقی رہنے اونکے شوہر کے کفر پر ٹوٹ گیا ہذا حدیث فی اسنادہ مقال والعمل علی ہذا الحدیث
یعنی اس حدیث کی سند مین کچھ گفتگو ہے اور عمل ائمہ کا اسی حدیث پر ہے حدثنا ہناد حدثنا یونس بن بکیر یعنی خبر دی
ہمکو ہناد نے اونہون نے کہا کہ خبر دی ہمکو یونس فرزند بکیر نے عن محمد بن اسحق محمد بن اسحق سے کہا اونہون نے حدثنی داود بن
حصین کہ خبر دی ہمکو داود بن حصین نے عن عکرمۃ عن ابن عباس اونہون نے روایت کی عکرمہ سے اونہون نے
عبد اللہ بن عباس سے قال رد النبی ابنتہ زینب علی ابی العاص بعد ست سنین بالنکاح الاول ولم یحدث نکاحا
کہا ابن عباس نے کہ پھیر دیا آن حضرت نے زینب کو ابو العاص پر بعد چھہ برس کے ساتھ نکاح سابق کے اور نیا
نکاح نہین کیا ہذا حدیث لیس باسنادہ بأس ولکن لا نعرف وجہ الحدیث ولعلہ قد جاء ہذا من قبل داود بن الحصین من
قبل حفظہ یعنی اس حدیث کی سند قابل اعتبار کے ہے لیکن نہین سمجھتے ہین ہم وجہ اسکی کہ آپ نے باوجود نکاح
ٹوٹ جانے کے کیونکر نکاح سابق کا اعتبار کیا اور شاید خرابی ہوئی اس روایت مین داود بن حصین کے حفظ
کی وجہ قلیل الحفظ تھے بعد اسکے ترمذی نے یزید بن ہارون سے نقل کیا حدیث ابن عباس اجود اسنادا والعمل
علی حدیث عمرو بن شعیب یعنی حدیث ابن عباس کی اسناد جید اور قوی ہے اور عمل اوپر حدیث عمرو بن شعیب کے ہے

کہ جسمین تجدید نکاح مذکور ہے اور محمد بن عبداﷲ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ مین لکہا ہے قال السہیلی ان کان

اصح اسناد الم یقل بہ احد من الفقہاء ولان الاسلام فرق بینہما قال اللہ تعالے لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن قال و

من جمع بینہما قال معنی حدیث ابن عباس علی مثل النکاح الاول فی الصداق لم یزد علیہ شرطا ولا غیرہ انتہی یعنے کہا

سہیلی نے کہ حدیث ابن عباس کی کہ جسمین نکاح سابق کا باقی رکہنا مذکور ہے اگرچہ اسناد اوسکا اصح واقوی ہے

دوسری حدیث سے لیکن نہین قائل ہوا اوسکا کوئی شخص فقہاء امت اسلامیہ سے کیونکہ اسلام نے تفریق کردی

درمیان اون دونون کے یعنے جب ایک زن وشوہر سے اسلام لایا اور دوسرا کافر رہا نکاح اوسکا ٹوٹ گیا

فرمایا حق جل شانہ نے سورۂ ممتحنہ مین لاہن حل لہم ولاہم یحلون لہن یعنے نہین حلال ہین یہ مسلمان عورتین کافرونکو

اور نہ حلال ہین وہ کافر اون عورتون کو بعد اوسکے سہیلی نے کہا کہ جس شخص نے تطبیق دیا درمیان حدیث

ابن عباس کے اور حدیث عمرو بن شعیب کے اوسنے یہ کہا کہ مراد روایت ابن عباس مین یہ نہین ہے کہ نیا نکاح

نہین کیا بلکہ مراد یہ ہے کہ مثل نکاح سابق کے مہر وغیرہ مین نکاح کر دیا اور کسی شرط وغیرہ کو زائد نہین کیا اور آپکے

مقتدی و مستند جنکی عبارت آپ جابجا نقل کرتے ہین مسک الختام شرح بلوغ المرام مین تفسیر اس حدیث مین

جسکو آپنے منشاء اعتراض بنایا ہے لکہتے ہین ازینجا معلوم شد کہ تقریر مسلمہ زیر کافر بعد از اسلام وے از

اسلام او متاخر باشد با وجود انقضاے عدت جائز ست ولیکن احدے باین نرفتہ و ابن عبد البر بر عدم

ذہاب بسوے این اجماع نقل کردہ و اشارہ نمودہ کہ بعض اہل ظاہر قائل بجواز اند و قول ایشان مردود ست باجماع

انتہی الغرض حدیث ابن عباس کی جسکو آپ نے منشاء اعتراض بنایا ہے ظاہر اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ اگر عورت مسلمان ہو کے دار الحرب سے دار الاسلام مین چلی آوے اور شوہر کئی برس کے بعد مسلمان ہو کے

آوے نکاح سابق اون دونون کا باقی رہیگا اس امر کا کوئی قائل نہین ہوا اور اگر کوئی قائل بھی ہوا تو قول اوسکا

مردود کر دیا گیا پس اس حدیث کے ظاہر کو واگذاشت کرنے مین صرف امام اعظم کیون مورد اعتراض بنائے گئے

ظاہر اس حدیث کو تو تمام صحابہ اور جمہور تابعین و مجتہدین و محدثین چہوڑے ہوے ہین اور اس حدیث کے

جواب مین طرح طرح کی گفتگو کرتے ہین اور کیون نہ چہوڑینگے کہ ظاہر مضمون اس حدیث کا مخالف ہے آیات

قرآنیہ و احادیث مشہورہ و اصول شرعیہ کے اس وجہ سے کہ یہ سب اس امر پر دال ہین کہ مسلمان عورت کافر کے

نکاح مین اگر وہ ساتھ اسلام نلاوے باقی نہین رہتی ہے پس ضرور ہے کہ یا تو حدیث ابن عباس کی روایت

مین کسی راوی سے شبہ ہو گیا جیسا کہ ترمذی نے ذکر کیا یا مطلب اوسکا وہ ہے جو سہیلی نے لکہا قولہ ہدایہ

وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ قبل ذبح سر مقدم اسنے سے دم یعنے جانور ذبح کرنا آتا ہے سوا امام اعظم اور

امام مالک نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو بخاری اور مسلم مین روایت ہے عبد اللہ بن عمرو بن العاص

آیا حضرتؐ کے پاس ایک شخص اور کہا نہیں جانتا تھا میں پس منڈا دیا میں نے سر کو پہلے ذبح کرنے کے پس فرمایا کہ ذبح
کر لے اب اور نہیں ہے گناہ **اقول** چشم بد دور جو اعتراض آپکا ہوتا ہے آپ کی لیاقت علم و مقدار فہم کو ظاہر کر دیتا ہے
تعجب ہے اس سمجھ پر یہ جرأت اتنی آپ کو تمیز نہیں کہ اس حدیث میں اور قول امام میں کیا مخالفت ہے اس حدیث سے تو
اتنا ہی ثابت ہے کہ جو حاجی نادانستہ پہلے ذبح کے منیٰ میں سر منڈا ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں ہے اور یہ نہیں ثابت ہے
کہ دم بھی نہیں ہے تا مخالفت لازم آوے گناہ کا ہونا اور چیز ہے اور دم کا لازم آنا اور چیز ہے ایسی صورتیں شرع
میں بہت ہیں کہ جنمیں گناہ اخروی نہیں ہوتا ہے مگر کوئی اور بدلہ لازم آتا ہے مثلاً اگر ایک شخص نے نادانستگی سے کسیکا
مال تلف کر ڈالا اوسپر گناہ نہوگا مگر قیمت مالک کو دینا پڑیگی یا کسینے نادانستگی سے نماز میں باتیں کرنا شروع کیں اوسپر
گناہ نہوگا مگر قضا لازم ہوگی یا کسینے تیر کسی شکار کو لگایا اور اتفاقاً وہ تیر کسی آدمی کے لگ گیا اور وہ مر گیا اوس شخص پر
گناہ نہوگا مگر دیت دینا پڑیگی ایسی اور بھی صورتیں ہیں پس گناہ لازم نہونے سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ کچھ بھی اوسپر
لازم نہوگا اور دم دینا نہ پڑیگا **قولہ** [۱۳] ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو قتل کر ڈالے
اوسکو نہ قتل کرنا چاہیے سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف کیا اس حدیث کا کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جو شخص قتل
کریگا اپنے غلام کو قتل کرینگے ہم اوسکو اور جو شخص کہ کاٹیگا اعضاء اپنے غلام کے کاٹینگے ہم اعضاء اوسکے **اقول** اے
ذرا خدا سے ڈرو اسے بتو جفا نکرو۔ ذرا یہ سوچو تو کیا ہم خدا نہیں رکھتے۔ یہ جو حدیث آپ نے نقل کی جو سنن ابوداود
اور ابن ماجہ وغیرہ میں مروی ہے حنفیہ کے نزدیک محمول ہے سیاست پر یعنے جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے اوسکو
ہم قتل کرینگے بغرض تعزیر و سیاست اور حنفیہ کے موافق یہ حدیثیں وارد ہیں دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس سے
روایت کی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا یقتل حر بعبد یعنے نہ مارا جاوے قصاص میں حر بمقابلہ عبد کے
اور وہی اونہیں دونوں نے روایت کی حضرت علی رض سے کہ کہا اونہوں نے من السنۃ ان لا یقتل حر بعبد یعنی سنت
اور طریقہ شرعیہ یہ ہے کہ نہ قتل کیا جاوے حر بعوض غلام کے اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو ابن العاص سے
روایت کی ان ابا بکر و عمر کانا لا یقتلان الحر بقتل العبد یعنے تھے ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب کہ نہیں قتل کرتے تھے
اوس حر کو کہ قتل کرے غلام کو اور دارقطنی نے روایت کی ان رجلا قتل عبدہ متعمدا فجلدہ النبیؐ ونفاہ سنۃ ومحی سہمہ من المسلمین
لم یقدہ بہ یعنے ایک شخص نے قتل کیا اپنے غلام کو قصداً پس درے مارے آنحضرتؐ نے اوسکو اور شہر بدر کر دیا ایک
سال تک اور محو کر دیا حصہ اوسکا دفتر اہل اسلام سے اور نہ قصاص لیا **قولہ** [۱۴] ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ
اگر کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس شرط پر کسی سے کر دے کہ وہ اپنی بیٹی یا اپنی بہن نکاح میں اسکو دیوے
اور مہر کچھ نہ باندھے تو اس صورت میں نکاح دونوں کا صحیح ہے لیکن دونوں کو مہر مثل دینا آویگا سو امام اعظم نے
اس مسئلہ میں خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری و مسلم میں روایت ہے ابن عمر سے کہ کہا منع فرمایا رسول خدا نے شغار سے

اور شغار یہ ہے کہ نکاح کر دے مرد اپنی بیٹی کا اس شرط پر کہ نکاح کر دے اوس سے دوسرا اپنی بیٹی کا اور نہو درمیان
اونکے مہر **اقول ۵** دشنام اگر یہ نہیں مجھے دیگا تو رات دن وہ بگڑے گا کیا مرا تری ہوگی زبان خراب ہو معلوم نہین
آپ نے مخالفت کسکا نام رکھا ہے اور کیا مقصود اس سے آپکا ہے کہ جہان مخالفت نہبی ہو آپ اوسکو مخالفت
کہدیتے ہین اور امام کو مورد الزام بنا دیتے ہین ہم تو پوچھتے ہین کہ اس حدیث مین اور مذہب امام مین کیونکر جی
ہوئی مخالفت توجب ہوتی کہ کسی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی کہ نکاح شغار بالکل باطل ہے یا غیر صحیح ہے یا اوسمین
مہر واجب نہین ہے صرف روایات مین اسقدر ثابت ہوا کہ نکاح شغار سے جو جاہلیت مین کفار مین مروج تھا
آنحضرت نے منع فرمایا اس سے اگر ثابت ہوا تو اوسکا ممنوع ہونا اور ایسے نکاح کرنے والے کا گنہگار ہونا ثابت
اور اسکے امام بھی قائل ہین لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ جو فعل شرعًا ممنوع ہو وے وہ بالکل باطل ہو جاوے اور
او سپر کوئی حکم مرتب نہووے عینی کی شرح ہدایہ مین مرقوم ہے النہی الوارد فیہ انما کان من اجل اخلائہ عن تسمیۃ المہر
وترکہ بالکلیۃ کما کانت عادۃ الجاہلیۃ لا لعین النکاح فاشبہ البیع وقت النداء والنکاح لا یبطلہ خلوہ من تسمیۃ المہر
انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ شغار سے جو نہی وارد ہے اسوجہ سے نہین کہ ایسے نکاح کی ذات مین کچھ فساد ہے بلکہ بوجہ
خالی ہونے اوسکے مقرر کرنے مہر سے اور نہ دینے مہر سے جیسا کہ عادت ارباب جاہلیت کی تھی کہ ایک دوسرے سے
نکاح اپنے کسی عزیز و قریب کا کر دیتا اس شرط پر کہ وہ اپنے عزیز و قریب کا نکاح اسکے ساتھ کر دیوے اور مہر
طرفین سے کسیکو نہ دینا پڑے پس چونکہ یہ نکاح خالی مہر سے ہوا کرتا تھا اور ہماری شریعت مین کوئی نکاح بدون
مہر کے نہین جائز ہے اسوجہ سے آپ نے اس نکاح سے منع فرمایا پس مشابہ ہے صورت بیع وقت النداء کے یعنے
بوقت اذان جمعہ کے خرید و فروخت کی ممانعت وارد ہوئی بنص قرآنی یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ
من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع یعنے اے مسلمانو جب کہ اذان دیجاوے واسطے نماز کے جمعہ کے روز
پس چلو تم واسطے سننے ذکر الہی کے یعنے خطبہ کے اور چھوڑ دو تم بیچنے کو پس یہ ممانعت صرف اسی وجہ سے ہے کہ
اوسوقت کاروبار تجارت کرنے سے اور امور دنیویہ مین مشغول رہنے سے نماز جمعہ کی ادا کرنے مین اور خطبہ سننے مین
تاخیر ہوگی پس اگر کسی نے اوسوقت معاملہ کیا وہ گنہگار ہوگا نہ یہ کہ وہ معاملہ اوسکا بالکلیہ باطل ہو جاوے
ایسے ہی نکاح شغار چونکہ بلا مہر ہوا کرتا تھا اور ایسے نکاح مین کوئی مہر نہ دیتا تھا اسوجہ سے آپ نے اوسکی ممانعت فرما
اس سے یہ نہین لازم ہے کہ اگر کوئی ایسے نکاح کرے تو وہ بالکل باطل ہو جاوے اسوجہ سے کہ نکاح بوجہ عدم تقرر
مہر کے باطل نہین ہوتا ہے بلکہ مہر مثل واجب ہو جاتا ہے یعنے اگر کوئی عورت کسی مرد سے نکاح کرے بدون ذکر
کے یا شرط اسکے کہ مہر نہین ہے اس صورت مین نکاح صحیح ہو جاوے گا اور مہر مثل دینا پڑے گا اور شرط کرنا اسکا
کہ ہم مہر نہ دینگے لغو ہو جاوے گا ایسے ہی نکاح شغار مین مہر طرفین سے واجب ہو جاوے گا اور شرط کرنا ہر ایک کا لغو ہے

قولہ ۱۲۵ کہا طیبی نے نہین ہے صحیح نذر اوسکی یعنے کافر کی اور یہ مذہب امام اعظم کا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ان
تین حدیثون کا **اقول** ف جہوٹی باتین چہوڑ دے اسے ناسمجہ جو راستی پر خدا کو مان کر یہ جو حدیثین آپ نے
بیان کین انسے صرف اسیقدر ثابت ہوتا ہے کہ آن حضرتؐ نے کافرون کی نذر کے وفا کرنے کو فرمایا خلاصہ پہلی حدیث کا
تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے حالت کفر مین نذر اعتکاف کی مسجد حرام مین کی تھی آپ نے اونسے فرمایا کہ تم اپنی نذر پوری کرو
اور دوسری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حالت کفر مین نذر کی تھی کہ مین ایک اونٹ مقام بوانہ مین ذبح کرونگا
آپ نے اوس سے فرمایا کہ پوری کر نذر اپنی اور خلاصہ تیسری حدیث کا بھی مثل اسی کے ہے ان احادیث مین اور مذہب
امام مین کچہ مخالفت نہین ہے امام جو کہتے ہین کہ نذر کافر کی جو حالت کفر مین ہو اوسکا ایفاء واجب نہین ہے اوسکی
وجہ یہ ہے کہ نذر وہ ہے کہ جو بغرض تقرب الی اللہ کیجاوے اور غیر خدا کی عبادت اور تعظیم اوسمین مقصود نہووے اور کافر
جو نذر کرتا ہے اوسمین اوسکو صرف تقرب الی اللہ مقصود نہین ہوتا ہے بلکہ اپنے باطل معبودون کی خوشنودی کو وہ
ملحوظ رکہتا ہے پس یہ نذر اوسکی نذر غیر شرعی ہوئی پس بالضرور اوسکی وفا نہ لازم ہوگی طحاوی نے شرح معانی الآثار
مین چند طرق سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ
فلا یعصہ یعنے جو شخص نذر عبادت الہی کی کرے پس لازم ہے اوسپر کہ وفا کرے اور جو نذر گناہ کے کرے اوسکو لازم ہے
کہ گناہ نکرے بعد اوسکے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ نے انما النذر ما ابتغی بہ وجہ اللہ یعنے جز این نیست
نذر وہ ہے کہ مقصود اوس سے ذات الہی ہو بعد اوسکے ترقیم کیا قالوا فلما کانت النذور اذا کانت مما یتقرب
بہا الی اللہ ولا یجب اذا کانت فی معاصی اللہ وکان الکافر اذا قال للہ علی صیام او قال للہ علی اعتکاف فہو بفعل
ذلک لم یکن بہ متقربا الی اللہ وہو فی ذلک وقت ما اوجبہ انما قصد بہ التقرب الی ربہ الذی یعبدہ دون اللہ وذلک
معصیۃ فدخل ذلک فی قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ اللہ وقد یجوز ان یکون قول رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اوف بنذرک لیس من الطریق ان ذلک واجب علیہ ولکن علی انہ قد کان صحیح فی حال ما نذرہ ان
یفعلہ فہو معصیۃ اللہ فامرہ ان یفعلہ علی انہ طاعۃ اللہ انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ چونکہ نذر جسکی وفا شرعاً واجب ہے
وہی ہے جو بقصد تقرب الی اللہ ہو اور نذر کافر کی اپنے معبودون کے تقرب کے واسطے ہوتی ہے اسوجہ سے وفا
اوسکی واجب نہین ہے اور آن حضرتؐ کا حضرت عمر وغیرہ کو حکم وفا کا فرمانا بطور وجوب کے نہ تھا بلکہ بطور ارشاد
و استحباب تہا اس غرض سے کہ جس عبادت کی نذر حالت کفر مین کیجاوے اوسکی وفا اگر حالت اسلام مین بغرض
تقرب الی اللہ ہو تو بہتر ہے پس یہ حقیقت مین وفا اوس نذر کی نہین بلکہ مثل اسکے ایک طاعت الہی جداگانہ ہے

قولہ ۱۳۶ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ رکوع اور سجود مین طمانینت فرض نہین اور یہ مذہب امام اعظم اور
اونکے شاگرد محمد کا ہے سو امام اعظم نے اور اونکے شاگرد محمد نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا پہلی حدیث

بخاری اور مسلم مین روایت ہے ابوہریرہ سے الخ **اقول** اس مقام پر بہی آپ نے قدیم چال کو اختیار کیا یعنی جو
حکم مخالف کا انکا دیا ہے وہی کرتے ہین اور ہے شبہ بہت جو جلد جلد چلتے ہین وہ اسی اندیشے سے چلتے ہین ہم آہستہ
آہستہ یہ دو حدیثین جو آپ نے بیان کین انکا خلاصہ تو صرف اسقدر ہے کہ ایک اعرابی نے روبرو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے نماز جلدی جلدی ادا کی اور اطمینان حالت رکوع اور سجود مین اور بعد رکوع کے کھڑے ہونے مین اور
درمیان دو سجدون کے بیٹھنے مین ترک کر دیا آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو پہر نماز پڑہ بعد اوسکے پہر وہ اعرابی
نماز پڑہ کے آیا پہر آپ نے اعادہ کا حکم فرمایا پہر اوسنے ویسی نماز پڑہی پہر آپ نے وہی حکم دیا چوتہی بار اوسنے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجکو سوا اس طریقے کے اور طریقہ نماز کا نہین معلوم ہے آپ مجکو سکہا دیجیے تب آپنے
اوسکو نماز کا طریقہ مشروعہ تعلیم فرمایا اور رکوع اور سجود مین اور درمیان کے جلسہ مین اور درمیان رکوع و سجود کے
قیام مین اطمینان کا حکم فرمایا اس حدیث سے نہ تو یہ معلوم ہوا کہ یہ اطمینان ان مقامات مین فرض ہے اور نہ یہ
معلوم ہوا کہ سنت یا واجب ہے البتہ اسقدر ثابت ہوا کہ جو شخص ایسی جلدی سے نماز پڑہے کہ ان مقامات مین
اطمینان ترک کر دے اوسپر اعادہ اوس نماز کا لازم ہے سو یہ امر ہرگز مخالف مذہب امام اعظم کے نہین ہے سو وجہ
کہ امام کے نزدیک اگرچہ اطمینان ان مقامات مین فرض اور رکن مثل رکوع اور سجود اور قیام کے نہین ہے مگر ایسا بہی
نہین کہ بے اطمینان کے نماز اونکے نزدیک کامل ہو جاتی ہو بلکہ موافق تصریح اور تحقیق بعض مشائخ کے اطمینان
اونکے نزدیک واجب ہے کہ جسکے قصداً ترک کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور اعادہ اوسکا واجب ہوتا ہے
اور سہواً ترک کرنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے اور موافق تحقیق بعض مشائخ کے سنت موکدہ ہے اور سنت موکدہ کی
ترک سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور ایسی نماز کا بہی اعادہ ضرور ہے ہدایہ اور اوسکی شرح عینی مین موجود ہے

ثم القومة اى بعد الركوع والجلسة اے بین السجدتین سنة عندہما اے عند ابی حنیفة ومحمد وكذا الطمانينة اى وكذا الطمانينة

فى الركوع والسجود سنة عندہما فى تخريج الجرجانى وفى تخريج الكرخى واجبة حتى تجب سجدة السهو بتركها انتهى یعنے قیام
بعد رکوع کے اور جلسہ درمیان دو سجدون کے سنت موکدہ ہے نزدیک ابوحنیفہ اور محمد کے اور ایسی اطمینان
حالت رکوع اور سجود مین سنت ہے اونکے نزدیک موافق تحقیق ابوعبداللہ جرجانی کے اور موافق تحقیق کرخی کے
واجب ہے یہانتک کہ واجب ہوگا سجدہ سہو بسبب ترک اوسکے اور بہی ہدایہ اور اوسکی شرح عینی مین دوسرے

مقام مین مذکور ہے وتعاد على وجه غير مكروه وهو الحكم فى كل صلوة اديت مع الكراهة ليكون الاداء على نحو الوجوب

فان ترك واجبا من واجبات الصلوة يجب ان تعاد انتهى یعنے جو نماز ساتھ کراہت کے ادا کی گئی ہو وہ اعادہ
کیجاوے بطور غیر مکروہ اور یہی حکم ہے ہر نماز کا کہ ادا کی گئی ہو ساتھ کراہت کے تاکہ ہو وے ادا موافق وجوب کے
پس اگر ترک کرے نماز پڑہنے والا کوئی واجب واجبات نماز سے پس واجب ہے کہ اعادہ کیجاوے وہ نماز

اور بہر اچھی طرح سے پڑہی جاوے اور شرح وقایہ مین اثناء ذکر واجبات نماز مین مرقوم ہے وتعدیل الارکان
وہو الاطمینان فی الرکوع کذا فی السجود وکذا الاطمینان بین الرکوع والسجود وبین السجدتین انتہی یعنے منجملہ واجبات
کے تعدیل ارکان ہے اور وہ عبارت ہے اطمینان سے رکوع اور سجدے مین اور ایسہی اطمینان درمیان رکوع اور
سجود کے اور درمیان دونون سجدے کے اور شرح شرح وقایہ مسمے بہ السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ مین کہ جسکے
مثل شروح شرح وقایہ مین کوئی شرح نہین ہے اس مقام مین خوب تحقیق کی ہے بقدر ضرورت اوسکے عبارت نقل
کیجاتی ہے کہ سمجھدار کو اسقدر تحقیق کافی ووافی ہے وخلاصۃ المرام ان الطمانینۃ فی الرکوع والسجود وفی القومۃ
وفی الجلسۃ کلہا فرض علی رای الشافعی وابی یوسف یعنے خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اطمینان رکوع اور سجدے اور قومہ
مین یعنے درمیان رکوع وسجود کے قیام اور درمیان دونون سجدون کے جلسہ مین یہ سب جگہ اطمینان فرض ہے
امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک واما عند ابی حنیفۃ ومحمد فالطمانینۃ فی الاولیین واجب علی الاصح خلافا لما خرجہ
الجرجانی اور لیکن نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کی پس اطمینان رکوع اور سجود مین واجب ہے موافق قول اصح ومعتبر کے
برخلاف تحقیق ابو عبد اللہ جرجانی کہ وہ سنت کہتے ہین والاخریان وکذا الطمانینۃ فیہما سنۃ باتفاق تخریجہا اور قیام
درمیان رکوع اور سجدے کے اور جلسہ درمیان دونون سجدون کے اور ایسہی اطمینان ان دونون مین سنت ہی
باتفاق تخریج جرجانی اور کرخی کے ہذا ہو المستفاد من کتب القدماء یہ وہ ہے کہ حاصل ہوتا ہے کتب قدماء حنفیہ ہی
واختار المحققون من المتاخرین وجوب القومۃ والجلسۃ مع وجوب الطمانینۃ فیہما ایضا عند ابی حنیفۃ ومحمد اور اختیار
کیا ہے محققین نے متاخرین حنفیہ سے اس امر کو کہ قیام درمیان رکوع اور سجود کے اور جلسہ درمیان دونون
سجدون کے اور ایسہی اطمینان ان دونون مین واجب ہین نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے وہو الاصح بالنظر الدقیق
اور یہی قول اصح اور معتبر ہے فقال ابن الہمام فی فتح القدیر پس کہا ابن ہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین ینبغی
ان تکون القومۃ والجلسۃ ایضا واجبتین للمواظبۃ چاہیے کہ ہووے قیام درمیان رکوع اور سجدے کے اور جلسہ
درمیان دونون سجدون کے بہی واجب نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے بسبب مواظبت کے یعنے آن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر ہمیشگی کی ہے اور کبہی اسکو ترک نہین کیا اور مواظبت آپ کی کسی فعل پر اوسکو واجب
کر دیتی ہے ولما روی اصحاب السنن الاربعۃ والدارقطنی والبیہقی من حدیث ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور بسبب اسکے کہ روایت کیا ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور بیہقی نے یہ روایت بعبد اللہ
بن مسعود کے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے لا تجزی صلوۃ لا یقیم الرجل فیہا ظہرہ فی الرکوع والسجود
نہین کافی ہوتی ہے نماز ایسی کہ نہ سیدہا کرے نمازی اوسمین اپنی پشت کو رکوع اور سجود مین یعنے رکوع وغیرہ
جلدی جلدی ادا کرے اور اطمینان نہ کرے ولہذا کذلک عندہما اور شاید کہ ایسہی ہے نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے

؎ تصنیف مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی صاحب لکھنوی

یعنے یہ سب واجب ہین ویدل علیہ ایجاب سجود السہو ما ذکر فی فتاوے قاضی خان اور دلالت کرتا ہے اسپر یہ
کہ یہ سب اونکے نزدیک واجب ہین واجب کرنا سجود سہو کا انکے ترک سے جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے
ان المصلے اذا رکع ولم یرفع راسہ من الرکوع حتی خر ساجدا ساھیا تجوز صلوتہ عند ابی حنیفۃ ومحمد وعلیہ السہو تحقیق نمازی
جب رکوع کرے اور نہ اوٹھاوے اپنے سر کو رکوع سے اور گر پڑے سجدے مین بہولے سے جائز ہوگی نماز نزدیک
ابو حنیفہ اور محمد کے اور اوپر اوسکے واجب ہے سجدۂ سہو انتہی کلام ابن الہمام تمام ہوا کلام ابن ہمام کا وتبعہ تلمیذہ
ابن امیر حاج فی حلیۃ المحلے اور موافقت کی اونکی اس تحقیق مین اونکے شاگرد شمس الدین محمد بن امیر حاج نے حلیۃ المحلی
شرح منیۃ المصلے مین وفی غنیۃ المستملی اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلے مین ہے مقتضے الدلیل فی کل من الطمانینۃ
والقومۃ والجلسۃ الوجوب کما قال الشیخ کمال الدین یعنے مقتضے دلیل کا اطمینان اور قومہ اور جلسہ کے باب مین
وجوب ان سب کا ہے جیسا کہ کہا ہے شیخ کمال الدین بن ہمام نے ولا ینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ
علی ما تقدم عن قاضی خان اور نہین سزاوار ہے کہ روگردانی کیجاوے مقتضاے دلیل سے جب کہ موافق ہووے
اوسکو روایت نقلی جیسا کہ قاضی خان سے منقول ہو چکا یعنے ہرگاہ قاضی خان نے امام کے نزدیک حکم بحالت ترک
قومہ وغیرہ سجدہ سہو کا لکھا اور دلیل سے بھی اسکا وجوب ثابت ہوتا ہے پس واجب نہ کہنے کی کوئی وجہ نہین ہے
ومثلہ ما ذکر فی القنیۃ من قولہ اور مثل اسکے جو قاضی خان نے ذکر کیا ہے قنیہ مین مذکور ہے عبارت اونکی یہ ہے
وقد شدد القاضی الصدر فی شرحہ فی تعدیل الارکان جمیعہا تشدیدا بلیغا یعنے سختی کی ہے قاضی صدر نے باب تعدیل
ارکان مین فقال پس کہا صدر نے والکمال فی کل رکن واجب عند ابی حنیفۃ ومحمد وعند ابی یوسف والشافعی فریضۃ یعنے
کامل کرنا ہر رکن کا رکوع ہو خواہ سجدہ واجب ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک
فرض ہے فیمکث فی الرکوع والسجود وفی القومۃ بینہما حتی تطمئن کل عضو منہ پس ٹھہرے رکوع اور سجدے مین
اور درمیان ان دونون کے یہانتک کہ مطمئن ہوجاوے ہر عضو ہذا ہو الواجب عند ابی حنیفۃ ومحمد یہی واجب ہے
نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے حتی لو ترکہا او شیئا منہا ساھیا یلزمہ سجود السہو یہانتک کہ اگر چھوڑ دیا نمازی نے اوس مین سے
کچھ بہولے سے واجب ہوگا اوسپر سجدۂ سہو ولو ترکہا عمدا یکرہ اشد الکراہۃ ویلزمہ ان یعید الصلوۃ اور اگر چھوڑ دیگا
اطمینان وغیرہ قصدًا تو مکروہ ہوگی نماز اوسکی سخت کراہت کے ساتھ اور لازم ہوگا اوسپر کہ پھر پڑھے نماز انتہی کلامہ
تمام ہوا کلام صاحب غنیہ کا وفی البحر الرائق اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین ہے مقتضے الدلیل وجوب الطمانینۃ
فی الاربعۃ ای فی الرکوع والسجود والقومۃ والجلسۃ ووجوب نفس الرفع من الرکوع والجلوس بین السجدتین یعنے مقتضے دلیل کا
وجوب ہے طمانیت کا چارون مین یعنے رکوع اور سجود مین اور قیام مین درمیان رکوع اور سجود کے اور جلسہ مین
درمیان دونون سجدون کے للمواظبۃ علی ذلک کلہ بوجہ ثابت ہونے مواظبت یعنے مداومت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ان سب پر دلالت فی حدیث المسیٔ صلاتہ اور بسبب وارد ہونے امر کے بیچ قصہ اوس اعرابی کے جسنے نماز کو
اچھی طرح سے نہیں پڑہا تھا کیونکہ اوسمیں وارد ہے کہ جب اوسنے کہا یا رسول اللہ مجکو طریقہ نماز کا سکھلا دیجیے
آپ نے اوسکو طریقہ تعلیم کیا اور اطمینان وغیرہ کا حکم فرمایا ولما ذکرہ قاضی خان من لزوم سجود السہو بترک الرفع
من الرکوع ساھیا اور بسبب اوس چیز کے کہ ذکر کیا ہے قاضی خان نے کہ سجدہ سہو واجب ہے بسبب چھوڑ دینے
قومہ کے بہولے سے وکذا فی المحیط اور ایسا ہی ہے محیط میں والقول بوجوب الکل ہو مختار المحقق ابن الہمام وتلمیذہ
ابن امیر حاج حتے انہ قال انہ الصواب اور قول واجب ہونے ان سب کا مختار ہے ابن ہمام اور اونکے شاگرد
ابن امیر حاج کا یہانتک کہ کہا ابن امیر حاج نے کہ واجب ہونا صواب ہے اور واجب نہونا غلط ہے انتہی
کلامہ تمام ہوا کلام صاحب بحر الرائق کا وفی فتح الغفار شرح المنار لصاحب البحر اور منار الاصول کی شرح مسمی بہ فتح الغفار
تصنیف مصنف بحر الرائق میں ہے الاعتدال فی القومۃ والجلسۃ سنۃ عندہما اتفاقا ومقتضی المواظبۃ الوجوب فی الکل
یعنے اعتدال واطمینان قومہ اور جلسہ میں سنت ہے نزدیک ابو حنیفہ اور محمد کے باتفاق تحقیق کرخی و جرجانی وغیرہ
کے اور مقتضی دلیل کا یہ ہے کہ اطمینان سب ارکان میں واجب ہے ورجحہ فی فتح القدیر اور ترجیح کیا ہے وجوب کو
ابن ہمام نے فتح القدیر میں ولذا صرح فی الخانیۃ اور اسی سبب سے تصریح کی صاحب فتاوی قاضیخان نے خانیہ میں بوجوب سجود السہو
بترک رفع الراس من الرکوع ساہیا واجب ہونے سجدہ سہو کے بسبب چھوڑ دینے قومہ کے انتہی تمام ہوا کلام صاحب
فتح الغفار کا الغرض امام ابو حنیفہ کے نزدیک اطمینان رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ وغیرہ میں یا تو سنت مؤکدہ ہے
یا واجب ہے پس عمداً ترک کرنا اسکا باعث گناہ کا ہے جیسا کہ تفتازانی نے تلویح میں لکھا ہے ترک الواجب حرام یستحق بہ العقوبۃ
بالنار وترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام یستحق حرمان الشفاعۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی
انتہی یعنی چھوڑ دینا کسی واجب کا قصداً حرام ہے مستحق ہوتا ہے بسبب اسکے عذاب جہنم کا اور ترک سنت مؤکدہ کا
قریب حرام کے ہے مستحق ہوتا ہے بسبب اسکے محروم ہونے کو شفاعت سے جیسا کہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے کہ جو شخص میری سنت کو چھوڑیگا وہ نہ پاویگا میری شفاعت کو اور اگر بہولے سے یا بسبب نہ معلوم ہونے مسئلہ کے
واجب کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اور سنت کو اگر چھوڑ دیگا تو نماز مکروہ ہوگی پس اگر نماز مکروہ ادا کی
یا واجب چھوڑنے کی صورت میں سجدہ سہو نہ کیا تو اوس نماز کا اعادہ واجب ہوگا پس ثابت ہوگیا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمانے میں اوس شخص کو جسنے اطمینان وغیرہ چھوڑ دیا تہا ساتھ اعادہ نماز کے اور امام
ابو حنیفہ کے قول میں کہ اطمینان فرض نہیں بلکہ یا تو سنت موکدہ ہے یا واجب ہے جیسا کہ محقق ہے کچھ بھی
مخالفت نہیں ہے بلکہ اسی حدیث پر اونکا عمل ہے کہ وہ بھی درصورت ترک اطمینان حکم اعادہ نماز کا دیتے ہیں
ہمکو بڑا افسوس ہے ایسے لوگوں کے حال پر کہ نہ مذہب امام کا سمجھتے ہیں اور نہ کتب حنفیہ کو دیکھتے ہیں اور نہ حدیث کا

مطلب سمجھتے ہین مگر خوف لگا کے شہیدون مین داخل ہونے کی غرض سے امام پر اعتراض کر بیٹھتے ہین ۔ ع دل لگانا
عاشقون کا اے بت عیار چھوڑ دے ٭ باز آ جور و ستم سے شیوۂ آزار چھوڑ دے ٭ یاد رکھ تو ایکدن ذلت اوٹھائیگا فرہاد سا
کہنا یہ میرا صحبت اغیار چھوڑ دے ٭ راہ سیدہی چل کہ اک عالم تجھے اچھا کہے ٭ کجروی بہتر نہین اے شوخ یہ رفتار چھوڑ دے ٭
بدمزاجی سے تجھے حاصل ہے کیا اے رشک مہر ٭ ساتھ شیرین کے مری جان تلخی گفتار چھوڑ دے ٭ قولہ ہدایہ وغیرہ مین
لکہا ہے کہ قومہ مین یعنے رکوع سے سر اوٹھانے کے بعد کہڑا ہونا فرض نہین اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور محمد کا
سو امام اعظم اور محمد نے خلاف کیا اس مسئلہ مین اونہین دو حدیثون کا جو کہ اوپر مذکور ہوئین اقول سند جان
جائیگی کس خرابی سے ٭ ہاتہ اوٹھیگا نہ اس رکابی سے ٭ کچہ سمجہ مین آوے یا نہ آوے مگر اس عبارت آبدار نمکین و
(سو امام اعظم نے خلاف کیا فلانی حدیث کا) لکہدینا ضرور ہے اس بحث کا جواب وہی ہے جو سابقًا مذکور ہے با انہمہ
جو نہ سمجہے اور بار بار یکہ کلام سو کا نہ چہوڑے سے اوسکے دماغ مین فتور ہے ومن لم یجعل اللہ له نورا فما له من نور
ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ دو سجدون کے درمیان مین بیٹھنا فرض نہین اور یہ مذہب امام اعظم اور
اونکے شاگرد محمد کا ہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے اونہین دونون حدیثون کا جو پہلے گذرین اقول
اسکا جواب وہی ہے جو سابقًا گذر چکا ہے کہ ان دونون حدیثون سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص درمیان
دونون سجدون کے نہ بیٹھے اوسکو چاہیے کہ نماز پہر اچھی طرح سے پڑہے اور یہ مخالف مذہب حنفیہ نہین ہے اور اس
چیز کے فرض نہونے سے نماز مین یہ نہین لازم ہے کہ بدون اوسکے نماز مکمل ہوجاوے اور حاجت اعادہ کی نرہے
تا مخالفت اون حدیثون کی لازم آوے تفصیل اسکی یہ ہے کہ نماز کے افعال حنفیہ وغیرہ کے نزدیک چار قسم پر منقسم ہین
ایک فرض جیسے رکوع اور سجدہ اور قیام اور قرأت قرآن وغیرہ انکا حکم یہ ہے کہ اگر انکو قصدًا چہوڑ دیگا تو نماز
اوسکی بالکل باطل ہوجاویگی اور سخت گناہ لازم ہوگا اور اگر سہوًا چہوڑ دیگا تب بہی نماز باطل ہوجاویگی مگر گناہ نہوگا
دوسری واجب جیسے التحیات پڑہنا بعد دو رکعت کے اور اخیر رکعت مین اور ترتیب درمیان سورہ فاتحہ اور
سورت کے یعنے پہلے سورۂ فاتحہ پڑہی جاوے اسکے بعد کوئی اور سورت ملانا اور ایسیہی سورہ فاتحہ کا پڑہنا
اور سورت کا ملانا یہ بہی واجب ہے اور فرض مطلق قرأت ہے انکا حکم یہ ہے کہ اگر انکو قصدًا چہوڑ دیگا تو بڑا گناہ
اور نماز کا اعادہ ضروری ہوگا اور اگر سہوًا چہوڑ دیا تو گناہ تو نہ لازم ہوگا مگر دو سجدے سہو کے ضروری ہونگے
اور اگر کسی نے سجدے سہو کے نہ کیے تو اوسپر اعادہ نماز کا لازم ہوگا تیسرے سنت موکدہ جیسے قیام کی حالت
ہاتہ باندہنا یا بعد التحیات کے درود پڑہنا یا بعد سورۂ فاتحہ کے آمین کہنا وغیر ذلک انکا حکم یہ ہے کہ اونکے
چہوڑنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور اعادہ اسکا لازم ہوتا ہے اور اگر قصدًا چہوڑیگا تو گناہ بہی ہوگا چوتہے
مستحبات جیسے سات مرتبہ یا نو مرتبہ رکوع اور سجدے مین تسبیح پڑہنا یا بعد التحیات اور درود کے دعا پڑہنا وغیرہ ذلک

انکا حکم یہ ہے کہ انکے ادا کرنے سے نماز کامل و مقبول ہوتی ہے اور چھوڑنے سے نماز درجہ کمال تک نہیں پہونچتی ہے مگر گناہ
نہیں ہوتا ہے اور نہ اعادہ لازم ہوتا ہے آن سب مضامین کی توضیح و تشریح کتب فقہ مین جیسی شروح ہدایہ و حواشی
شرح وقایہ و شروح منیہ و شروح کنز وغیرہ مین مسطور ہے پس اگر درمیان دو سجدون کے بیٹھنا یا بعد رکوع کے کھڑا ہونا
امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرض نہوا تو کیا گناہ ہوا آپ نہین سمجھے کہ بدون ان افعال کے نماز انکی نزدیک کامل ہو جاتی ہو
بلکہ یہ افعال انکے نزدیک یا تو سنت مؤکدہ ہیں یا واجب ہین بہرحال انکے چھوڑنے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور حاجت
اعادہ کی پڑتی ہی آپ کو اتنی امتیاز تو ہے نہین کہ فرض اور واجب اور سنت فقہاء کے نزدیک کیا چیز ہین اور انکے
کیا احکام ہین اور یہ بھی معلوم نہین کہ فرض نہونا کسی فعل کا اور چیز ہے اور نماز کا بدون اوسکے کامل ہو جانا اور چیز ہی
مگر اعتراض کرنے پر تیار ہو جاتے ہین بے سوچے سمجھے جو کچھ جی مین آیا بک اوٹھتے ہین ع تقلید کی میرے اوسے رہتی ہی
تکرار اٹھ بہی ہر جگہ فضل خدا الیک سیر ہوتا ہے ٭ قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ شہر والے اگر
گانون مین اپنے قربانی بھیجدین تو اونکو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کرنی جائز ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے مین
خلاف کیا ان تین حدیثون کا پہلے حدیث بخاری اور مسلم مین روایت ہی جندب سے الخ اقول ع سنگدل کا اس سے
بہتر ہے نہیں ہرگز علاج ٭ ایسے دیوانے کو زنجیر پہنایا چاہیے ٭ حنفیہ کے نزدیک ہی جس شخص پر نماز عید
واجب ہے اوسکو اوسی شہر مین جہان وہ رہتا ہی قبل نماز کے قربانی ناجائز ہے جیساکہ ان احادیث سے جو آپنے
ذکر کی ہین ثابت ہوتا ہے اور جس شخص پر نماز عید واجب نہین جیسے دیہات والے اونکو بعد طلوع فجر کے قربانی
جائز ہے اور اگر شہر مین رہنے والا اپنی قربانی کسی ایسی جگہ بھیجدے جہان نماز عید واجب نہین اور کسی سے
کہدے کہ تم ہماری طرف سے ذبح کردو تو اوسکو بعد طلوع فجر کے قربانی جائز ہے اوسکی وجہ اس عبارت ہدایہ و بنایہ سے
واضح ہی ثم المعتبر فی ذلک مکان الاضحیۃ یعنے معتبر اس باب مین مکان قربانی کا ہی نہ مکان قربانی کرنے والے کا
حتے لو کانت فی السواد والمضحی فی المصر یجوز کما انشق الفجر لدخول الوقت یہانتک کہ اگر ہووے قربانی دیہات مین
اور قربانی کرنے والا شہر مین جائز ہے قربانی کرنا بمجرد طلوع فجر کے سبب آجانے وقت کے کیونکہ وقت قربانی کا طلوع
صبح یوم النحر سے ہے اور نماز ادا کر لینا پہلے یہ شرط ہے اور ہر گاہ قربانی ایسی جگہ پر ہے کہ نماز عید وہان نہین ہوتی ہی
بدون انتظار نماز وہ جائز ہوجاویگی وفی العکس وہو ما اذا کانت الاضحیۃ فی المصر والمضحی فی السواد لا یجوز الا بعد
الصلوۃ لعدم دخول الوقت قبل الصلوۃ اور بیچ عکس اوس صورت کے یعنے یہ کہ قربانی شہر مین ہووے اور صاحب قربانی
بیرون شہر ہووے نہین جائز ہے قربانی کرنا شہر مین مگر بعد نماز کے بسبب نہ پہونچنے وقت قربانی کے شہر مین قبل
ادا سے نماز کے وقال الکرخی فی مختصرہ ان کان رجل من اہل السواد دخل المصر لصلوۃ الاضحے وامر اہلہ ان یضحوا عنہ
فانہ یجوز ان یذبحوا عنہ بعد طلوع الفجر وان سافر رجل فامر اہلہ وہم فی المصر ان یضحوا عنہ فانہ لا یجوز ان یذبحوا عنہ الا بعد صلوۃ الامام

اور ذکر کیا ہے کرخی نے اپنے مختصر مین کہ اگر ایک شخص دیہات کا رہنے والا شہر مین نماز عید کے واسطے آوے اور اپنے اہل و
عیال سے کہہ آوے کہ تم ہماری طرف سے قربانی کر دینا جائز ہے انکو کہ ذبح کر دین اوسکی طرف سے بعد طلوع فجر کے بدون
انتظار وقت نماز کے اور اگر سفر کرے کوئی شخص شہر کا رہنے والا اور حکم کر جاوے اپنے گھر والون کو کہ قربانی کر دین اوسکی طرف سے
نہین جائز ہے انکو کہ ذبح کرین اوسکی طرف سے مگر بعد نماز امام کے وحیلۃ المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بہا الی خارج المصر
فیضحی کما طلع الفجر لان الاعتبار لمکان الاضحیۃ یعنے جو شخص شہر مین ہو اور اوسکو منظور یہ ہو کہ قربانی میری جلد ذبح ہو جاوے
اوسکے واسطے حیلہ یہ ہی کہ بھیجدے اپنی قربانی کو باہر شہر کی جہان نماز عید واجب نہین ہی پس ذبح کر دی جاوے وہ اوسکی طرف سے بمجرد طلوع صبح کے اسوجہ سے کہ
اعتبار قربانی کی جگہ کا ہی وہذا لانہا تشبہ الزکاۃ من حیث انہا تسقط بہلاک النصاب قبل مضی ایام النحر کالزکاۃ تسقط بہلاک النصاب فیعتبر فی الصرف مکان
المحل ای محل الذبح لا مکان الفاعل اعتبارا بہا حیث تؤدی فی موضع المال دون موضع صاحبہ انتہی یعنے اعتبار کرنا مکان قربانی کا اسوجہ سے ہی
کہ قربانی مشابہ ہی زکاۃ کے اسوجہ سے کہ اگر صاحب نصاب کا جسپر زکاۃ واجب ہی نصاب ہلاک ہو جاوے زکوۃ ساقط ہو جاتی ہی اور
صاحب قربانی کا نصاب اگر ہلاک ہو جاوے تو قربانی ساقط ہو جاتی ہی اور زکاۃ مین معتبر مکان مال ہی نہ صاحب مال
مثلاً اگر صاحب مال ایک شہر مین ہووے اور مال اوسکا دوسرے شہر مین تو زکاۃ اوس مال کی اوسی شہر مین دیجاویگی
جہان مال ہے اور وہین کے فقرا پر تقسیم ہوگی نہ اوس مقام پر جہان صاحب مال ہے پس ایسیہی قربانی کے ذبح کر دینے
مین بھی اعتبار اوسی مکان کا ہوگا جہان وہ قربانی ہے نہ اوس مکان کا جہان قربانی کرنے والا رہتا ہے پس جب
قربانی ایسی جگہ پر ہووے کہ وہان نماز عید واجب نہین ہے بالضرور اوسکو ذبح کر دینا موافق وہان کے طریقہ کے درست ہوگا
گو مالک قربانی شہر مین ہووے اور بدون نماز کے ذبح نہ کر سکے الحاصل اس باب مین کوئی آیت یا حدیث صحیح صریح ایسی
نہین وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہو کہ باب قربانی مین اعتبار مکان مالک قربانی کا ہے نہ مکان قربانی کا اگر ایسی
حدیث یا آیت ہوتی تو بیشک امام پر گفتگو ے اعتراض وارد ہوتی اور یہ جو حدیثین آپ نے بیان کین انمین اور
مذہب امام مین کچھ مخالفت نہین ہے اور سنیئے ناظر قربانی کے امام کا مذہب تو یہی معلوم ہوتا ہے قولہ[مولانا] مختار ہی نے الکبیری
مین جامع صغیر سے نقل کر کے لکھا ہے کہ عقیقہ کرنا لڑکی اور لڑکے دونون کا مکروہ ہے اور یہ مذہب ہی امام اعظم کا
سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا ہے ان حدیثون کا الخ اقول کہو کے نہ کس طرح سے ترا اعتبار جہوٹ ✤
ثابت کیا ہے مین نے ترا لاکہ بار جہوٹ ✤ لاوے یقین کون ترے قول و فعل کا ✤ گفتار تیری جہوٹ ہی سب کردار جہوٹ ✤
کراہت عقیقہ کی امام اعظم کی طرف نسبت کرنا بالکل غلط ہے اور ایسیہی نسبت کرنا اوسکے بدعت ہونے کی انکی طرف افترا ہی
البتہ انسے منقول ہے کہ عقیقہ مباح ہے اور انکے سوا اور ائمہ سے بعضون سے سنت ہونا اسکا منقول ہے اور بعضون سے
واجب ہونا منقول ہے رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ مین مسطور ہے عند مالک والشافعی ہو سنۃ مشروعۃ وقال
ابو حنیفۃ ہی مباحۃ ولا اقول انہا مستحبۃ وعن احمد روایتان اشہرہما انہا سنۃ والثانیۃ انہا واجبۃ واختارہا بعض اصحابہ انتہی

یعنے عقیقہ کرنا امام شافعی اور مالک کے نزدیک سنت ہی اور کہا امام ابو حنیفہ نے کہ یہ مباح ہے نہیں کہتا ہون مین کہ
یہ مستحب ہے اور امام احمد سے دو روایتین ہین مشہور روایت مین تو سنت ہے اور دوسری روایت وجوب کی ہے اور یہ
کیا ہے اسکو بعض حنابلہ نے اور مولانا محمد معین ابن شارح سلم وغیرہ مولانا محمد سبین لکھنوی نہایۃ البیان فیما یحل و یحرم من الحیوان
مین تحریر کرتے ہین بدانکہ عقیقہ سنت ست نزد امام مالک و شافعی و احمد در مذہب مشہور و بر روایتے ازوے واجب ست و اکثر
احادیث ناظر بر عدم وجوب ست الاحادیث کل غلام مرتہن بعقیقتہ و چون اغلب احادیث در آنجانب ست آن نیز محمول بر
تاکید سنت و استحباب خواہد بود و نزد امام ابو حنیفہ عقیقہ سنت نیست امام محمد در موطا گوید کہ مارا چنین رسیدہ است کہ عقیقہ
در رسوم جاہلیت بود و در اول اسلام نیز معمول بود پس ازان نسخ کرد ضحیہ ہر ذبح را کہ پیش ازان بود و نسخ کرد صوم رمضان
ہر صومی را کہ پیش ازوے بود و نسخ کرد غسل جنابت ہر غسلے را کہ پیش ازوے بود و نسخ کرد زکاۃ ہر صدقہ را کہ پیش ازوے بود
ہمچنین رسیدہ است بما انتہی و نزد ابن حزم عقیقہ فرض ست و بعضے گفتہ اند کہ سنت ست برائے ذکور سوائے اناث چنانچہ
حسن و قتادہ عقیقہ را از جاریہ سنت نمی گویند و صاحب توضیح از امام محمد و دیگر کوفیین نقل کردہ کہ عقیقہ بدعت است
و در شرح توضیح گفتہ کہ این افترائے محض ست بر امام اعظم بلکہ از امام اعظم در بعضے روایات آمدہ کہ عقیقہ سنت ثابت
سنت ثابتہ یا مؤکدہ نیست بلکہ مستحب ست انتہی اور جامع صغیر مین امام محمد نے تحریر کیا ہے ولا یعق عن الغلام ولا
عن الجاریۃ انتہی اس عبارت سے بعض فقہاے نے اشارۃً نکالا ہی کہ عقیقہ مکروہ ہے اسی مضمون کو فتاوے عالمگیری
مین ذکر کیا ہے اور قول اباحت کو بہی نقل کیا ہے پوری عبارت اوسکی یہ ہے العقیقۃ عن الغلام والجاریۃ وہو ذبح
شاۃ فی سابع ولادتہ وضیافۃ الناس وحلق شعرہ مباح لا سنۃ ولا واجب کذا فی الوجیز للکردری یعنے عقیقہ فرزند اور دختر
کی طرف سے اور وہ عبارت ہے ذبح کرنے بکری سے ساتوین روز ولادت کے مع دعوت کرنے لوگون کے اور سر منڈانے
لڑکی کے مباح ہے نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے ایسا ہی وجیز کردری کی ہی و ذکر محمد فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل
وہذا یشیر الی الاباحۃ اور ذکر کیا ہے امام محمد نے باب عقیقہ مین کہ جو شخص چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نکرے
اور یہ قول امام محمد کا اشارہ کرتا ہی طرف اباحت کے یعنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ مباح ہے اوسکے کرنے
نکرنے مین آدمی مختار ہے و ذکر فی الجامع الصغیر ولا یعق عن الغلام ولا عن الجاریۃ یعنے جامع صغیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہے
کہ نہ عقیقہ کیا جاوے نہ پسر سے اور نہ دختر سے وانہ اشارۃ الی الکراہیۃ کذا فی البدائع اور یہ اشارہ ہی طرف مکروہ ہونے
عقیقہ کے ایسا ہی ہی بدائع مین اب آپ ہی ذرا انصاف سے کہیے کہ فتاوے عالمگیری سے جس مضمون کو آپ نے
نقل کیا ہے وہ کہان ہے نہ تو اوسمین جامع صغیر سے مکروہ ہونا نقل کیا ہے اور نہ اوسمین کراہت کو امام کی طرف
منسوب کیا ہے یا تو آپ کو عالمگیری کا دیکھنا نصیب نہین ہوا یا اوسکی عبارت کے مطلب سمجھنے مین قصور ہوا
؎ زلف خمدار کو اے شوخ دل آزار نہ چھیڑ ٭ جی نکل جائینگے عالم کے خبردار نہ چھیڑ ٭ اب یہان عبارت

تعلیق مجد کی بقدر ضرورت ہم نقل کیے دیتے ہیں جنمیں احقاق حق بلا مزاحمت موجود ہے وقد وردت فی ہذا الباب احادیث کثیرۃ تدل
[illegible]
علی مشروعیتہا واستحبابہا یعنے تحقیق وارد ہوئی ہیں اس باب میں بہت حدیثیں کہ دلالت کرتی ہیں اوپر مشروع ہونے عقیقہ
کے اور مستحب ہونے کے من ذلک حدیث عائشۃ مرفوعا اور منجملہ اونکے حدیث ہے عائشہ کی قالت امرنا رسول اللہ صلعم عن الغلام شاتین
وعن الجاریۃ شاۃ کہا اونہوں نے کہ حکم کیا ہمکو آنحضرت صلعم نے پسر کی طرف سے دو بکری کا اور دختر کی طرف سے ایک بکری کا
اخرجہ الترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والبیہقی واللفظ لابن ماجۃ یعنے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن
حبان اور بیہقی نے اور یہ لفظ ابن ماجہ کی ہے ومن ذلک حدیث سمرۃ مرفوعا اور منجملہ اونکی حدیث ہے سمرہ کی کہ فرمایا
رسول اللہ صلعم نے الغلام مرتہن بعقیقتہ تذبح عنہ فی الیوم السابع ویحلق راسہ ویسمی یعنے لڑکا رہن ہے ساتھ عقیقہ
بکری کے کہ ذبح کیا جاوے اوسکی طرف سے ساتوین روز اور سر منڈایا جاوے اوسکا اور نام اوسکا رکھا جاوے اخرجہ
اصحاب السنن والحاکم والبیہقی من حدیث الحسن عن سمرۃ وصححہ الحاکم وعبد الحق والترمذی یعنے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور بیہقی نے بروایت حسن بصری کے سمرہ سے اور تصحیح کی اسکی ترمذی اور حاکم اور
عبد الحق نے ومن ذلک حدیث ام کرز مرفوعا اور منجملہ اونکی حدیث ہے ام کرز کی کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے عن الغلام شاتان
وعن الجاریۃ شاۃ یعنے پسر سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری اخرجہ ابو داؤد وابن ماجۃ والنسائی والحاکم
وابن حبان ولہ طرق عند الاربعۃ والبیہقی روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور نسائی اور حاکم اور ابن
حبان نے اور اسکی چند اسناد ہیں نزدیک اصحاب سنن اربعہ اور بیہقی کی ومن ذلک حدیث عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ
اور منجملہ اونکی حدیث ہے عبد اللہ بن بریدہ کی اپنے باپ سے کنا فی الجاہلیۃ اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاۃ ولطخ راسہ بدمہا
فلما جاء اللہ بالاسلام کنا نذبح شاۃ ونحلق راسہ ونلطخہ بزعفران تھے ہم زمانہ کفر وجاہلیت میں جب پیدا ہوتا کسی کے
میان لڑکا ذبح کرتا وہ ایک بکری اور آلودہ کرتا لڑکے کے سر کو ساتھ خون اوس بکری کے پس جب کہ لایا اللہ جل شانہ دین اسلام
کو تھے ہم کہ ذبح کرتے تھے بکری اور سر منڈاتے تھے لڑکے کا اور مل دیتے تھے اوسپر زعفران اخرجہ ابو داؤد والحاکم والبیہقی
من حدیث عائشۃ روایت کیا اسکو ابو داؤد اور حاکم اور بیہقی نے بروایت عائشہ رض ومن ذلک حدیث ابن عباس
اور منجملہ اونکی حدیث ابن عباس ہے ان النبی صلعم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا تحقیق کہ آنحضرت صلعم نے عقیقہ کیا حسن
اور حسین کی طرف سے ایک ایک مینڈہا اخرجہ ابو داؤد والنسائی وصححہ عبد الحق وابن دقیق العید روایت کیا اسکو
ابو داؤد اور نسائی نے اور تصحیح کیا اسکو عبد الحق اور ابن دقیق العید نے وفی الباب اخبار واحادیث غیر التی مذکورۃ
فی شفاہنا اور اس باب میں اور بھی حدیثیں ہیں کہ اپنے مقامات میں مذکور ہیں وہی کلہا تشہد بمشروعیۃ العقیقۃ
بل بعضہا تدل علی الوجوب اور یہ سب گواہی دیتی ہیں مشروع ہونے عقیقہ پر بلکہ بعض انکی دلالت کرتی ہیں وجوب پر
فان لم یکن واجبا فلا اقل من ان یکون مستحبا بل سنۃ پس اگر نہو واجب پس نہیں ہے کمتر اس سے کہ ہو وے مستحب

بلکہ سنت و لعلہا لم تبلغ اماما حیث قال انما نبیح ولیست بمستحبۃ انتہی ملخصا اور شاید کہ یہ حدیثین نہین پہونچی ہین ہمارے
امام کو کہ انہون نے کہا کہ حقیقۃ مباح ہے مستحب نہین ہے اس وجہ سے کہ ان حدیثون سے صاف مستحب ہونا بلکہ سنت
ہونا معلوم ہوتا ہے **قولہ** صفحہ ۱۴۲ ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ جب تین رکعت وتر پڑہے تو دو رکعت پڑہ کے سلام نہ پہیرے
اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا الخ **اقول** اس مقام پر صفحہ ۱۴۲ اور صفحہ ۱۴۳ اور صفحہ ۱۴۴ مین آپ نے خوب حق پوشی کا کام کیا
اور عوام کو خوب دہوکا دیا صفحہ ۱۴۲ مین عینی وغیرہ سے نقل کرکے کہ ایک رکعت وتر نہین درست ہے فورا حکم
دے دیا کہ امام اعظم نے خلاف کیا ان پانچ حدیثون کا اور وہ حدیثین لکھدین جنسے ایک رکعت وتر پڑہنا جائز معلوم
ہوتا ہی اور صفحہ ۱۴۳ مین ہدایہ وغیرہ سے نقل کرکے کہ نماز وتر تین ہی رکعت ہے نہ زیادہ نہ کم لکھدیا کہ امام اعظم نے
خلاف کیا ان حدیثون کا بعد اسکے تین حدیثین لکھدین کہ جنسے نو رکعت اور تیرہ اور پانچ رکعت وتر پڑہنا ثابت ہے
اور صفحہ ۱۴۴ مین ہدایہ سے نقل کرکے کہ جب تین رکعت پڑہے تو دو رکعت پڑہ کے سلام نہ پہیرے حکم دے دیا
کہ امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا اور انہین کتب صحاح وغیرہ کتب حدیث مین جو حدیثیں
موافق مذہب امام اعظم کے ہین جنسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر تین رکعت ہین بیک سلام نہ کم نہ زائد آپ کو نہ دکہائی دین
اور آثار صحابہ بہی جنسے موافقت مذہب حنفیہ کی ہے آپ کی نظر سے نہ گذرے یا دیدہ و دانستہ فروگذاشت کیے گئے
بلکہ یقین ہے کہ آپ ان احادیث و آثار پر واقف ہوے ہونگے مگر قصدا بہر فریب دہی عوام باین ارادہ کہ لوگ مذہب حنفی کو
برا کہین اور اسکا ثواب آپکو تا قیام قیامت ملا کرے واگذاشت کر دیے سو امتیاز حق و باطل خود ستاؤن کو
کہان ہا کیون نہ فرعون ایک سمجھے سحر اور اعجاز کو ٭ کیا ضرر منکر ہوے دو چار اگر خفاش طبع ٭ سب نے دیکہا رجعت
خورشید کے اعجاز کو ٭ ان احادیث کی جو بظاہر مخالف مذہب امام اعظم آپکو معلوم ہوے ہین جوابات اور ان مسائل کی
تحقیقات کتب حنفیہ مین جیسی شرح معانی الآثار طحاوی کے اور بنایہ ہدایہ کی شرح عینی کی اور فتح القدیر وغیرہ مین
بتفصیل تمام مذکور ہین جسکو استعداد و شوق ہو دیکہ لے ہم یہان وہ احادیث اور آثار جنسے مذہب حنفی موافق ہے
نقل کرتے ہین تا عوام فریب سے محفوظ رہین اور سمجہ جاوین کہ مذہب امام اعظم بالکل موافق احادیث نبوی افعالی و اقوالی
حضرات صحابہ ہے اور جو بے سمجہے بوجہے مخالفت کا حکم امام اعظم پر کردے وہ بیشک گمراہ ہے طحاوی نے شرح
معانی الآثار مین عامر شعبی سے روایت کی سألت ابن عباس و ابن عمر کیف کانت صلوۃ رسول اللہ فقالا ثلاث
عشرۃ رکعۃ ثمان و یوتر بثلاث و رکعتین بعد الفجر یعنی پوچہا مین نے عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ بن عمر سے کیفیت
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بوقت شب پس کہا ان دونون نے کہ آن حضرت صلعم کی نماز شب کو تیرہ رکعت تہی
آٹہہ رکعت پڑہتے تہے پہر تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر بعد طلوع صبح صادق اور عائشہ سے روایت کی کان
النبی صلعم لا یسلم فی رکعتی الوتر یعنی تہے آن حضرت کہ نہین سلام پہیرتے تہے بعد دو رکعت کے نماز وتر مین بلکہ تین رکعت

ایک سلام سے پڑھتے تھے اور بھی عائشہؓ سے روایت کی کان یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل
عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا یعنے تھے آن حضرتؐ کہ پڑھتے تھے شب کو چار رکعت پس نہ پوچھ تو اونکے حسن اور
تطویل سے یعنے بہت اچھی طرح سے پڑھتے تھے بعد اوسکے پھر چار رکعت ایسی پڑھتے تھے پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے
اور بھی ابن عباسؓ سے روایت کی صلے رسول اللہؐ بعد العشاء رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر بثلاث یعنے پڑھین
آن حضرتؐ نے بعد عشاء کے پڑھین دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر دو رکعت پھر وتر پڑھی تین رکعت اور بھی ابن
مخرمہ سے روایت کی دفنا ابابکر لیلا فقال عمر انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرہن
یعنے دفن کیا ہمنے ابوبکر صدیقؓ کو شب کو پس کہا عمرؓ نے مین نے وتر نہین پڑھی ہے پس کھڑے ہوئے وہ اور ہم پیچھے ہوئے
صف باندھی پیچھے اونکے پس ادا کین تین رکعت نہین سلام پھیرا مگر آخر مین اور بھی انسؓ سے روایت کی الوتر ثلاث
رکعات یعنے وتر تین رکعت ہین اور بھی ثابت سے روایت کی قال صلے بی انس الوتر انا عن یمینہ وام ولدہ خلفنا
ثلاث رکعات لم یسلم الا فی آخرہن یعنے کہا ثابت نے کہ نماز پڑھی انسؓ نے وتر ہمارے ساتھ مین اونکے داہنے طرف
اور ام ولد اون کے پیچھے تھین تین رکعت نہین سلام پھیرا مگر آخر مین اور بھی ابو الزناد سے روایت کی وعیت سبعہم
ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرہن یعنے یاد رکھا مین نے فقہاء سبعہ اہل مدینہ سے سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر
اور قاسم بن محمد اور ابوبکر بن عبد الرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار سے
یہ سب کہتے تھے کہ وتر تین رکعت ہین نہین سلام پھیرا جاوے مگر اونکے آخر مین اور بھی ابو العالیہ سے روایت کی علمنا
اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان الوتر مثل صلوۃ المغرب ہذا وتر النہار وہذا وتر اللیل یعنے تعلیم کیا ہمکو صحابہ نے
کہ وتر مثل نماز مغرب کے ہے وہ وتر ہے دن کی اور یہ وتر ہے رات کی اور مستدرک حاکم مین عائشہؓ سے روایت ہے
کان رسول اللہ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرہن یعنے تھے آن حضرتؐ کہ وتر پڑھتے تھے تین رکعت نہین سلام پھیرتے تھے
مگر آخر مین اور سنن نسائی اور موطا امام محمد اور کتاب الحجج مین عائشہؓ سے روایت ہے کان رسول اللہ لا یسلم
فی رکعتی الوتر یعنے تھے آن حضرتؐ کہ نہین سلام پھیرتے تھے بیچ دو رکعت وتر کی بلکہ تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے
اور ابن حبان نے روایت کی انہ صلے اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلی ثمان رکعات واوتر یعنے آن حضرتؐ نے کہ
نماز پڑھی ماہ رمضان مین ساتھ صحابہ کے آٹھ رکعت اور پھر وتر پڑھی تین رکعت اور معجم طبرانی مین روایت ہے
بلغ ابن مسعود ان سعدا اوتر برکعۃ فقال ما اجزأت رکعۃ قط یعنے خبر پہونچی ابن مسعودؓ کو کہ سعد بن ابی وقاص ایک رکعت
وتر پڑھتے ہین پس کہا انہون نے نہین کافی ہوتی ایک رکعت ہرگز اور مصنف ابن ابی شیبہ مین حسن بصری سے
بسند صحیح روایت ہے اجمع المسلمون علے ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرہن یعنے اتفاق کیا اہل اسلام نے اس امر پر کہ
وتر تین رکعت ہین نہ سلام پھیرا جاوے مگر اونکے آخر مین اور موطا مالک اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابو داؤد

سنن نسائی اور جامع ترمذی وغیرہ میں ابو سلمہ ابن عبد الرحمن سے روایت ہے انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوۃ
رسول اللہ فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن
ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا حاصل اسکا یہ ہے کہ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ سے استفسار کیا کہ
آن حضرت رمضان میں کسقدر نماز پڑھتے تھے پس کہا اونہوں نے کہ نہیں تھے آپ زائد کرتے گیارہ رکعت پر رمضان
میں اور نہ غیر رمضان میں یعنے اکثر اوقات گیارہ رکعت پڑھتے تھے پہلے آپ چار رکعت پڑھتے تھے نہایت اطمینان
و تطویل کے ساتھ پھر ایسی اور چار رکعت پڑھتے پھر تین رکعت وتر ادا کرتے اور محمد بن الحسن نے موطا اور کتاب الحجج
میں امام باقر سے روایت کی کان رسول اللہ یصلی ما بین العشاء الی صلوۃ الصبح ثلاث عشرۃ رکعۃ ثمان رکعات تطوعا
وثلاث رکعات الوتر ورکعتی الفجر یعنے تھے آن حضرت کہ پڑھتے تھے درمیان نماز عشاء اور نماز فجر کی تیرہ رکعت آٹھہ
رکعت نفل اور تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر اور بھی انہیں دونوں میں اور سنن بیہقی میں عبد اللہ بن مسعود
سے مروی ہے الوتر ثلاث کثلاث المغرب یعنے وتر تین رکعت ہیں مثل تین رکعت مغرب کے اور بیہقی نے
اسکو مرفوع بھی روایت کیا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا لیکن سند اوسکی ضعیف ہے اور
موطا اور کتاب الحجج میں ابن مسعود سے مروی ہے ما اجزأت رکعۃ قط یعنے نہیں کافی ہے ایک رکعت ہرگز اور
انہیں دونوں میں ابن عباس سے مروی ہے الوتر کصلوۃ المغرب یعنے وتر مثل نماز مغرب کے ہے ان اخبار
مرفوعہ اور آثار موقوفہ سے اور ایسی اور اخبار اور آثار سے کہ کتب حدیث میں مروی ہیں معلوم ہو گیا کہ مذہب
امام اعظم یہی کہ وتر کی تین رکعت ہیں ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے موافق حدیث وطریقہ صحابہ کے ہے اور مخفی
نہ رہے کہ صحابہ کا قول اس مقام میں کہ نماز وتر مثل مغرب کے تین رکعت ہے حکم میں مرفوع کے ہے اسوجہ سے
کہ کتب اصول حدیث میں مصرح ہے کہ صحابی کا قول ایسے امور میں جو قیاس و اجتہاد سے معلوم نہیں ہو سکتی از
حکماً مرفوع ہے جیسا کہ شرح نخبۃ الفکر میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں مثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا ان یقول
الصحابی الذی لم یاخذ عن الاسرائیلیات ما لا مجال للاجتہاد فیہ ولا لہ تعلق ببیان لغۃ او شرح غریب کالاخبار عن الامور
الماضیۃ من بدء الخلق واخبار الانبیاء او الآتیۃ کالملاحم والفتن واحوال یوم القیامۃ وکذا الاخبار عما یحصل بفعلہ ثواب
مخصوص او عقاب مخصوص ومثال المرفوع من الفعل حکما ان یفعل الصحابی ما لا مجال للاجتہاد فیہ فینزل علی ان ذلک
عندہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم کما قال الشافعی فی صلوۃ علی فی الکسوف فی کل رکعۃ اکثر من رکوعین انتہی حاصل
اسکا یہ ہے کہ مثال مرفوع قولی حکمی کے یہ ہے کہ کہی صحابی ایسا کہ نہ روایت کرتا ہو کتب و علماء بنی اسرائیل سے ایسی
بات کہ اوسمیں اجتہاد کو دخل نہو اور نہ اوسکو کچھ تعلق ہو بیان معنی لغوی وغیرہ سے جیسے خبر دینا امور گذشتہ سے
احوال ابتداء خلقت اور اخبار انبیاء سے یا خبر دینا امور مستقبلہ جیسے قصص فتن و معارک اور احوال روز قیامت وغیرہ

اور ایسی خبر دینا اوس چیز سے کہ حاصل ہو ساتھ فعل اوسکے ثواب خاص یا عذاب خاص کہ اس عبادت پر اسقدر
ثواب ہے یا اس فعل مین اسقدر عذاب ہے اور مثال مرفوع فعلی حکمی کے یہ ہے کہ کرے صحابی کوئی ایسا فعل کہ جسمین اجتہاد کو
دخل نہین ہے پس سمجھی جاویگی یہ بات کہ وہ آن حضرتؐ سے ماخوذ ہے اور ایسی اور کتب اصول حدیث مین
جیسے شرح الفیہ اور تدریب الراوی اور مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ مین مسطور ہے چنانچہ بہت سی عبارتین متعلق اس
بحث کی بیچ مشکور رد مذہب ماثور مین منقول ہین جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ کرے اور یہ ظاہر ہے کہ رکعات نماز کی
تعداد بیان کرنا یا کیفیت نماز کی بیان کرنا ایسا امر نہین ہے کہ اجتہاد و قیاس سے معلوم ہو سکے پس جب صحابہ نے
باب وتر مین حکم دیا کہ یہ تین رکعت ہین مثل نماز مغرب کے بالضرور اونہون نے اس امر کو آن حضرتؐ سے دریافت کیا ہوگا
ورنہ کیونکر عقل سے حکم ہو سکتا تھا پس قول صحابہ کا اس باب مین مثل قول نبوی کے سمجھا جاویگا اور یہ قاعدہ
کا کہ اقوال و افعال صحابہ حجت نہین ہین یہان نہ سنا جاویگا کیونکہ یہ قاعدہ بشرط صحت اسکے اون امور مین ہے جنمین
قیاس و اجتہاد کو دخل ہے خلاصہ مرام اس مقام مین یہ ہے کہ درباب وتر آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تین طرح
ثابت ہین ایک رکعت وتر کا پڑھنا اور تین رکعت ایک سلام سے پڑھنا اور تین رکعت دو سلام سے پڑھنا روایات
انکی صحاح ستہ مین موجود ہین اسیوجہ سے صحابہ کا عمل مختلف رہا سعد بن ابی وقاصؓ اور معاویہؓ سے ایک رکعت پڑھنا
ثابت ہے اور عثمانؓ سے بھی روایت ایک رکعت کی آئی ہے اور ابن عمرؓ سے تین رکعت دو سلام سے ثابت ہین اس طرح پر
کہ دو رکعت پڑھ کے سلام پھیرے اور ایک رکعت پھر پڑھے اور عمر بن الخطابؓ سے تین رکعت پڑھنا ثابت ہے
اور یہی مذہب ابن مسعود کا ہے بلکہ اونکے نزدیک ایک رکعت ناجائز ہے اور بسبب اس اختلاف روایات احادیث
و عمل صحابہ کے اقوال مجتہدین مین اختلاف واقع ہوا رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مین مسطور ہے اقل الوتر رکعۃ واکثرہ
احدی عشرۃ رکعۃ و ادنی الکمال ثلاث رکعات عند الشافعی واحمد و قال ابو حنیفۃ الوتر ثلاث رکعات بتسلیمۃ واحدۃ لا یزاد
علیہا ولا ینقص و قال مالک الوتر رکعۃ قبلہا شفع منفصل عنہا انتہی یعنے ادنے وتر کا ایک رکعت ہے اور اعلا گیارہ رکعت
نزدیک امام شافعی کے اور ادنی کمال و فضلیت کا اونکے نزدیک تین رکعت ہین اور کہا ابو حنیفہؒ نے کہ وتر تین
رکعت ہین ایک سلام سے نہ زیادتی کیجاوے اوسپر اور نہ کمی کیجاوے اور کہا مالک نے وتر ایک رکعت ہے کہ
قبل اوسکے دو رکعت ہون جدا ایک رکعت سے یعنے تین رکعت ساتھ دو سلام کے اور شمنی حنفی نے شرح مختصر وقایہ مین
ترجیح کیا ہے مذہب اپنا قوی من حیث النظر لان الوتر لا یخلو اما ان یکون فرضا او سنۃ فلو کان فرضا فالفرض لیس
الا رکعتین او ثلاثا او اربعا وکلہم اجمعوا علی ان الوتر لا یکون اثنتین ولا اربعا فثبت انہ ثلاث وان کان سنۃ فلا توجد
الا و لہا مثل فی الفرض والفرض لم یوجد فیہ الوتر الا المغرب وہو ثلاث انتہی یعنے مذہب ہمارا کہ وتر تین رکعت ہے
قوی ہے بہ نسبت اور مذاہب کے اسوجہ سے کہ وہ حال سے خالی نہین کہ نماز وتر یا فرض ہے یا سنت ہے پس اگر

فرض ہین پس فرض نہین ہے مگر دو رکعت جیسے نماز صبح کی یا تین جیسے نماز مغرب یا چار جیسے نماز ظہر اور عشا وغیرہ
سب علماء امت نے اتفاق کیا ہے اس امر پر کہ وتر نہین ہے دو رکعت اور نہ چار رکعت پس ثابت ہوئی یہ بات کہ وہ
تین رکعت ہی مثل نماز مغرب کے کیونکہ نماز فرض کی کوئی اور صورت سوائے ان تین صورتون کے شرع مین نہین ہی اور
اگر وہ سنت ہی پس نہین پائی گئی کوئی سنت مگر یہ کہ مثل اوسکا فرائض مین موجود ہے جیسے سنت فجر و سنت مغرب
سنت عشاء کے مثل اسکے نماز صبح ہے اور سنت قبل ظہر کی مثل اسکے نماز ظہر و عصر و عشاء ہی اور فرض مین کوئی نماز
نہین ہی مگر مغرب اور وہ تین رکعت ہین پس لابد وتر بھی تین ہی رکعت ہوگی اور ایک رکعت یا تین رکعت دو سلام سے کوئی نماز
فرائض مین نہین ہے اگر یہ شبہہ ہو کہ نماز وتر امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہی نہ فرض ہے اور نہ سنت ہے پس
انحصار کرنا شقوق کا اس حال مین درست نہین ہے تو اوسکا دفع یہ ہے کہ واجب حنفیہ کے نزدیک حکم مین فرض کے ہی
پس حال اسکا بعینہ حال فرض کا ہے **قولہ** ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ نماز جنازے کی مسجد مین پڑھنا نہین درست ہے
اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور ابو یوسف اور محمد کا سوا امام اعظم اور اونکے شاگردون نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے
حدیث کا پہلی حدیث مسلم مین روایت ہی ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے کہ جب وفات ہوئی سعد بن ابی وقاص کی کہا
حضرت عائشہ نے داخل کرو انکا جنازے کو مسجد مین تاکہ نماز پڑھون مین اوپر پس انکار کیا گیا یہ حضرت عائشہ پر
پس فرمایا حضرت عائشہ نے قسم ہے خدا کی نماز پڑھی رسول خدا نے اوپر دونون بیٹون بیضاء کے مسجد مین یعنی سہیل اور
بھائی اونکے دوسرے حدیث موطا مین روایت ہے نافع سے اونسے نقل کی عبد اللہ بن عمر سے کہ نماز پڑھی گئی اوپر
عمر بن الخطاب کے مسجد مین تیسری حدیث روایت کی ابن ابی شیبہ وغیرہ نے کہ نماز پڑھی جنازے کی حضرت عمر نے
حضرت ابوبکر پر مسجد مین اور صہیب نے نماز پڑھی جنازے کی حضرت عمر پر مسجد مین **اقول** اللہ رے انصاف نہایت
عداوت دو ایک حدیثین جو بظاہر مخالف مذہب امام اعظم معلوم ہوئین اونکو پیش کر دینا اور جہت سے امام اعظم پر
الزام مخالفت کا لگا دینا اور جو حدیثین موافق مذہب امام ہون اونسے قطع نظر کرنا آپ ہی کا کام ہی کیون نہو
شاہ باش یہی مقتضا ہے آپکے اسلام کا ہی خدا جانے کس استاد نے آپکو پڑھایا ہے کسنے یہ طریقہ مکر و فریب کا بتایا ہی سو نوشیبہ
قرار کیا جانے کسی عیار نے سکھائی بات بد کی بناوٹ بہت سی باتون مین یہ پرکھین جچتی ہے بنائی بات بدا ہے
مذہب حنفیہ کی تحقیق سنیے اور اوسکی دلیل لیجیے اور اپنی تقریر بیہودہ پر کچھ تو منفعل ہو جیے تحقیق مذہب حنفیہ کا یا
مین یہ ہی کہ نماز جنازے کی امام اعظم کے نزدیک اگر ادا کریگا تو ادا ہو جاویگی مگر بلا ضرورت مکروہ ہے بعض فقہا کے
نزدیک مکروہ تحریمی اور بعضون کے نزدیک تنزیہی ہے قاسم بن قطلوبغا نے اول قول کو اختیار کیا ہی اور اونکے
استاد ابن الہمام نے قول ثانی کو مرجح کیا ہے اور دلیل کراہت کی حدیث سنن ابی داود و سنن ابن ماجہ ہی کہ
من صلی علی میت فی المسجد فلا شئ لہ یعنی جسنے نماز پڑھی اوپر میت کے مسجد مین پس نہین ہی کچھ ثواب اوسکو اور

اس حدیث کی سند مین اگرچہ ایک راوی صالح مولی توامہ ضعیف ہے مگر ضعف اوسکا ایسا نہین ہے جس سے یہ حدیث ساقط ہو جاوے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن قابل احتجاج ہے عبارت کتب معتبرہ مع اونکے ترجمہ اور حاصل کے دیکھیے کہ جس سے تحقیق مذہب حنفیہ کی اور موافقت اوسکی ساتھ قرآن و حدیث کے خوبی ثابت و ظاہر ہوتی ہے اور آپ کی تقریر مخالفت مردود ہوتی ہے شمس الدین ابن القیم تلمیذ رشید ابن تیمیہ زاد المعاد مین ہدی خیر العباد مین تحریر کرتے ہیں

لم یکن من ہدیہ الراتب الصلوٰۃ علیہ فی المسجد وانما کان یصلی علی الجنازۃ خارج المسجد یعنی نہین تھا طریقہ مستمرہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا میت پر مسجد مین بلکہ نماز پڑھتے جنازہ پر مگر باہر مسجد سے

وربما کان احیانا یصلی علی المیت فی المسجد کما صلی علی سہیل بن بیضاء واخیہ فی المسجد ولکن لم یکن ذلک سنتہ وعادتہ اور کبھی آپ نماز پڑھتے میت پر مسجد مین جیسا کہ نماز پڑھی آپ نے اوپر جنازہ سہیل بیٹے بیضا کے اور اونکے بھائی کے مسجد مین لیکن نہ تھی یہ عادت آپکی وقد روی ابو داؤد فی سننہ من حدیث صالح مولی التوأمۃ عن ابی ہریرۃ اور تحقیق روایت کی ابو داؤد نے اپنے سنن مین روایت صالح مولی توأمہ کے ابو ہریرہ سے قال قال رسول اللہ کہا ابو ہریرہ نے کہ فرمایا رسول اللہ نے من صلی علی میت فی المسجد فلا شئ لہ یعنے جسنے نماز پڑھی جنازہ پر مسجد مین پس نہین ہے کچہ ثواب اوسکو وقد اختلف فی لفظ الحدیث اور تحقیق اختلاف کیا گیا ہے عبارت حدیث مین فقال الخطیب فی روایتہ لکتاب السنن پس کہا خطیب بغدادی نے اپنی روایت مین کتاب سنن ابو داؤد کو فی الاصل فلا شئ علیہ یعنے اصل کتاب مین بجاے فلا شئ لہ کے فلا شئ علیہ ہے کہ جسکا مطلب یہ ہے کہ کچہ مضائقہ اوسکو نہین ہے وغیرہ یروونہ فلا شئ لہ اور سوا خطیب کے اور رواۃ سنن ابو داؤد نے فلا شئ لہ کی روایت کی ہے وقد رواہ ابن ماجہ فی سننہ ولفظہ فلیس لہ شئ اور تحقیق روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنے سنن مین اور لفظ اونکی روایت کی فلیس لہ شئ ہے کہ جسکا مطلب یہ ہے کہ کچہ ثواب اوسکو نہ ملیگا ولکن قد ضعف الامام احمد وغیرہ ہذا الحدیث ولیکن ضعیف کہا ہے اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے قال الامام احمد ہو مما تفرد بہ صالح کہا امام احمد نے کہ اس حدیث کے ساتھ تفرد کیا صالح مولی توامہ نے اور سوا اوسکے ابو ہریرہ سے اور کسی نے روایت نہین کیا وقال البیہقی ہذا حدیث فی افراد صالح وحدیث عائشۃ اصح منہ وصالح مختلف فی عدالتہ کان مالک یجرحہ اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث متفردات صالح سے ہے اور حدیث عائشہ کی کہ جسمین آن حضرت کا نماز پڑھنا مسجد مین سہیل کے جنازے پر مروی ہے صحیح زیادہ ہے اس حدیث سے اور صالح کی عدالت مین اختلاف کیا گیا ہے سو امام مالک کرتے جرح اور طعن کرتے تھے صالح پر ثم ذکر عن ابی بکر وعمر انہ صلی علیہما فی المسجد پہر ذکر کیا بیہقی نے ابو بکر و عمر کے حال کو کہ اونکے جنازے کی نماز مسجد مین ہوئی قلت کہتا ہون صالح ثقۃ فی نفسہ کما قال عباس عن ابن معین کہ صالح مولی توامہ فی نفسہ ثقہ ہے جیسا کہ عباس نے ابن معین سے روایت کی ہے وقال ابن ابی مریم ویحیی ثقۃ اور کہا ابن ابی مریم اور یحیی نے کہ صالح ثقہ ہے قلت لہ ان مالکا ترکہ کہا مین نے واسطے

امام مالک نے صالح کو ترک کر دیا اور اون سے روایت نہ کی پس معلوم ہوا کہ وہ ثقہ نہیں ہین ورنہ مالک اونسے روایت
ترک نکرتے فقال ان مالکا ادرکہ بعد ان خرف پس کہا کہ امام مالک نے صالح کو اوس زمانے مین پایا کہ وہ خرف ہو گئے تھے
اور بسبب کبر سنی کے اونکے ہوش و حواس مین تغیر واقع ہو گیا تھا اسوجہ سے اونہون نے اونکو مخرج کیا اور روایت
کرنا اونسے ترک کر دیا وقال علی ابن المدینی ہو ثقۃ الا انہ خرف وکبر فسمع منہ الثوری بعد ان خرف وسماع ابن ابی ذئب
عنہ قبل ذلک اور کہا علی ابن مدینی نے کہ صالح ثقہ ہین مگر یہ کہ بہت سن رسیدہ اور خرف ہو گئے تھے پس سنا اونسے
سفیان ثوری نے احادیث بعد انکے خرف ہو جانے کے اور ابن ابی ذئب کا سننا احادیث کا صالح سے قبل خرافت
کے ہے وہذا الحدیث حسن اور یہ حدیث یعنے من صلی علی میت فی المسجد فلا شیء لہ حسن قابل حجیت ہے فانہ من روایۃ
ابن ابی ذئب عنہ وسماعہ منہ قدیم قبل اختلاطہ فلا یکون اختلاطہ موجبا لرد ما حدث بہ قبل الاختلاط انتہی پس تحقیق کہ اس
حدیث کی راوی صالح سے ابن ابی ذئب ہین اور سننا اونکا احادیث کو صالح سے قبل خرافت اور اختلاط ہوش و حواس
اونکے تھا پس ہوگا اختلاط اونکا باعث رد اوس حدیث کا جو اونہون نے قبل اختلاط کے روایت کی ہے خلاصہ
اس عبارت کا یہ ہوا کہ بزات اس حدیث کی جس سے حنفیہ حکم کراہت کا دیتے ہین سب قوی اور ثقہ ہین صرف
ایکبار اوی صالح مولی توأمہ مین جرح کی گئی ہے مگر وہ جرح مضر نہین ہے اسوجہ سے کہ اونکی عدالت وثقاہت مین
کلام نہین صرف اسقدر کلام ہے کہ وہ آخر عمر مین بوجہ کبر سنی کے ہوش و حواس باختہ ومختلط العقل ہو گئے تھے
اور یہ امر اصول حدیث کے کتب مین ثابت ہے کہ جو شیخ بوجہ کبر سنی کے مختلط العقل ہو جاوے اوسکی روایتین قبل
اختلاط کے سب مقبول ہین اور روایتین بعد زمانہ اختلاط کے مقبول نہین بسبب اسکے کہ اونمین احتمال سہو ونسیان
واغلاط کا غالب ہے اور یہان خوب معلوم ہے کہ یہ حدیث صالح سے ابن ابی ذئب نے روایت کی اور ابن ابی ذئب
نے صالح سے اوس زمانے مین اخذ علم کیا ہے جب وہ خرف نہین ہوے تھے پس بلاشبہ یہ روایت معتبر وحسن
ہوگی اور قابل حجیت کے ہوگی اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثر جنازون پر مسجد مین نماز نہ پڑھنا اور واسطے
اوسکے باہر مسجد کے جانا زیادہ تر موید ہوگا اور قاسم بن قطلوبغا اپنے فتاوے مین لکھتے ہین قال محمد فی الموطا
کہا امام محمد نے موطا مین حدثنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انہ قال ما صلے علی عمر الا فی المسجد خبر دی ہمکو مالک نے کہا
اونہون نے خبر دی ہمکو نافع نے ابن عمر سے کہا اونہون نے نہین نماز پڑھی گئی حضرت عمر پر مگر مسجد مین وقال محمد
لا یصلے علی جنازۃ فی المسجد وکذلک بلغنا عن ابی ہریرۃ کہا امام محمد نے بعد ذکر روایت کے نہ نماز پڑھی جاوے
جنازے پر مسجد مین اور ایسی خبر پہنچی ہمکو ابو ہریرہ سے کہ اونہون نے ممانعت کی وموضع الجنازۃ بالمدینۃ خارج المسجد
وہو الموضع الذی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلے علی الجنازۃ فیہ اور موضع نماز جنازے کی مدینہ طیبہ مین بیرون
مسجد ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر نماز جنازے کی وہین ادا فرماتے تھے فافاد ان عمل النبی کان

علی خلاف ما وقع فی الصلوٰۃ علی امیر المومنین عمر فیحمل علی العذر پس افادہ کیا امام محمد نے اس امر کا کہ حقیقت آنحضرت کا
بابت نماز جنازہ مین خلاف اوس امر کے تہا جو درباب نماز عمرؓ کے واقع ہوا پس محمول ہوگا جنازہ عمرؓ کی نماز مسجد مین
حالت عذر پر قال فی المحیط اور ساتھ اسکے تصریح کی ہے محیط مین وتقطہ اور عبارت اوسکی یہ ہے فلا تقام فیہ
فی المسجد بغیرہا الا لعذر وہذا تاویل حدیث عمر انہ انما صلی علیہ فی المسجد لانہ کان لعذر وہو خوف الفتنۃ والعجز عن
الدفن عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے پس نہ ادا کی جاوے مسجد مین سوا اسکے نماز پنجگانہ وغیرہ کے مگر کسی عذر سے
اور یہی تاویل ہے حدیث عمرؓ کی کہ جب وہ شہید ہوے نماز پڑہی گئی اونپر مسجد مین اسوجہ سے کہ یا بسبب عذر خوف
فتنہ کے اور خوف اس امر کے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس انکے دفن سے شاید کوئی ممانعت کرے اور منع ہووا
وقال ابو الحسین القدوری فی التجرید اور کہا قدوری نے تجرید مین قال اصحابنا تکرہ الصلوٰۃ علی الموتی فی مسجد الجماعۃ وقال
الشافعی تجوز کہا ہمارے اصحاب حنفیہ نے کہ مکروہ ہے نماز اموات پر مسجد جماعت مین اور کہا شافعی نے جائز ہے لنا حدیث
ابی ہریرۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من صلے علی میت فی المسجد فلا شئ لہ ذکرہ ابو داؤد ہماری دلیل حدیث ہے
ابو ہریرہ کی کہ فرمایا آنحضرت نے جو شخص نماز پڑہے جنازے کی مسجد مین پس نہین ہے ثواب اوسکو روایت کیا ہے
اسکو ابو داؤد نے قلت ورواہ ابن ابی شیبۃ بلفظ کہتا ہون مین اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو ساتھ
اس لفظ کے من صلے علی جنازۃ فی المسجد فلا صلاۃ لہ جو شخص نماز پڑہے جنازے کی مسجد مین پس نہوگی نماز اوسکی
قال وکان اصحاب رسول اللہ اذا ضاق بہم المکان رجعوا ولم یصلوا اور کہا کہ صحابہ جب تنگ ہوتا مکان نماز جنازہ کو
بوجہ کثرت کے رجعت کرتے تہے اور مسجد مین نماز نہین پڑہتے تہے وروی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لما نعی النجاشی
خرج یصلے علیہ فی المصلے ولو کان یجوز الصلوٰۃ فی المسجد لم یکن للخروج معنے اور روایت ہے کہ جب آنحضرت نے خبر
موت نجاشی کی دی اور اونپر نماز ادا کرنے کا قصد کیا باہر گئے مسجد کے واسطے ادا سے نماز کے اور اگر جائز ہوتی نماز جنازہ
مسجد مین آپ نہ نکلتے بلکہ مسجد مین نماز ادا کرتے ولان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اور اسوجہ سے کہ آنحضرت نے
فرمایا ہے جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم یعنے بچاؤ تم اپنی مسجدون کو اپنے لڑکون اور دیوانون سے یعنے لڑکون کو اور
دیوانون کو مسجد مین نہ لایا کرو وکان المعنی فیہ انہ لا یؤمن من تلویث المسجد وہذا موجود فی المیت اور ہے وجہ اس
ممانعت مین یہ کہ لڑکون کی اور دیوانون کے مسجد مین آنے سے خراب ہونے مسجد کا اور ملوث ہونے مسجد کا ساتھ نجاست
کے خوف ہے اور یہ وجہ میت مین موجود ہے کہ شاید کوئی نجاست نکل آوے اور مسجد خراب ہو جاوے پس جس طرح
مسجد مین لڑکون اور دیوانون کا لانا بسبب احتمال خرابی مسجد کے مکروہ ہے اسیطرح جنازہ مسجد مین لانا بہی مکروہ ہوگا
ولان وضاس افرد واللجنائز فی سائر الامصار موضعا فی المسجد لم یکن لافراد موضع لہا معنے اور اسوجہ سے کہ تمام شہرون
مین نماز جنازہ کے واسطے علیحدہ ایک مقام لوگون نے مقرر کیا ہے اور اگر جائز ہوتی نماز جنازہ مسجد مین تو علیحدہ مکان کیون

ضرورت ہوتی وروی ابو داؤد الطیالسی اور روایت کیا ابو داؤد طیالسی نے حدثنا ابن ابی ذئب عن صالح مولیٰ التوأمۃ
کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو ابن ابی ذئب نے اونہوں نے روایت کی صالح سے قال ادرکت رجالا ممن ادرک النبی
صلے اللہ علیہ وسلم وابا بکر اذا جاؤا فلم یجدوا الا ان یصلوا فی المسجد رجعوا فلم یصلوا انتہی کہا اونہوں نے کہ دیکھا مین نے
بہت سے صحابہ کو اور اون لوگون کو جنہون نے مصاحبت ابوبکرؓ کی کی تہی کہ جب آتے نماز جنازے کے واسطے اور نہ ممکن
ہوتا اونکو مگر یہ کہ مسجد مین نماز پڑہین لوٹ جاتے تہے وہ اور نماز مسجد مین نہین پڑہتے تہے اور ابن الہمام فتح القدیر
مین لکہتے ہین اخرج ابو داؤد وابن ماجہ روایت کیا ابو داؤد و ابن ماجہ نے عن ابن ابی ذئب ابن ابی ذئب سے
عن صالح مولی التوأمۃ اونہوں نے روایت کی صالح سے عن ابی ہریرۃ اونہوں نے روایت کی ابو ہریرہ سے قال قال
رسول اللہؐ کہا اونہوں نے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے من صلے علے میت فی المسجد فلا اجر لہ جو شخص نماز پڑہیگا جنازہ پر مسجد مین
پس نہین ملیگا کچہ ثواب اوسکو ومولی التوامۃ ثقۃ لکنہ اختلط فی آخرہ اسند النسائی الی ابن معین انہ ثقۃ لکنہ اختلط
فی آخر عمرہ فمن سمع منہ قبل ذلک فہو حجۃ وکلہم علے ان ابن ذئب وراوی ہذا الحدیث عنہ سمع منہ قبل الاختلاط فوجب قبولہ
اور صالح سوائے توأمہ ثقہ ہے لیکن آخر عمر مین مختلط الحواس ہو گئے تہے پس جنے اونسے روایت قبل اختلاط کے کی اوسکی روایت
قابل قبول کے ہے اور سب اہل حدیث اس امر پر متفق ہین کہ اس حدیث کے راوی ابن ابی ذئب نے صالح سے قبل اختلاط کے
روایت کی ہے پس ضرور ہوا قبول کرنا اس حدیث کا وفی مسلم لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت عائشۃ ادخلوا بہ المسجد
حتے اصلے علیہ فانکر ذلک علیہا فقالت واللہ لقد صلے النبیؐ علی ابنی بیضاء فی المسجد سہیل واخیہ قلنا اولا واقعۃ حال
لا عموم لہا فیجوز کون ذلک کان بضرورۃ کونہ کان معتکفا ولو سلم عدمہا فانکارہم وہم الصحابۃ التابعون دلیل علے انہ
استقر بعد ذلک علے ترکہ حاصل اسکا یہ ہے کہ وہ جو روایت کی مسلم نے کہ جب وفات ہوئی سعد بن ابی وقاص کی
کہا عائشہ نے کہ انکا جنازہ مسجد مین لاؤ کہ مین بہی انپر نماز پڑہون پس انکار کیا عائشہ پر صحابہ نے پس کہا اونہوں نے
کہ تم کیون انکار کرتے ہو قسم خدا کی نماز پڑہی آنحضرتؐ نے بیضاء کے دونون پسر کے جنازے پر مسجد مین اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازے کی مسجد مین پڑہنا درست ہے پس اسکے دو جواب ہین ایک یہ کہ یہ واقعہ حال ہے
اس سے عموم نہین ثابت ہوتا ہے کیونکہ کہین آنحضرتؐ سے حکم کرنا ادا کرنے نماز جنازے کا مسجد مین بطور تشریع
عام کے نہین ثابت ہے جیسا کہ ممانعت ثابت ہے پس ہو سکتا ہے کہ یہ نماز پڑہنا آپکا مسجد مین بوجہ ضرورت
اعتکاف وغیرہ کے ہوا دوسرے یہ کہ اگر تسلیم کیا کہ وہان ضرورت نہتی پس انکار صحابہ اور تابعین کا حضرت عائشہ پر
دلیل اس امر پر ہے کہ عمل مستقر بعد اسکے ترک پر ہوا اسیوجہ سے صحابہ نے انکار کیا حاصل مقام یہ ہے کہ امام اعظم وغیرہ
نے جو حکم ممانعت کیا اوسکی چند دلیلین ہین اول حدیث من صلے علے میت فی المسجد فلا شیء لہ کہ جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ نماز جنازے کی جو شخص مسجد مین پڑہیگا اوسکو ثواب نہ ملیگا اور اس حدیث کی سند مین اگرچہ صالح راوی پر خدشہ

کیا گیا ہے مگر بنظر تحقیق وہ خدشہ لغو ہو گیا جیسا کہ سابقاً تحقیق ابن قیم وابن ہمام سے واضح ہو چکا کہ صالح کی ثقاہت
اور عدالت مین شبہہ نہین ہے البتہ وہ آخر عمر مین مختلط ہو گئے تھے اور کتب اصول حدیث مین یہ امر محقق ہے کہ ایسے
راوی کی روایتین سب مردود نہین ہوتی ہین بلکہ جو روایتین اونسے قبل اختلاط کے کی گئی ہون وہ مقبول ہوتی ہین
اور اس مقام مین صالح سے راوی ابن ابی ذئب ہین کہ اونہون نے قبل اختلاط صالح کے روایت کی ہے پس بالضرور یہ
روایت مقبول ہو گی دوسری دلیل یہ کہ صحابہ بہت سے جب جگہ نہ پاتے نماز مسجد مین نہ پڑھتے تھے جیسا کہ روایت طیالسی
سے ثابت ہے تیسرے حضرت عائشہ پر جب اونہون نے جنازہ سعد کو مسجد مین طلب کیا بہت سے صحابہ نے انکار کیا
چوتھے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فی عمرہ بجز دو شخص کے کسی اور کے جنازے پر کبھی مسجد مین نماز نہین ادا کی
اور عادت غالبیہ آپ کی یہی تھی کہ بیرون مسجد نماز ادا کرتے تھے باقی رہی حدیث عائشہ کی جسمین اونکا جنازہ سعد کو
طلب کرنا اور صحابہ منکرین پر رد فرمانا اور آنحضرت کے جنازہ فرزندان بیضا پر نماز مسجد مین پڑھنے کو بیان کرنا مذکور ہے اوسکا
جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہے کہ اگر مجوزین عائشہ کے قول سے استدلال کرین تو استدلال اونکا فاسد ہے اسوجہ سے
کہ کسی صحابی کا قول یا فعل جب اور صحابہ اوسمین مخالفت کرین حجت نہین ہوتا ہے پس اگرچہ حضرت عائشہ نے اسکو جائز رکھا
مگر اور صحابہ نے اوسپر انکار کیا پس قول عائشہ کا حجت نہین رہا اگرچہ شبہہ ہووے کہ جب عائشہ نے فعل نبوی سے استناد کیا
صحابہ نے کیون سکوت اختیار کیا اور جواب کیون نہ دیا تو جواب اوسکا یہ ہے کہ چونکہ حضرت عائشہ مجتہدین سے تھین اور
رائے اونکی موافق اس حدیث کے جواز کی طرف مائل تھی اسوجہ سے اور صحابہ نے سکوت کیا کیونکہ صحابہ کی شان عوام کے
یہ عادت نہ تھی کہ ہر وقت جھگڑا کرین اور مقابلہ مین مجتہدین کے مسائل اختلافیہ مین رد و قدح کرین پس انکا سکوت کرنا
اس امر پر دلیل نہین ہو سکتا ہے کہ انہون نے بھی موافقت حضرت عائشہ کی کر لی اگر یہ شبہہ ہووے کہ اگر اونکی رائے ممانعت
کی تھی تو انکو منع کرنا اور مقابلہ کرنا عائشہ سے ضرور تھا تو اوسکو یون دفع کرنا چاہیے کہ انکار اور ممانعت امور اجتہادیہ
اختلافیہ مین خصوصاً مقابلہ مجتہدین کچھ ضرور نہین ہے اور ایسی حالت مین سکوت کرنے مین کچھ حرج نہین ہے جیسا کہ
فتح القدیر مین ہے الا ان الذی یجب عدم السکوت معہ ہو المنکر من المعاصی لا الفصول المجتہد فیہا وہم رضی اللہ عنہم
لم یکونوا اہل لجاج خصوصاً مع من ہو من اہل الاجتہاد انتہی اور اگر مجوزین فعل نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے استناد کرین
کہ آپ نے جنازہ فرزندان بیضا پر مسجد مین نماز پڑھی تو اوسکا جواب کئی طرح پر ہے **اول** یہ کہ یہ حدیث فعلی ہے
کہ آپ نے فقط ایک مرتبہ نماز جنازہ مسجد مین ادا کی اور حدیث ممانعت کی جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے قولی ہے
اور کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین مصرح ہے کہ جب حدیث قولی اور حدیث فعلی مین تعارض و تخالف واقع ہووے
تو حدیث قولی مقدم ہوتی ہے اور اوسیکو دوسری حدیث پر ترجیح ہوتی ہے ابو بکر حازمی کی کتاب الناسخ والمنسوخ
مین بحث ذکر طرق ترجیحات مین مسطور ہے الوجہ السابع والثلثون ان یکون احد الحدیثین قولا والآخر فعلا فالقول

ابلغ فی البیان ولان الناس لم یختلفوا فی کون قوله حجة واختلفوا فی اتباع فعله ولان الفعل لا یدل بنفسه علی شئ بخلاف

القول فیکون اقوی انتہی یعنی چونتیسوین وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ ایک دو حدیث سے کہ وہ دونون متعارض ہون قول نبوی ہوا اور دوسرا فعل نبوی ہو پس قول آپ کا مرجح ہوگا اسوجہ سے کہ قول بیان احکام شرعیہ مین ابلغ ہی بخلاف فعل کے اور اسوجہ سے کہ قول نبوی کا حجت ہونا اور واجب الاتباع ہونا متفق علیہ ہے اور فعل نبوی کے واجب الاتباع ہونے مین اختلاف ہو اور اسوجہ سے کہ فعل نہین دلالت کرتا ہے بذاتہ کسی حکم پر بخلاف قول کے کہ وہ موضوع ہی واسطے بیان حکم کے پس اس مقام مین حدیث ممانعت کو ترجیح ہوگی حدیث جواز پر دوسری یہ کہ حدیث سنن ابو داود وغیرہ کی ممانعت پر دال ہے اور حدیث صحیح مسلم کی جواز پر دال ہے اور کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین مذکور ہی کہ جب دو حدیثون مین اس طرح کا تخالف واقع ہو تو حدیث ممانعت پر احتیاطاً عمل اولی ہوگا ابوبکر حازمی نے ترقیم کیا ہے

لانه اذا اجتمع ما يبيح وما يحظر غلب جانب الحظر لان الاثم حاصل فی فعل المحظور ولا اثم فی ترک المباح فکان الترک اولی انتہی

یعنے اسوجہ سے کہ جب جمع ہووے ایک دلیل مباح کرنے والی کسی چیز کو اور ایک دلیل ممنوع کرنے والی اوسکو غالب کیا جاویگا طرف ممانعت کا اس سبب سے کہ ممنوع کی کرنے مین گناہ ہی اور مباح کی چھوڑنے مین گناہ نہین ہے پس ترک ایسی چیز کا بہتر ہوگا پس اس مقام مین ہرگاہ حدیث عائشہؓ سے جواز ادائے نماز جنازہ کا مسجد مین ثابت ہوا اور دوسری حدیث سے ممنوع ہونا ثابت ہوا بالضرور ترجیح دینا حدیث ممانعت کا ضرور ہوگا تیسری یہ کہ حدیث عائشہؓ کی صرف ایک واقعہ حال پر دلالت کرتی ہے کہ آن حضرتؐ نے دو ایک دفعہ نماز جنازہ مسجد مین پڑھی اور یہ امر اس سے نہین ثابت ہوتا ہے کہ یہ امر عموماً ہر شخص کو ہر وقت مین جائز ہے کیونکہ کتب اصول مین مذکور ہے کہ واقعہ حال مین عموم نہین ہوتا ہی تنقیح الاصول مین مسطور ہی حکایة الفعل لا تعم لان الفعل المحکی عنه واقع علی صفة معینة نحو صلی النبی صلی الله علیه وسلم فی الکعبة انتہی اور حدیث ممانعت بطور عموم وارد ہے پس یہ ظاہر اور وہ مرجح ہوگی چوتھی یہ کہ کتب حدیث و تواریخ سے ثابت ہے کہ مقام نماز جنازہ آن حضرتؐ کے زمانہ مین مسجد نبوی کے باہر مقرر تھا اور آن حضرتؐ اکثر نماز وہین ادا کرتے تھے اور بجز دو ایک مرتبہ کے کبھی آپ سے نماز جنازہ مسجد مین نہین ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر نماز جنازہ مسجد مین بلا کراہت جائز ہوتی آپ اکثر باہر مسجد کے بجائے بلکہ مسجد ہی مین اکثر ادا فرماتے اور بیرون مسجد ایک مقام نماز جنازہ کا مقرر نفرماتے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ نماز جنازہ عبادت ہے اور عبادت مسجد مین بہتر ہے پس آپ کی عادت غالبہ و طریقہ مستمرہ پر عمل کرنا دو ایک مرتبہ کے فعل پر عمل کرنے سے اولے و ارجح ہوگا پانچوین یہ کہ نماز جنازہ فرزندان بیضا پر مسجد مین پڑھنا جو آپ سے صادر ہوا محتمل ہے کہ کسی عذر خاص سے ہوا ہو مثلاً یہ کہ آپ معتکف ہون باہر نہ جا سکتے ہون یا یہ کہ پانی برستا ہو بیرون مسجد نماز نہو سکتی ہو یا یہ کہ اونکی دفن مین عجلت مناسب ہو اور بیرون مسجد جانے میں تاخیر ہوتی ہو سوا اسکے اور بھی بہت سے اعذار و احتمالات نکل سکتے ہین پس باوجود تعارض

ان احتمالات کے کیونکر اس قصہ سے جواز بلا کراہت کا حکم مطلقاً درست ہو سکتا ہے جیسی یہ کہ ممکن ہو کہ آپ نے
وہ ایک مرتبہ نماز جنازہ مسجد میں بیان جواز کے واسطے پڑھی ہو تا لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ مسجد میں پڑھنے سے
ذمہ پاک ہو جاتا ہے اور فرض ادا ہو جاتا ہے نظیریں اسکی کتب احادیث میں بکثرت ہیں دیکھیے آپ نے کھڑے
ہو کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایک مرتبہ بیان جواز کے واسطے آپ نے خود کھڑے ہو کے پیشاب کر لیا ہے
و ایسی ہی قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے پیشاب کرنی یا پائخانہ پھرنے سے منع فرمایا ہے اور اسی وجہ سے بیان جواز کے
واسطے آپ نے قبلہ رخ ایک مرتبہ پیشاب کیا ہے تفصیل اسکی کتب حدیث صحاح ستہ اور اوسکی شروح میں موجود
پس ایسی ہی اگر وہ ایک مرتبہ بیان جواز کے واسطے آپ نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی تو اس سے جواز اوسکا مطلقاً
ثابت نہیں ہوتا ہے اگر کوئی جاہل کہے کہ حدیث جواز کی صحیح مسلم میں ہے اور حدیث ممانعت کی سنن ابو داؤد میں ہے اور حدیث صحیحین کے مقدم ہے حدیث غیر
صحیحین پر مطلقاً تو جواب اسکا یہ ہے کہ تقدیم حدیث صحیحین کی صرف باعتبار قوت اسناد کے ہے لیکن بقرائن خارجیہ و وجوہ ترجیحات اصولیہ حدیث غیر صحیحین
حدیث صحیحین پر مقدم ہو جاتی ہے جیسا کہ شرح نخبہ وغیرہ میں مذکور ہے **قولہ** (۱۲۱) ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ
فرض نماز کی پچھلی دو رکعتوں میں آدمی کو اختیار ہے خواہ چپکا رہے یعنے کچھ نہ پڑھے خواہ پڑھے خواہ سبحان اللہ
اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلے میں خلاف کیا بخاری اور مسلم کی حدیث ابو قتادہ کا **اقول** ہرگز
نہیں اس وجہ سے کہ حدیث ابو قتادہ سے اسیقدر ثابت ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی اول دو رکعت
میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے اور اخیر دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے پس اگر امام اعظم کا مذہب
یہ ہوتا کہ اخیر دو رکعت میں قرآن کا پڑھنا درست نہیں ہے تو البتہ اس حدیث کے وہ مخالف قرار دیے جاتے اونکا
مذہب تو یہ ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں قراءت قرآن فرض نہیں ہے اگر کچھ نہ پڑھیگا تب بھی فرض ادا ہو جاوے گا
لیکن قرآن پڑھنے کی سنت ہونے کا اونسے انکار منقول نہیں ہے اور اس حدیث سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسیقدر کہ فاتحہ
پڑھنا سنت ہے پس درمیان مذہب امام اعظم کے اور اس حدیث کے کیا مخالفت ہوئی ہاں اگر اس حدیث سے
یہ ثابت ہوتا کہ فاتحہ پڑھنا پچھلی رکعتوں میں بھی فرض ہے یا امام سے یہ منقول ہوتا کہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھنا سنت
نہیں یا مکروہ ہے تو البتہ مخالفت ہوتی ہے عبارات کتب معتبرہ کو دیکھیے اور امام کی دلیل کو سمجھیے اور راہ انصاف
اقرار کیجیے ؎ ظلم جو کرتا ہے تو ڈرتا نہیں انجام سے ۔ رو سیہ ہوتا ہے اکدن خط عنبر فام سے ۔ بحر الرائق میں ہے
وفی البدائع یعنے بدائع شرح تحفۃ الفقہا میں ہے کہ ہذا التخییر مروی عن علی و ابن مسعود یہ تخییر جو امام سے منقول ہے کہ
پچھلی رکعتوں میں اختیار ہے قراءت قرآن کرے خواہ تسبیح و تہلیل ادا کرے خواہ چپکا کھڑا رہے مروی ہے حضرت علی
اور عبداللہ بن مسعود سے ومما لا یدرک بالرای فہو کالمرفوع انتہی اور یہ مسئلہ اوس قسم سے ہے کہ اجتہاد کو اوس میں دخل
نہیں ہے پس قول صحابی کا ایسے امر میں حکم میں حدیث مرفوع کی ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ مصنف ہدایہ اور شیخ ابن

علی اور ابن مسعود سے روایت ہے کہا اون دونوں نے اقرأ فی الاولیین وسبح فی الاخریین یعنے پڑھ تو قرآن اول دو
رکعتوں میں اور تسبیح کر اخیر دو رکعت میں اور موطا امام محمد وغیرہ میں علقمہ سے مروی ہے ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرؤ
خلف الامام فیما یجہر فیہ وفیما یخافت فیہ لا فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلے وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب
وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئاً یعنے تحقیق کہ ابن مسعود نہیں پڑھتے تھے قرآن پیچھے امام کے نہ نماز جہری میں جیسے
صبح اور مغرب اور نہ نماز سری میں جیسے ظہر اور عصر نہ پہلے دو رکعت میں اور نہ پچھلی دو رکعت میں اور جب تنہا نماز پڑھتے
تو پڑھتے تھے اول دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت اور نہیں پڑھتے تھے پچھلی دو رکعت میں کچھ اور ظاہر ہے کہ
یہ مسئلہ اجتہادی نہیں ہے تا یہ خیال ہووے کہ ان صحابہ نے اپنی اجتہاد سے یہ امر کیا کیونکہ نماز کے ارکان اور سنن وغیرہ
اجتہاد سے معلوم نہیں ہوسکتے ہیں اور مجتہدین اس بات میں عقل کو دخل نہیں دیسکتے ہیں اور سابقاً شرح نخبہ وغیرہ کی
عبارت سے معلوم ہوچکا کہ قول اور فعل صحابی کا ایسا کہ اجتہاد کو اوسمیں مداخلت نہو محمول ہے اس امر پر کہ اونھوں نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوس امر کو سیکہا ہوگا کیونکہ صحابی کی شان سے بعید ہے کہ بغیر دریافت کرنے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے امور اپنی عقل سے کرنے لگے پس ثابت ہوا کہ پچھلی دو رکعت میں اختیار ہونا درمیان اسکے کہ
قرآن پڑہی یا سبحان اللہ کہی یا چپکا کہڑا رہے اور قرأت قرآن کا ضروری اور فرض نہونا جو ان صحابہ سے منقول ہے حکم میں
حدیث مرفوع کے ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسی وجہ سے امام اعظم نے حکم دیا کہ پچھلی رکعتوں میں
قرآن پڑہنا فرض نہیں ہے بلکہ نمازی کو اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے باقی رہی حدیث ابو قتادہ وغیرہ
اوسکے موافق امام بھی پچھلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑہنا سنت کہتے ہیں موطا امام محمد میں مرقوم ہے السنۃ ان تقرء
فی الفریضۃ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب وان لم تقرء فیہما اجزاک وان سبحت فیہما
اجزاک وہو قول ابی حنیفۃ انتہی یعنے سنت یہ ہے کہ پڑہی تو فرض کی اول دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت اور
پچھلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ فقط اور اگر نہ پڑھیگا تو پچھلی رکعتوں میں کافی ہوگا تجھکو اور اگر سبحان اللہ کہیگا ان دونوں میں
کافی ہوگا تجھکو اور یہ قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلے میں محیط رضی الدین سرخسی سے منقول ہے
فی ظاہر الروایۃ ان القراءۃ سنۃ فی الاخریین ولو سبح فیہما ولم یقرء لم یکن مسیئا وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہا فیہما واجبۃ حتے
لو ترکہا ساہیا لزمہ سجود السہو انتہی یعنے ظاہر روایت امام اعظم سے یہ ہے کہ قرآن پڑہنا پچھلی دو رکعت میں سنت ہے اور اگر
صرف سبحان اللہ کہیگا ان دونوں میں اور نہ پڑھیگا قرآن نہ گنہگار ہوگا یعنے ایسا گنہگار جیسے ترک فرض اور واجب سے ہوتا ہے
اور روایت کیا ہے حسن ابن زیاد نے امام سے کہ قرآن پڑہنا پچھلی رکعتوں میں واجب ہے یہانتک کہ اگر چھوڑ دیگا اوسکو اور صرف
سبحان اللہ کہیگا یا چپکا کہڑا رہیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اے اتہام کرنے والو اور اعتراض کرنے والو ذرا ہوش سے ان عبارات کو
اور ایسی اور عبارات کتب حنفیہ کو دیکھو اور اپنے اعتراض مہمل سے توبہ کرو اور اس قول [illegible]

یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل یاد رکھیگا ۔ اس دار مکافات مین سن ای غافل ۔ سیاد کرے گا آج کل یاد رکھیگا ۔ قولہ ہدایہ وغیرہ
فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد دونون کانون تک ہاتہ اوٹھائے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام عمر نے
اس مسئلہ مین خلاف کیا ان تین حدیثون کا ۔ اقول ۔ ناحق یہ تراقیط مین آنا نہین اچھا ۔ اسمین سخت رنج ہوگا لانا نہین اچھا
جو تیر نظر سے جگر اور دل کو اوڑا دے ۔ ایسے کی نگاہون مین سمانا نہین اچھا ۔ ہمکو بڑا افسوس آپ کی بربادی محنت اوقات [illegible] پر
ہوتا ہے اور آپ کی ان حرکات جاہلانہ و متعصبانہ سے تعجب ہوتا ہے اتنے نفسانیت اور بیدادی [illegible] حقانیت
جو حدیثین کانون تک ہاتہ اوٹھانے کے باب مین وارد ہین اور حنفیہ کے موافق ہین اور کتب صحاح ستہ وغیرہ مین بافراط حدیث
اوس سے مالامال ہین وہ آپ کو نہ سوجہین صرف دو تین حدیثین جو بظاہر مخالف ہین نظر پڑ گئین ذرا آنکہہ کہول کے ادہر کان
لگا کے سنئے صحیح مسلم مین وائل بن حجر سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوۃ وکبر و وضعہما
حیال اذنیہ یعنے تحقیق آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوٹھایا دونون ہاتھون کو جب کہ داخل ہوئے نماز مین اور تکبیر کہی
اور رکہا دونون ہاتہ کو بوقت اوٹھانے کے مقابل دونون کان کے اور یہی حدیث سنن ابو داؤد اور سنن نسائی اور معجم طبرانی
اور سنن دارقطنی وغیرہ مین بھی موجود ہے اور یہی صحیح مسلم مین مالک بن الحویرث سے روایت ہے ان رسول اللہ کان اذا
کبر رفع یدیہ حتے یحاذی بہا اذنیہ یعنے تہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے اوٹھاتے تہے دونون ہاتھون کو
یہان تک کہ برابر دونون کان کے کر دیتے اور یہی صحیح مسلم مین مالک سے روایت ہے انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ
حتے یحاذی بہا فروع اذنیہ یعنے دیکہا مین نے آن حضرت کو کہ اوٹھائے آپ نے دونون ہاتہ اپنے یہان تک کہ مقابل کر دیا
دونون کان کے کنارون کے اور مسند امام احمد اور مسند اسحق بن راہویہ اور سنن دارقطنی وغیرہ مین براء بن عازب سے مروی ہے
کان رسول اللہ اذا صلی رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ حذاء اذنیہ یعنے تہے آن حضرت کہ جب نماز پڑہتے اوٹھاتے دونون ہاتھون کو
یہان تک کہ ہو جاتے دو انگوٹھے مقابل دونون کان آپکے اور مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی اور سنن بیہقی مین انس سے
روایت ہے رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر فحاذی بابہامیہ اذنیہ یعنے دیکہا مین نے آن حضرت کو کہ تکبیر تحریمہ کہی اور
ہاتہ اوٹھایا پس مقابل کیا اپنے دونون انگوٹھون کو دونون کانون کے اور سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی مین
مالک بن الحویرث سے روایت ہے رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر و اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع
حتے یبلغ بہا فروع اذنیہ یعنے دیکہا مین نے آن حضرت کو کہ اوٹھاتے تہے دونون ہاتہ کو جب کہ تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع
کرتے اور جب رکوع سے سر اوٹھاتے یہانتک کہ پہونچاتے اون دونون کو مقابل کنارون کان کے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
مین براء بن عازب سے روایت کی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ قریبا
من شحمتی اذنیہ یعنے تہے آن حضرت کہ جب تکبیر کہتے تہے شروع نماز مین اوٹھاتے تہے دونون ہاتہ اپنے یہان تک کہ ہوتے
دونون انگوٹھے قریب دونون کان کے نیچے کے کنارون کی اور یہی طحاوی نے وائل سے روایت کی انہ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وائیلہ یرفع یدیہ حذاء اذنیہ یعنے آیا مین آن حضرت کے پاس پس دیکھا آپ کو کہ اوٹھاتے تھے دونون ہاتھون کو مقابل دونون کان کے
آن احادیث سے جو باسانید معتبرہ کتب معتمدہ مین موجود ہین حنفیہ کا مذہب بخوبی ثابت ہوتا ہی پس جو شخص کہے کہ حنفیہ کا
مذہب اس بحث مین احادیث کے خلاف ہی وہ جھوٹا ہی باقی وہ حدیثین جنمین یہ مروی ہے کہ آن حضرتؐ ہاتھون کو مونڈھون تک
اوٹھاتے تھے جیسے حدیث ابو حمید ساعدی جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہی اور حدیث ابن عمرؓ جو صحیحین مین مروی ہے
اونکی صحت مین کسیکو گفتگو نہین ہے لیکن بعض حنفیہ اوسکو حالت عذر پر محمول کرتے ہین جیساکہ طحاوی نے بتحقیق تمام لکھا ہے
اور استشہاد لاتا ہے حدیث وائل کے جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے کیا ہی کیونکہ اوسمین یون وارد ہے کہ مین آن حضرتؐ
کے پاس حاضر ہوا پس دیکھا آپ کو کہ ہاتھ اوٹھاتے تھے کانون تک بعد اوسکے دوسرے سال ایام سرما مین آپ کے پاس
حاضر ہوا اور وہ لوگ یعنے صحابہ بسبب سردی کے چادرین اوڑھے ہوئے تھے اور چادرون کے اندر ہاتھ اپنے مونڈھون تک
اوٹھاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانا بسبب عذر سردی کے تھا یہی حاصل ہی اس عبارت طحاوی کا

الرفع الی المنکبین کان لعذر لان وائل قال ثم اتیتہ من العام المقبل وعلیہم الاکسیۃ البرانس فکانوا یرفعون ایدیہم فیہا واشار
شریک الی صدرہ فاخبر وائل بن حجر فی حدیثہ ہذا ان رفعہم الی مناکبہم انما کان لان ایدیہم تحت الثیاب واخبر انہم کانوا یرفعون
اذا کانت ایدیہم لیست فی ثیابہم الی حذو اذانہم فاعملنا روایتہ کلہا فجعلنا الرفع اذا کانت الیدان فی الثیاب بعلۃ البرد
الی منتہی ما یستطاع الرفع الیہ وہو المنکبان واذا کانتا بادیتین یرفعہما الی الاذنین کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی

اور بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ ان دونون حدیثون مین کچھ مخالفت نہین ہے کیونکہ جب کوئی شخص کانون تک ہاتھ اوٹھاوےگا
اس طرح پر کہ دونون انگوٹھے کان کے نیچے کے کنارے کے مقابل ہون کسیقدر ہاتھ کی ہتھیلی مونڈھون کے مقابل رہیگی
پس یہ بھی اوسپر اطلاق ہو سکتا ہے کہ اسنے ہاتھ مونڈھے تک اوٹھایا کیونکہ ہاتھ تو نام ہے اونگلیون سے آخر تک نہ صرف
اونگلیون کا اور تصریح اسکی روایت وائل مین سنن ابو داؤد مین موجود ہے کہ اونہون نے دیکھا آن حضرتؐ کو کہ اوٹھائے
آپنے دونون ہاتھ اس طور پر کہ مقابل مونڈھون کے ہو گئے اور انگوٹھے کانون کے مقابل ہو گئے یہی حاصل ہے اس
عبارت فتح القدیر کا ولا معارضۃ فان محاذاۃ الشحمتین بالابہامین تسوغ حکایۃ محاذاۃ الیدین بالمنکبین والاذنین لان
طرف الکف مع الرسغ یحاذی المنکب او یقاربہ والکف نفسہ یحاذی الاذن والید یقال علی الکف الی اعلاہا فالذی نص
علی محاذاۃ الابہامین بالشحمتین وفق فی التحقیق بین الروایتین فوجب اعتبارہ ثم رأینا روایۃ ابی داود عن وائل صریحۃ فیہ
قال انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ فرفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی بابہامیہ اذنیہ انتہی اور
نووی کی شرح صحیح مسلم مین موجود ہے المشہور من مذہبنا ومذہب الجماہیر انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع
اذنیہ ای اعلاہا وابہاماہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ وبہذا جمع الشافعی بین روایات الحدیث فاستحسن الناس منہ انتہی حاصل
اسکا یہ ہے کہ مشہور مذہب شافعیہ اور مذہب جمہور علماء کا یہ ہے کہ اوٹھاوے دونون ہاتھون کو اسطرح پر کہ کنارے اونگلیون کے

مقابل کانون کے اوپر کے کنارون کے ہوتین اور دونون انگوٹھے کانون کے نیچے کنارے کے مقابل ہوتین اور ہتھیلیان
برابر مونڈہون کے ہوتین اور ساتہ اسی طریقے کے تطبیق دی ہے امام شافعی نے درمیان روایات حدیث کے یعنے اون
روایتون مین جنمین کانون تک ہاتہ اوٹھانا آیا ہی اور اون روایتون مین جنمین مونڈہون تک ہاتہ اوٹھانا آیا ہے پس اچھا سمجھا
اس تقریر شافعی کو علمانے اور تعریف کی اسکی اور یہی حاصل ہی اس عبارت ملا الہداد جونپوری کا حاشیہ ہدایہ مین ذہبنا
ومذہب الحجازیین انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع اذنیہ وابہاماہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ جمع
الشافعی بین الروایات فلا اختلاف بیننا وبینہ فی الحقیقۃ کما علیہ مطالع الکتب انتہی اور بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ دونون
حدیثین یعنے مونڈھون تک ہاتہ اوٹہانے کے اور کانون تک ہاتہ اوٹھانے کی صحیح ہین اور اختلاف احوال پر محمول ہین کہ کبھی آنحضرت
نے مونڈھون تک ہاتہ اوٹہائے اور کبھی کانون تک پس اس باب مین وسعت ہی اور عمل دونون پر درست ہی ملا علی قاری سند امام
شرح مسند الامام مین لکھتے ہین الاظہر انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ من غیر تقیید الی ہیئۃ خاصۃ فاحیانا کان یرفع
یدیہ الی حیال منکبیہ واحیانا الی شحمتی اذنیہ انتہی یعنے اظہر یہ ہے کہ آنحضرت ہاتہ اوٹہانے مین کسی طریقہ خاصہ کے مقید نتھے
بلکہ کبھی مونڈہون تک اوٹہاتے تھے اور کبھی کانون تک پس جس صحابی نے جو دیکھا اوسکے موافق روایت کر دیا اور عینی شرح
ہدایہ مین لکھتے ہین قلت لا حاجۃ الی ہذہ التکلفات وقد صح الخبر فیما قلنا وفیما قالہ الشافعی فاختار الشافعی حدیث ابی حمید
واختار اصحابنا حدیث وائل انتہی یعنے نہین ضرورت ہے ان تکلفات کی یعنے حدیث ابوحمید کو عذر پر محمول کرنے کی جیسا
طحاوی نے لکہا ہے اور تحقیق صحیح وارد ہوئی حدیث موافق ہمارے مذہب کے اور موافق مذہب شافعی کے پس انہون نے
اختیار کیا حدیث ابی حمید کو اور ہمنے اختیار کیا حدیث وائل کو اور بہی عینی لکھتے ہین قال ابوعمر بن عبدالبر اختلفت الآثار
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعن الصحابۃ ومن بعدہم فی کیفیۃ رفع الیدین فروی انہ کان یرفع فوق الاذنین وروی عنہ
انہ کان یرفع حذاء اذنیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما حذو منکبیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما الی صدرہ وکلہا آثار محفوظۃ مشہورۃ
انتہی یعنے کہا ابن عبدالبر مالکی نے کہ مختلف ہوئین روایتین آنحضرت سے اور صحابہ اور تابعین سے کیفیت ہاتہ اوٹہانے
مین پس ایک روایت مین ہے کہ کانون کے اوپر تک اوٹہاتے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل دونون کانون کے
اور ایک روایت مین ہی کہ مقابل مونڈہون کے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل سینے کے ہاتہ اوٹہاتے تھے اور یہ سب
روایتین صحیح اور ثابت اور مشہور ہین بعد اسکے عینی نے لکہا وہذا یدل علی التوسعۃ فی ذلک انتہی یعنے یہ اختلاف دلالت
کرتا ہے اس امر پر کہ اس باب مین وسعت ہے اور اختلاف احوال پر ان روایتون کا اختلاف محمول ہے خلاصہ مرام یہ ہی
کہ یہ کہنا کہ مذہب حنفیہ کا مخالف حدیث کے ہی اور یہ کہنا کہ حدیث مین صرف مونڈہون تک ہاتہ اوٹہانا ثابت ہے نہ کانون تک
محض مغالطہ ہی ہاں البتہ یہ جو بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ وقت ہاتہ اوٹہانے کے دونون انگوٹھون سے کانون کو چہوئے جیسا کہ
قنیہ اور فتاوی قاضی خان اور مختارات النوازل اور ظہیریہ مین مذکور ہی اسکا ثبوت روایات حدیث مین نہین ہے

علی اور ابن مسعود سے روایت ہے کہا اون دونون نے اقرأ فی الاولیین وسبح فی الآخرین یعنے پڑہ تو قرآن اول دو رکعت مین اور تسبیح کر اخیر دو رکعت مین اور موطا امام محمد وغیرہ مین علقمہ سے مروی ہے ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرؤ خلف الامام فیما یجہر فیہ وفیما یخافت فیہ لا فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلے وحدہ قرء فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرء فی الاخریین شیئاً یعنے تحقیق کہ ابن مسعود نہین پڑہتے تہے قرآن پیچہے امام کے نہ نماز جہری مین جیسے صبح اور مغرب اور نہ نماز سری مین جیسے ظہر اور عصر نہ پہلے دو رکعت مین اور نہ پچہلی دو رکعت مین اور جب تنہا نماز پڑہتے تو پڑہتے تہے اول دو رکعت مین سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت اور نہین پڑہتے تہے پچہلی دو رکعت مین کچہ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی نہین ہے تا یہ خیال ہووے کہ ان صحابہ نے اپنی اجتہاد سے یہ امر کیا کیونکہ نماز کے ارکان اور سنن وغیرہ اجتہاد سے معلوم نہین ہو سکتے ہین اور مجتہدین اس بات مین عقل کو دخل نہین دے سکتے ہین اور سابقا شرح کبیر وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ قول اور فعل صحابی کا ایسا کہ اجتہاد کو اوسمین مداخلت نہو محمول ہے اس امر پر کہ اونہون نے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوس امر کو سیکہا ہوگا کیونکہ صحابی کی شان سے بعید ہے کہ بغیر دریافت کرنے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے امور اپنی عقل سے کرنے لگے پس ثابت ہوا کہ پچہلی دو رکعت مین اختیار ہونا درمیان اسکے کہ قرآن پڑہے یا سبحان اللہ کہے یا چپکا کہڑا رہے اور قرأت قرآن کا ضروری اور فرض نہونا جو ان صحابہ سے منقول ہے حکم مین حدیث مرفوع کے ہے اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسی وجہ سے امام اعظم نے حکم دیا کہ پچہلی رکعتون مین قرآن پڑہنا فرض نہین ہے بلکہ نمازی کو اختیار ہے چاہے پڑہے چاہے نہ پڑہے باقی رہی حدیث ابو قتادہ وغیرہ اوسکے موافق امام بہی پچہلی رکعتون مین سورۂ فاتحہ پڑہنا سنت کہتے ہین موطا امام محمد مین مرقوم ہے السنۃ ان تقرؤ فی الفریضۃ فی الرکعتین الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب وان لم تقرء فیہما اجزاک وان سبحت فیہما اجزاک وہو قول ابی حنیفۃ انتہی یعنے سنت یہ ہے کہ پڑہے تو فرض کی اول دو رکعت مین سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت اور پچہلی رکعتون مین سورۂ فاتحہ فقط اور اگر نہ پڑہیگا تو پچہلی رکعتون مین کافی ہوگا تجہکو اور اگر سبحان اللہ کہہ لیگا ان دونون مین کافی ہوگا تجہکو اور یہ قول ہے امام ابو حنیفہ کا اور حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی مین محیط رضی الدین سرخسی سے منقول ہے فی ظاہر الروایۃ ان القراءۃ سنۃ فی الاخریین ولو سبح فیہما ولم یقرء لم یکن مسیئا وروی الحسن عن ابی حنیفۃ انہا فیہما واجبۃ حتے لو ترکہا ساہیا یلزمہ سجود السہو انتہی یعنے ظاہر روایت امام اعظم سے یہی ہے کہ قرآن پڑہنا پچہلی دو رکعت مین سنت ہے اور اگر صرف سبحان اللہ کہیگا ان دونون مین اور نہ پڑہیگا قرآن تو گنہگار ہوگا یعنے ایسا گنہگار جیسے ترک فرض اور واجب سے ہوتا ہے اور روایت کیا ہے حسن ابن زیاد نے امام سے کہ قرآن پڑہنا پچہلی رکعتون مین واجب ہے یہانتک کہ اگر چہوڑ دیگا اوسکو اور سہواً سبحان اللہ کہیگا یا چپکا کہڑا رہیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا اسکا اہتمام کرنا واجب ہوا اعتراض کرنے والو ذرا ہوش سے ان عبارات کو اور انہین اور عبارات کتب حنفیہ کو دیکہو اور اپنے اعتراض مہمل سے توبہ کرو اور اس قول کو [illegible] کہ ... ان پر جو کوئی گنہگار ہوگا

یہ یاد رہے وہ بہی نہ کل یاد رہیگا + اس واردکاتات مین حسن اداے فاضل + نبیاد کریگا آج کل یاد رہیگا + قولہ ہدایہ وغیرہ
فقہ کی کتابون مین لکہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت مرد دونون کانون تک ہاتہ اوٹہائے اور یہ مذہب ہمارا امام اعظم کا ہے امام اعظم
اس مسئلہ مین خلاف کیا ان تین حدیثون کا اقول نے ناحق یہ ترا غیظ مین آنا نہین اچہا + اسمین سخن رنج کے لانا نہین اچہا
جو تیر نظر سے جگر اور دل کو اوڑا دے + ایسے کی نگاہون مین جانا نہین اچہا + ہمکو بڑا افسوس آپکی بربادی کا [illegible]
ہوتا ہے اور آپ کی ان حرکات جاہلانہ و متعصبانہ سے تعجب ہوتا ہے اکثر رسے نفسانیت اور پہر اوسپر دعوے حقانیت
جو حدیثین کانون تک ہاتہ اوٹہانے کی باب مین وارد ہین اور حنفیہ کے موافق ہین اور کتب صحاح ستہ وغیرہ دفاتر حدیث
اوس سے مالا مال ہین وہ آپ کو نہ سوجہین صرف وہ تین حدیثین جو بظاہر مخالف ہین نظر پڑ گئین ذرا آنکہ کہولیے اور کان
لگا کے سنیے صحیح مسلم مین وائل بن حجر سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوۃ وکبر وضعہما
حیال اذنیہ یعنے تحقیق آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوٹہایا دونون ہاتہون کو جب کہ داخل ہوے نماز مین اور تکبیر کہی
اور رکہا دونون ہاتہ کو بوقت اوٹہانے کے مقابل دونون کان کے اور یہی حدیث سنن ابو داؤد اور سنن نسائی اور معجم طبرانی
اور سنن دارقطنی وغیرہ مین بہی موجود ہے اور بہی صحیح مسلم مین مالک بن الحویرث سے روایت ہے ان رسول اللہ کان اذا
کبر رفع یدیہ حتے یحاذی بہما اذنیہ یعنے تہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے اوٹہاتے تہے دونون ہاتہون کو
یہان تک کہ برابر دونون کان کے کر دیتے اور بہی صحیح مسلم مین مالک سے روایت ہے انہ راے النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ
حتے یحاذی بہما فروع اذنیہ یعنے اونہون نے دیکہا آن حضرت کو کہ اوٹہائے آپ نے دونون ہاتہ اپنے یہان تک کہ مقابل کر دیے
دونون کان کے کنارون کے اور مسند امام احمد اور مسند اسحق بن راہویہ اور سنن دارقطنی وغیرہ مین براء بن عازب سے مروی ہے
کان رسول اللہ اذا صلی رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ حذاء اذنیہ یعنے تہے آن حضرت کہ جب نماز پڑہتے اوٹہاتے دونون ہاتہون
یہان تک کہ ہو جاتے دونو انگوٹہے مقابل دونون کان آپکے اور مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی اور سنن بیہقی مین انس سے
روایت ہے رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر فحاذی بابہامیہ اذنیہ یعنے دیکہا مین نے آن حضرت کو کہ تکبیر تحریمہ کہی اور
ہاتہ اوٹہایا پس مقابل کیا اپنے دونون انگوٹہون کو دونون کانون سے اور سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی مین
مالک بن الحویرث سے روایت ہے رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا کبر واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع
حتے یبلغ بہما فروع اذنیہ یعنے دیکہا مین نے آن حضرت کو کہ اوٹہاتے تہے دونون ہاتہ کو جب کہ تکبیر تحریمہ کہتے اور جب رکوع
کرتے اور جب رکوع سے سر اوٹہاتے یہانتک کہ پہونچاتے اون دونون کو مقابل کنارون کان کے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار
مین براء بن عازب سے روایت کی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتے تکون ابہاماہ قریبا
من شحمتی اذنیہ یعنے تہے آن حضرت کہ جب تکبیر کہتے تہے شروع نماز مین اوٹہاتے تہے دونون ہاتہ اپنے یہان تک کہ ہوتے
دونون انگوٹہے قریب دونون کان کے نیچے کے کنارون کی اور بہی طحاوی نے وائل سے روایت کی اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ورایتہ یرفع یدیہ حذاء اذنیہ یعنے آیا مین آن حضرتؐ کے پاس پس دیکھا آپ کو کہ اوٹھاتے تہے دونون ہاتھون کو مقابل دونون کان کے
آن احادیث سے جو باسانید معتبرہ کتب معتمدہ مین موجود ہین حنفیہ کا مذہب بخوبی ثابت ہوتا ہی پس جو شخص کہے کہ حنفیہ کا
مذہب اس بحث مین احادیث کے خلاف ہی وہ جہوٹا ہی باقی رہین وہ حدیثین جنمین یہ مروی ہے کہ آن حضرتؐ ہاتھون کو مونڈہون تک
اوٹھاتے تہے جیسے حدیث ابو حمید ساعدی جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہی اور حدیث ابن عمرؓ جو صحیحین مین مروی ہے
اونکی صحت مین کسیکو گفتگو نہین ہے لیکن بعض حنفیہ اوسکو حالت عذر پر محمول کرتے ہین جیساکہ طحاوی نے بتحقیق تمام لکہا ہے
اور استفاد ساتہ حدیث وائل کے جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے کیا ہی کیونکہ اوسمین یون وارد ہے کہ مین آن حضرتؐ
کے پاس حاضر ہوا پس دیکھا آپ کو کہ ہاتھ اوٹھاتے تہے کانون تک بعد اوسکے دوسرے سال ایام سرما مین آپ کے پاس
حاضر ہوا اور وہ لوگ یعنے صحابہ بسبب سردی کے چادرین اوڑہے ہوے تہے اور چادرون کے اندر ہاتہ اپنے مونڈہون تک
اوٹہاتے تہے اس سے معلوم ہوا کہ مونڈہون تک ہاتہ اوٹہانا بسبب عذر سردی کے تہا یہی حاصل ہی اس عبارت طحاوی کا

الرفع الی المنکبین کان لعذر لان وائل قال ثم اتیتہ من العام المقبل وعلیہم الاکسیۃ البرانس فکانوا یرفعون ایدیہم فیہا واشار
شریک الی صدرہ فاخبر وائل بن حجر فی حدیثہ ہذا ان رفعہم الی مناکبہم انما کان لان ایدیہم تحت الثیاب واخبر انہم کانوا یرفعون
اذا کانت ایدیہم لیست فی ثیابہم الی حذو آذانہم فاعملنا روایتہ کلہا فجعلنا الرفع اذا کانت الیدان فی الثیاب لعلۃ البرد
الی منتہی ما یستطاع الرفع الیہ وہو المنکبان واذا کانتا بادیتین یرفعہما الی الاذنین کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی

اور بعض حنفیہ لکہتے ہین کہ ان دونون حدیثون مین کچہ مخالفت نہین ہے کیونکہ جب کوئی شخص کانون تک ہاتہ اوٹہاویگا
اس طرح پر کہ دونون انگوٹہی کان کے نیچے کے کنارے کے مقابل ہون کسیقدر ہاتہ کی ہتیلی مونڈہون کے مقابل رہیگی
پس یہ بہی اوسپر اطلاق ہو سکتا ہے کہ اسنے ہاتہہ مونڈہی تک اوٹہایا کیونکہ ہاتہ تو نام ہے اونگلیون سے آخر تک نہ صرف
اونگلیون کا اور تصریح اسکی روایت وائل مین سنن ابو داؤد مین موجود ہے کہ اونہون نے دیکہا آن حضرتؐ کو کہ اوٹہائے
آپ نے دونون ہاتہ اس طور پر کہ مقابل مونڈہون کے ہوگئے اور انگوٹہی کانون کے مقابل ہوگئے یہی حاصل ہے اس

عبارت فتح القدیر کا ولا معارضۃ فان محاذاۃ الشحمتین بالابہامین تسوغ حکایۃ محاذاۃ الیدین بالمنکبین والاذنین لان
طرف الکف مع الرسغ یحاذی المنکب او یقاربہ والکف نفسہ یحاذی الاذن والید یقال علی الکف الی اعلاہا فالذی نص
علی محاذاۃ الابہامین بالشحمتین وفق فی التحقیق بین الروایتین فوجب اعتبارہ ثم رأینا روایۃ ابی داؤد عن وائل صریحۃ فیہ
قال انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ فرفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی بابہامیہ اذنیہ انتہی اور
نووی کی شرح صحیح مسلم مین موجود ہے المشہور من مذہبنا ومذہب الجماہیر انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع
اذنیہ ای اعلاہا وابہاماہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ وبہذا جمع الشافعی بین روایات الحدیث فاستحسن الناس منہ انتہی حاصل
اسکا یہ ہے کہ مشہور مذہب شافعیہ اور مذہب جمہور علماء کا یہ ہے کہ اوٹہاوے دونون ہاتہون کو اسطرح پر کہ کناری اونگلیون کے

مقابل کانون کے اوپر کے کنارون کے ہوویں اور دونون انگوٹھے کانون کے نیچے کنارے کے مقابل ہوویں اور دونون ہتھیلی
برابر مونڈھون کے ہوویں تو وہ ساتھ اسی طریقے کے تطبیق دی ہے امام شافعی نے درمیان روایات حدیث کے یعنے اون
روایتون مین جنمین کانون تک ہاتھ اوٹھانا آیا ہے اور اون روایتون مین جنمین مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانا آیا ہے پس اچھا جانا
اس تقریر شافعی کو علماء نے اور تعریف کی اسکی اور یہی حاصل ہے اس عبارت ملا الہداد جونپوری کا حاشیہ ہدایہ مین مذہبنا
ومذہب الحجازیین انہ یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع اذنیہ وابہاماہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ وبہذا
جمع الشافعی بین الروایات فلا اختلاف بیننا وبینہ فی الحقیقۃ کما تقدم من مجمع البحر الکتب انتہی اور بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ دونون
حدیثین یعنے مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانے کے اور کانون تک ہاتھ اوٹھانے کی صحیح ہین اور اختلاف احوال پر محمول ہین کہ کبھی آنحضرت
نے مونڈھون تک ہاتھ اوٹھائے اور کبھی کانون تک پس اس باب مین وسعت ہے اور عمل دونون پر درست ہے ملا علی قاری مسند الامام
شرح مسند الامام مین لکھتے ہین الاظہر انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ من غیر تقیید الی ہیئۃ خاصۃ فاحیانا کان یرفع
یدیہ الی حیال منکبیہ واحیانا الی شحمتی اذنیہ انتہی یعنے اظہر یہ ہے کہ آنحضرت ہاتھ اوٹھانے مین کسی طریقہ خاصہ کے مقید نہ تھے
بلکہ کبھی مونڈھون تک اوٹھاتے تھے اور کبھی کانون تک پس جس صحابی نے جو دیکھا اوسکے موافق روایت کر دیا اور عینی شرح
ہدایہ مین لکھتے ہین قلت لاحاجۃ الی ہذہ التکلفات وقد صح الخبر فیما قلنا وفیما قالہ الشافعی فاختار الشافعی حدیث ابی حمید
واختار اصحابنا حدیث وائل انتہی یعنے نہین ضرورت ہے ان تکلفات کی یعنے حدیث ابو حمید کو عذر پر محمول کرنے کی جیسا
طحاوی نے لکھا ہے اور تحقیق صحیح وارد ہوئی حدیث موافق ہمارے مذہب کے اور موافق مذہب شافعی کے پس امام شافعی نے
اختیار کیا حدیث ابی حمید کو اور ہمنے اختیار کیا حدیث وائل کو اور یہی عینی لکھتے ہین قال ابو عمر بن عبد البر اختلفت الآثار
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعن الصحابۃ ومن بعدہم فی کیفیۃ رفع الیدین فروی انہ کان یرفع فوق الاذنین وروی عنہ
انہ کان یرفع حذاء اذنیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما حذو منکبیہ وروی عنہ انہ کان یرفعہما الی الصدر وکلہا آثار محفوظۃ مشہورۃ
انتہی یعنے کہا ابن عبد البر مالکی نے کہ مختلف ہوئین روایتین آنحضرت سے اور صحابہ اور تابعین سے کیفیت ہاتھ اوٹھانے
مین پس ایک روایت مین ہے کہ کانون کے اوپر تک اوٹھاتے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل دونون کانون کے
اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل مونڈھون کے اور ایک روایت مین ہے کہ مقابل سینے کے ہاتھ اوٹھاتے تھے اور یہ
روایتین صحیح اور ثابت اور مشہور ہین بعد اسکے عینی نے لکھا وہذا یدل علی التوسعۃ فی ذلک انتہی یعنے یہ اختلاف دلالت
کرتا ہے اس امر پر کہ اس باب مین وسعت ہے اور اختلاف احوال پر ان روایتون کا اختلاف محمول ہے خلاصہ مرام
کہ یہ کہنا کہ مذہب حنفیہ کا مخالف حدیث کے ہے اور یہ کہنا کہ حدیث مین صرف مونڈھون تک ہاتھ اوٹھانا ثابت ہے نہ کانون تک
محض مغالطہ ہے ہان البتہ یہ جو بعض حنفیہ لکھتے ہین کہ وقت ہاتھ اوٹھانے کے دونون انگوٹھون سے کانون کو چھوے جیسا
وقایہ اور فتاوی قاضیخان اور مختارات النوازل اور ظہیریہ مین مذکور ہے اسکا ثبوت روایات حدیث مین نہین ہے

مگر یہ امر امام اعظم سے اور اونکے تلامذہ سے منقول بھی نہین اسیوجہ سے ہدایہ اور اکثر کتب متداولہ مین اس تقیید کا ذکر نہین ہے
صرف اسیقدر ہے کہ ہاتھون کو کانون کے مقابل کردے اور یہ امر بخوبی حدیث سے ثابت ہے اور منکر اسکا کاذب ہے

قولہ ۱۹۱ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ ظہر کے اول دو رکعتون مین برابر کی سورتین پڑہے کم زیادہ نہ پڑہے اور
یہ مذہب ہے امام اعظم اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری
ور مسلم مین بروایت ابو قتادہ سے کہا تھے رسول خدا نماز پڑہاتے ہمکو پس پڑہتے ظہر اور عصر کے پہلے دو رکعتون مین سورہ فاتحہ
ور دو سورتین اور دراز کرتے پہلے رکعت کو اور پڑہتے پچھلی دو مین سورہ فاتحہ اقول ۵ سن نے اوکا ذب کج فہم ذرا
سمیان سے بات ؛ جو مسلمان ہین کہتے ہین وہ ایمان سے بات ؛ ہٹ دہرم ایسا تو دنیا مین نہو گا کوئی ؛ لاکھ
سمجھاؤ یہ سنتا نہین تو کان سے بات ؛ دیکھو صحیح مسلم مین اوسی حدیث ابو قتادہ کے متصل یہ حدیث بروایت ابو سعید
خدری موجود ہے قال کنا نحزر قیام رسول اللہ فی الظہر والعصر فحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من الظہر قدر الم تنزیل
السجدۃ وحزرنا قیامہ فی الآخریین قدر النصف من ذلک وحزرنا قیامہ فی الرکعتین الاولیین من العصر علی قدر قیامہ فی الآخریین
من الظہر وفی الآخریین من العصر علی النصف من ذلک کہا ابو سعید خدری نے تھے ہم کہ تخمین کرتے تھے آنحضرت کے
قیام کو نماز ظہر اور عصر مین پس انداز کیا ہمنے آپکے قیام کو اول دو رکعت مین نماز ظہر سے بمقدار سورہ الم تنزیل سجدہ کے
اور دو رکعت اخیر مین بقدر اوسکے آدہی کے اور انداز کیا ہمنے آپکے قیام کو اول دو رکعت مین عصر کے بقدر قیام آپکے
اخیر دو رکعت مین ظہر کے اور اخیر دو رکعت مین عصر کے بقدر اوسکے آدہی کے اور اوسی صحیح مسلم مین بعد اس حدیث کے
ابو سعید خدری سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرء فی صلوۃ الظہر من الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ
قدر ثلاثین آیۃ وفی الآخریین قدر خمس عشرۃ آیۃ وفی العصر فی الرکعتین الاولیین فی کل رکعۃ قدر قراءۃ خمس عشرۃ آیۃ وفی الآخریین
قدر نصف ذلک تحقیق کہ آنحضرت تھے کہ پڑہتے پہلی دو رکعت مین نماز ظہر کی ہر رکعت مین بمقدار تیس آیت کے اور
پچھلی دو رکعتون مین بمقدار پندرہ آیت کے اور عصر کی پہلی دو رکعت مین ہر رکعت مین بقدر پندرہ آیت کے اور پچھلی دو
رکعت مین بقدر اسکے آدہی کے قسم ہے تمکو اوسکی جسکے تم پیرو و معتقد ہو سچ کہو ان دو حدیثون سے کیا معلوم ہوتا ہے
کیا یہ نہین اس سے نکلتا ہے کہ ظہر کے پہلے دو رکعت مین قراءت قرآن برابر ہونا چاہیے ایک مین دوسرے سے بڑہ کے
ہونا چاہیے امام اعظم اور ابو یوسف نے اسی حدیث سے استناد کیا ہے پس قول اونکا مخالف حدیث کے کیونکر ہوگیا بلکہ
انکا قول بالکل موافق حدیث کے ہے اور حدیث ابو قتادہ کہ جس سے رکعت اول کا طویل ہونا بہ نسبت دوسری رکعت کی
معلوم ہوتا ہے کسیطرح سے مخالف انکے مذہب کے نہین ہے کیونکہ اس حدیث مین کہین اسکا ذکر نہین ہے
پہلی رکعت مین آپ بڑی سورت پڑہتے تھے بلکہ اسیقدر مذکور ہے کہ ظہر کی پہلی رکعت کو دراز کرتے تھے اس سے
نہین ثابت ہوتا ہے کہ بڑی سورت اوسمین پڑہتے تھے بلکہ اگر دوسری رکعت کے برابر سورت آپ پڑہتے ہون

تب بھی دراز ہونا پہلی رکعت کا ہو سکتا ہے کیونکہ اوسمین بسم اللہ اور اعوذ باللہ اور سبحانک اللہم اور انی وجہت وغیرہ
اور دعائین جو وارد ہوئی ہین پڑھتے تھے اس وجہ سے دو رکعت دوسری رکعت سے بڑہ جاتے تھے نووی شرح صحیح مسلم مین
لکھتے ہین الحدیث متاول علے انہ طول بدعاء الافتتاح والتعوذ ونحوہ لا فی القراءۃ انتہی یعنے یہ حدیث ابو قتادہ کی محمول
اس امر پر کہ آپنے پہلی رکعت طویل کی بسبب پڑھنے دعاء افتتاح اور اعوذ باللہ وغیرہ کے نہ نفس قراءت قرآن مین
صد افسوس ایسے لوگون کے خیال پر جو اپنے زعم مین ایک دو حدیث کو مخالف مذہب امام اعظم سمجھ کے اعتراض کرنے پر
تیار ہو جاتے ہین اور جو حدیثین موافق مذہب امام کے ہین ان سے اغماض کرتے ہین **قولہ** (ص ۱۵) ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین
لکھا ہے کہ مقتدی دوسرے مین اسطرح بیٹھے جس طرح کہ پہلے قعدہ مین بیٹھتا ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا ابو حمید وغیرہ
کی دو حدیثون کا **اقول** بلاشبہہ حدیث ابو حمید سے جو سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
پہلے قعدہ مین بائین پیر پر بیٹھتے اور داہنے پیر کی انگلیان قبلہ رخ کر کے اوسکے قدم کو کھڑا کرتے اور اخیر قعدہ مین
تورک کرتے یعنے بیٹھتے بائین کولے کو زمین پر رکھکر اور بایان پیر داہنے طرف باہر نکالتے اور داہنا قدم کھڑا کرتے
اور اسی حدیث کے موافق مذہب شافعی اور محدثین کا ہے تفصیل اسکی تعلیق الممجد علی موطا الامام محمد مین موجود ہے لیکن
(تصنیف مولوی ابو الحسنات محمد عبد الحی صاحب مرحوم صفحہ ۱۲)
امام اعظم کے مقلدین بھی چند حدیثین پیش کرتے ہین اور اپنے مذہب کو موافق حدیث سمجھتے ہین پس یہ کہہ دینا کہ امام
نے خلاف کیا حدیث کا اور جو حدیثین انکی بظاہر موافق ہین انکو پیش نہ کرنا سراسر تعصب و خلاف نیت و عداوت پر
دال ہے صحیح مسلم مین حضرت عائشہ سے روایت ہے کان یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفرش رجلہ الیسری الخ
یعنے تھے آنحضرت کہ پڑھتے تھے ہر قعدہ مین التحیات للہ الخ اور بچھاتے تھے آپ بائین پیر کو اور کھڑا کرتے تھے داہنے پیر
اور سعید بن منصور نے وائل سے روایت کی ہے صلیت خلف رسول اللہ فلما قعد وتشہد فرش رجلہ الیسری یعنے
مین نے پیچھے رسول اللہ کے پس جبکہ بیٹھے آپ بچھا دیا بائین پیر کو اور سنن نسائی مین ابن عمر سے روایت ہے من سنۃ
الصلوۃ ان ینصب القدم الیمنی واستقبالہ باصابعہا القبلۃ والجلوس علی الیسری یعنے سنت نماز مین یہ ہے کہ کھڑا کرے
داہنے قدم کو اور اوسکی انگلیون کو قبلہ رخ کرے اور بائین پیر پر بیٹھے ان حدیثون کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ
دونون قعدے ایک طور پر ہین **قولہ** (ص ۱۵) ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ نماز مین امام سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ربنا
لک الحمد نہ کہے سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا الخ **اقول** ہر چند کہ احادیث فعلیہ نبویہ سے
جو صحاح ستہ مین مروی ہین صاف ثابت ہے کہ آنحضرت حالت امامت مین بعد سمع اللہ لمن حمدہ کے ربنا لک الحمد
کہتے تھے لیکن امام پر اعتراض کرنا ساتھ مخالفت حدیث کے خالی سفاہت سے نہین ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ امام
نے اس مسئلہ مین ساتھ حدیث صحیح کے استدلال کیا ہے اور بے دلیل اپنی رای سے حکم نہین دیا ہے دوسرے یہ کہ ایک حدیث
امام سے بھی وارد ہے کہ امام بھی سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لک الحمد کہے اور یہی مذہب مختار صاحبین اور ایک جماعت

فقہاء حنفیہ کا ہے پس ہر گاہ امام بھی اپنے قول پر حدیث صحیح سے استدلال کرتے ہیں اور پر اعتراض کر دینا کہ وہ حدیث
مخالف حدیث کے حکم دیا ہے گر نہیں جائز ہے عبارت سعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ کی دیکھیے اور اپنے مہملات سے توبہ
کیجیے و یکتفی ہو ای بالتسمیع الامام فلا یقول ربنا لک الحمد ہذا عند ابی حنیفۃ و بہ قال مالک لما فی رسالۃ ابن ابی زید وہو قول احمد
یعنی کفایت کریں سامنہ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے امام پس نہ کہے ربنا لک الحمد نزدیک ابو حنیفہ کے اور یہی قول ہے امام مالک کا
جیسا کہ رسالہ ابن ابی زید مالکی میں ہے اور یہی قول ہے امام احمد کا وحکاہ ابن المنذر عن ابن مسعود و ابی ہریرۃ والشعبی و قال
بہ اقول اور نقل کیا ہے اسی مذہب کو ابن المنذر نے عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ سے اور کہا ابن المنذر نے کہ یہی
میرا بھی قول ہے و استدلوا علی ذلک بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دلیل لائے یہ لوگ اس مذہب پر ساتھ اس حدیث مرفوع کے
اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد جب کہے امام سمع اللہ لمن حمدہ پس کہو اے مقتدیو ربنا لک الحمد
رواہ الائمۃ الستۃ من حدیث انس روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ
نے بروایت انس رض کے والخمسۃ ایضا سوی ابن ماجۃ من حدیث ابی ہریرۃ اور پانچ نے سوا ابن ماجہ کے بروایت
ابو ہریرہ رض کے بھی ومسلم والنسائی وابن ماجۃ واحمد من حدیث ابی موسے الاشعری اور مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ اور احمد نے
بروایت ابو موسی اشعری رض کے والحاکم فی مستدرکہ من حدیث ابی سعید الخدری وقال حدیث صحیح اور حاکم نے مستدرک میں
بروایت ابو سعید خدری رض کے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے وجہ الاستدلال ان ہذہ قسمۃ والقسمۃ تنافی الشرکۃ
طریقہ استدلال کے ساتھ اس حدیث کی یہ ہے کہ اس حدیث سے قسمت معلوم ہوتی ہے اور قسمت منافی شرکت ہے یعنے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سمع اللہ کہنا چاہیے اور مقتدی کو ربنا لک الحمد کہنا چاہیے کیونکہ ہر ایک کا ذکر علحدہ
نبی نے ذکر فرمایا اور فرمایا کہ جب امام سمع اللہ کہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ امام ربنا لک الحمد
نہ کہے اور مقتدی سمع اللہ نہ کہے جیسے اگر کوئی شخص کہے کہ جب ہم قرآن پڑھیں تو تم درود پڑھنا اس سے یہ سمجھا جاتا ہے
ہر ایک ذکر ہر ایک کے ساتھ خاص ہے ایک کو دوسرے کے ذکر میں شرکت نہیں انتہی اسکے سعایہ میں مرقوم ہے
و حدیث مشروعیۃ التحمید بدلیل آخر یعنے پائی گئی مشروعیت ربنا لک الحمد کی امام کے واسطے دوسری دلیل میں وہو
ما رواہ البخاری ومسلم من حدیث ابی ہریرۃ اور وہ دلیل وہ حدیث کہ روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے والبخاری
من حدیث ابن عمر اور بخاری نے ابن عمر سے ومسلم من حدیث عبد اللہ بن ابی اوفی ومن حدیث علی ابن ابی طالب
اور مسلم نے عبد اللہ بن اوفی اور علی مرتضے سے انہم قالوا فی وصف صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تحقیق ان صحابہ نے
ذکر کیا آن حضرت کی نماز کے بیان کیفیت میں انہ کان حین یرفع راسہ من الرکوع یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد
کہ آن حضرت جب سر اوٹھاتے تھے رکوع سے فرماتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فہذا صریح فی مشروعیۃ التحمید للامام
پس یہ حدیث صریح ہے مشروع ہونے تحمید میں واسطے امام کے و بہ قال الثوری والاوزاعی واحمد فی روایۃ عنہ

تصنیف مولوی ابوالحسنات محمد عبدالحی صاحب عفی عنہ ۱۲

مدرسانہ اسیکے کما سفیان ثوری اور اوزاعی نے اور امام احمد نے ایک روایت مین وہو روایۃ عن ابی حنیفۃ کما فی
المحیط اور یہی ایک روایت ہے امام ابوحنیفہ سے جیسا کہ محیط مین مذکور ہے رہو قول ابی یوسف ومحمد اور یہی قول ہے
امام ابویوسف اور امام محمد کا والیہ مال الفضلی والطحاوی وجماعۃ من المتاخرین کما فی الظہیریۃ اور طرف اسی قول کے
میل کیا فضلی اور طحاوی نے اور ایک جماعت متاخرین حنفیہ نے جیسا کہ فتاوی ظہیریۃ مین ہے واختارہ فی الحاوی
القدسی اور اسکو پسند کیا ہے حاوی قدسی مین ومشی علیہ الشرنبلالی فی نور الایضاح اور اختیار کیا اسکو حسن شرنبلالی نے
نور الایضاح مین وصاحب المنیۃ اور صاحب منیۃ المصلے نے وفی المحیط اور محیط مین ہے قال شمس الائمۃ الحلوانی کما
حلوانی نے کان شیخنا القاضی الامام یحکی عن استاذہ انہ کان یمیل الی قولہما تھے شیخ ہمارے قاضی امام کہ نقل کرتے تھے
اپنے استاذ سے کہ وہ مائل تھے طرف قول صاحبین کے وکان یجمع بین الذکرین حین یکون اماما اور تھے وہ جمع کرتے
درمیان دونون ذکر کے جب امام ہوتے تھے یعنے سمع اللہ اور ربنا لک الحمد دونون کہتے تھے والطحاوی ایضا کان
یختارہ وہو قول اہل المدینۃ انتہی اور طحاوی بھی اسی قول کو پسند کرتے تھے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا خلاصہ
کلام یہ ہے کہ اسی مسئلہ مین امام سے ایک روایت موافق احادیث فعلیہ کے موجود ہے کہ امام بعد سمع اللہ کے
ربنا لک الحمد کہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے مگر امام کا مذہب مشہور یہ ہے اعتراضات جہلا دسے محفوظ ہے
قولہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جو مچھلی خود بخود مرجاوے اور اولٹی ہوجاوے کھانا اوسکو مکروہ ہے
سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ ابوداود اور ترمذی اور نسائی مین روایت ہے ابوہریرہ سے کہ
فرمایا رسول خدا نے بیچ حق دریا کہ پاک کرنے والا ہے پانی اوسکا اور حلال ہے مردہ اوسکا **اقول** آپ کو یہ حدیث
نہ سوجھی جو سنن ابوداود اور سنن ابن ماجہ مین جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا نے ما القی البحر او جزر عنہ
فکلوا وما مات فیہ وطفی فلا تاکلوا اور یہ حدیث بھی نہ دکھائی دی جو جامع ترمذی مین جابر سے روایت ہے فرمایا
رسول اللہ نے ما اصطدتموہ وہو حی فکلوہ وما وجدتموہ میتا طافیا فلا تاکلوہ اور یہ بھی روایت نظر نہ پڑی جو طحاوی
نے جابر سے روایت کی فرمایا رسول اللہ نے ما جزر عنہ البحر فکل وما القی فکل وما وجدتہ طافیا فوق الماء فلا تاکل انتہی
روایتون کا حاصل یہ ہے کہ جس مچھلی کو دریا باہر پھینک دے یا پانی دریا کا ہٹ جاوے اور اس وجہ سے
مچھلی مرجاوے تو وہ حلال ہے اور جو طافی ہو یعنے خود بخود مرجاوے اور دریا پر تیرنے لگے اور اولٹ جاوے
اوسکا کھانا منع ہے اور مراد دریا کے مردہ سے اوس حدیث مین جسکو آپ مخالف مذہب امام اعظم سمجھے ہین وہی
مچھلی ہے جو بوجہ پھینکنے یا ہٹ جانے پانی کے مرجاوے نہ وہ کہ خود بخود مرجاوے ہمکو بڑا تعجب ہے کہ حضرات غیر مقلدین
ائمہ کے مقلدین سے تو ہر مسئلہ مین حدیث صحیح صریح مانگا کرتے ہین اور خود اعتراض جمانے کی غرض سے حدیث
غیر صحیح بھی پیش کر دیا کرتے ہین اس باب مین کوئی حدیث مرفوع صحیح صریح ایسی نہین ہے جس سے صراحتاً ثابت ہوتا ہو کہ

طافی یعنی وہ مچھلی جو خود بخود دریا میں مرجائے اور اوپر ہو کے تیرنے لگے حلال ہے بلاکراہت البتہ اس قسم کی حدیثیں موجود
ہیں یعنی آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میتۃ بحر یعنی مردہ دریا کا حلال ہے مگر اوس سے مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کی اور مخالف
میں حدیثیں صاف صاف موجود ہیں اور ان میں سے بعضوں کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر ان میں ایسا ضعف نہیں ہے کہ قابل
استناد نہ ہے تفصیل اسکی عینی کی شرح ہدایہ اور شرح معانی الآثار وغیرہ میں موجود ہے قولہ شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں
میں لکھا ہے کہ گہن کی نماز میں قرأت آہستہ پڑھنی چاہیے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ میں خلاف
کیا بخاری اور مسلم کی حدیث کا اقول موافق مذہب امام اعظم کے حدیثیں مطالعہ کیجیے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آئیے
مسند احمد اور مسند ابو یعلی اور کتاب المعرفۃ بیہقی میں ابن عباس سے روایت ہے کنت الی جنب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی صلوۃ الکسوف فما سمعت منہ حرفا من القرآن یعنی تھا میں نماز سورج گہن میں آنحضرتؐ کے پہلو میں یعنی قریب آپ کے
پس نہیں سنا میں نے ایک حرف بھی قرآن کا آپ سے اور معجم طبرانی میں ابن عباس سے روایت ہے صلیت الی جنب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یوم کسفت الشمس فلم اسمع لہ قراۃ یعنی نماز پڑھی میں نے پہلو کی طرف آں حضرتؐ کے جس روز کہ گہن ہوا آفتاب
میں پس نہیں سنا میں نے آپ کا قرآن پڑھنا اور مسند احمد اور سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی اور جامع ترمذی
اور سنن ابن حبان اور مستدرک حاکم میں سمرہ بن جندب سے روایت ہے صلی بنا رسول اللہ فی کسوف لا نسمع لہ صوتا
یعنی نماز پڑھی آں حضرتؐ نے ہمارے ساتھ سورج گہن میں نہیں سنتے تھے ہم آواز آپ کے قرأت کی اور حاکم نے اس حدیث کو
صحیح کہا ہے اور ترمذی نے لکھا ہے حدیث سمرۃ حدیث حسن صحیح یعنی یہ حدیث سمرہ کی حسن اور صحیح ہے اور صحیح مسلم میں
ابن عباس سے روایت ہے انکسفت الشمس علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس
معہ فقام قیاما طویلا قدر نحو سورۃ البقرۃ یعنی سورج گہن ہوا زمانہ آں حضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں پس نماز پڑھی آپ نے
اور صحابہ آپ کے ساتھ تھے پس قیام کیا آپ نے دیر تک بقدر سورہ بقرہ کے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ نے
جہر نہیں فرمایا ورنہ صحابہ بیان کر دیتے کہ فلاں سورت آپ نے پڑھی اور بطور تخمین کے بیان نہ کرتے یہی حاصل ہے اس عبارت
رح نووی کا شرح صحیح مسلم میں ان الصحابۃ حزروا القراۃ بقدر البقرۃ وغیرہا ولو کان جہر العلم قدرہا بما حزر انتہی باقی رہی حدیث
عائشہ کی جو صحیحین میں مروی ہے اور اوسمیں یہ وارد ہے کہ آپ نے جہر فرمایا اوس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اتفاقاً
بعض آیات کے ساتھ جہر کیا ہوگا جیسا کہ آپ کی عادت نماز سری میں ثابت ہے کہ کبھی کبھی دو ایک آیت کے ساتھ آپ جہر
کرتے تھے تا صحابہ مقتدیین کو معلوم ہو جاوے کہ آپ فلانی سورت پڑھ رہے ہیں اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں
لکھا ہے رجح الشافعی روایۃ سمرۃ یعنی ترجیح دی امام شافعی نے روایت سمرۃ کو جسمیں آہستہ پڑھنا مذکور ہے کر روایت عائشہؓ پر
جسمیں جہر مروی ہے بانہا موافقۃ لروایۃ ابن عباس المتقدمۃ ولروایتہ الضا التی فیہا فقرء نحوا من سورۃ البقرۃ ولروایۃ
عائشہ عنہ حزرت قراءتہ فرأیت انہ قرأ سورۃ البقرۃ لانہا لو سمعتہ لم تقدرہ باین طور کہ وہ موافق ہے دونوں روایت ابن عباس کے

ایک وہ جسمین مروی ہے کہ مین نے آپکی آواز نہین سنی اور دوسری وہ جسمین اونہون نے کہا کہ آپ نے بقدر سورۂ بقرہ کے
پڑہا اور یہی موافق ہے روایت عائشہؓ کی جسمین وہ کہتے ہین کہ مین نے اندازہ کیا آنحضرتؐ کی قراءت کا پس گمان کیا مین نے کہ
آپنے سورۂ بقرہ پڑہی پس اگر عائشہؓ آپکی قراءت سنتین اندازہ کرنے کی تقریر نہ کرتین بلکہ صاف بیان کردیتین کہ آپنے
فلان سورت قدرت کی **قولہ** ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ جو شخص رات کو فرض روزے کی نیت نہ کرے تو دن کو زوال کے قبل تک
اوسکو نیت کرنی جائز ہے سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ مسند احمد و ابو داؤد و ترمذی و نسائی
و ابن ماجہ مین روایت ہے حفصہ سے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا جسنے نہ ٹہرایا روزہ پہلے فجر کے پس نہین ہے واسطے اوسکے
روزہ **اقول** ہمکو بڑا تعجب ہے کہ جب کوئی حدیث صحیحین کی بظاہر مخالف امام اعظمؒ کے معلوم ہوتی ہے تو غیر مقلدین بڑے
جوش وخروش سے امام پر اعتراض کرنے کو طیار ہوجاتے ہین اور اگر صحیحین کی حدیث موافق اونکے ہوئی تو ذہول کا ذریعہ عوام
کے واسطے اوس سے اغماض کرکے اور حدیث کی کتابون سے مدد مانگتے ہین واہ رے جہالت اور نفسانیت اور اوسپر دعوی
حقانیت سے بہرا ایک تو تمہارا اوتون ہوا مزاج + پہرا وسپہ کرتے ہو یہ رعونت کی گفتگو + دیکہو صحیحین یعنے صحیح بخاری اور صحیح مسلم
اور سنن نسائی اور موطا امام مالک مین یہ حدیث موجود ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا ینادی فی الناس
یوم عاشوراء ان من اکل فلیتم ومن لم یاکل فلا یاکل یعنے آپ نے ایک شخص کو بہیجا دسوین تاریخ محرم کو کہ پکار دے لوگون
اور یہ امر سب سے کہدے کہ جسنے کہانا آج کہا لیا ہے وہ باقی دن امساک کرے اور کچہ نہ کہاوے اور جسنے نہین کہایا ہو وہ روزہ
رکہ لے اس سے معلوم ہوا کہ روزہ عاشوراء کی نیت دن کو کافی ہوگئی حالانکہ روزہ عاشوراء کا قبل فرض ہونے روزہ رمضان
کے فرض تہا جیسا کہ حدیث عائشہؓ سے جو صحیح بخاری وغیرہ مین مروی ہے ثابت ہے ان النبی امر بصوم عاشوراء قبل ان
یفرض رمضان فلما فرض رمضان قال من شاء صام عاشوراء ومن شاء افطر یعنے آنحضرتؐ نے حکم کیا روزہ عاشوراء کا
قبل فرض ہونے رمضان کے پس جب فرض ہوا روزہ رمضان کا فرمایا آپ نے جو چاہے روزہ رکہے عاشوراء کا اور جو
چاہے نہ رکہے اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین جابر بن سمرہ سے روایت کی کان رسول اللہ یامرنا بصوم یوم عاشوراء
ویحثنا علیہ ویتعاہدنا علیہ فلما فرض رمضان لم یامرنا ولم ینہنا اور بہی قیس بن سعد سے روایت کی امرنا بصوم عاشوراء
قبل ان یفترض رمضان فلما نزل رمضان لم نومر ولم ننہ عنہ ونحن نفعلہ ان سب روایات سے اور ایسی اور روایات
سے جو کتب حدیث مین بطرق کثیرہ مروی ہین ثابت ہے کہ روزہ عاشوراء کا قبل فرضیت روزہ رمضان کے فرض
اور یہ جسمین بعض شافعیہ وغیرہ کا خلاف ہے مگر قوی اس بحث مین مذہب حنفیہ کا ہے جیسا کہ مطالعہ تعلیق ممجد وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے پس جبکہ روزہ عاشوراء کی فرضیت ثابت ہوئی اور یہ بہی معلوم ہوا کہ دن کو نیت کرنا اوسکی آنحضرتؐ نے کافی کہا
ثابت ہوگیا کہ روزہ فرض کے دن کو بہی نیت صحیح ہے باقی رہی حدیث حفصہؓ کی من لم یجمع من اللیل فلا صیام لہ یعنے جسنے رات سے
قصد روزے کا نہین کیا اوسکا روزہ نہین ہے امام اعظم اور اونکے مقلدین اسپر بہی عمل کرتے ہین بدو طریقہ ایک یہ کہ

اس حدیث کے معنی یہ ہین کہ جسنے رات سے نیت نہین کی اوسکا روزہ کامل نہوگا پس اس حدیث مین نفی کمال ہے نہ نفی ذات
دوسرے یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر قضاء رمضان اور روزہ نذر وغیرہ جنمین رات سے نیت کرنا فرض ہے پس معلوم ہوا
کہ امام اعظم نے اس مقام مین کسی حدیث کو نہین چھوڑا سب پر عمل کیا اور اون لوگون نے جو روزہ فرض کی نیت کو رات سے
فرض کہتے ہین حدیث صحیحین کو چھوڑ دیا **قولہ** ١٥٤ ہدایہ وغیرہ مین لکہا ہے کہ زمین سے خواہ تھوڑی ہی چیز نکلے خواہ بہت زکوٰۃ
اوسمین دسوان حصہ ہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم کا سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری
اور مسلم مین روایت ہے ابو سعید خدری سے کہ فرمایا رسول خدا نے نہین ہے بیچ کم پانچ وسق کے کھجورون مین زکوٰۃ
اور نہین ہے پانچ اوقیہ سے کم مین چاندی سے زکوٰۃ اور پانچ وسق کے تین من ہوئی اور پانچ اوقیہ کے دوسو درہم **اقول**
یک من علم زادہ من عقل باید نفس حدیث کا ترجمہ کر دینا اور زبان سے یہ کہدینا کہ امام نے اس حدیث کے خلاف کیا بہت
آسان ہے مگر سب احادیث اور آیات قرآنیہ کو سمجھنا اور اونمین جو تعارض واقع ہے اوسکو دفع کرنا اور ایک کو دوسرے پر
ترجیح دینا بڑی مشکل ہے ہیرون فہم ثاقب وعقل صائب کے یہ امر نہین ہو سکتا ہے ؎ نہین طے کرنا کچہ آسان ہے
راہ طریقت کا ابھی تو منزل مقصد بہت ہی دور رم لے لو ہمکو اس سے بحث نہین ہے کہ قوی مذہب اس باب مین
کسکا ہے کیونکہ اس امر کی تحقیق کے واسطے ایک دفتر چاہیے صرف اسقدر یہان سمجھ لینا کافی ہے کہ امام اعظم کا مذہب
اس باب مین موافق ظاہر آیت قرآنیہ کے ہے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض
یعنے اے ایمان والو خرچ کرو تم اللہ کی راہ مین یعنے صدقہ اور زکات دو مال طیب سے جسکو تمنے بطور تجارت کے
حاصل کیا ہے اور اوس چیز مین جو زمین سے ہمنے تمہارے واسطے نکالی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز از قسم غلہ
اور پہل میوہ جات وغیرہ زمین سے نکلے اوسمین سے صدقہ دینا واجب ہے اس آیت مین کسیطرح کی قید نہین ہے
کہ تیس من ہو یا پچیس من ہو تب صدقہ واجب ہے ورنہ نہین واجب ہے اور ایسیہی مذہب امام کا موافق ہے بہت سی
احادیث صحیحین وغیرہ کی عبارت تعلیق مجید حاشیہ موطا امام محمد کا مطلب سمجھیے اور اپنے خرافات سے باز آئیے وقع الخلاف
فی نصاب الحبوب والثمار یعنے خلاف واقع ہوا غلہ اور پہلون کے نصاب مین کہ آیا اسکا بھی کچھ نصاب مقرر ہے کہ اوس سے کم مین
زکوٰۃ انکی کہ دسوان حصہ مقرر ہے دینا نہین واجب ہے یا نصاب نہین بلکہ ہر مقدار مین کم ہو یا زائد دسوان حصہ دینا
واجب ہے فعند الشافعی والی یوسف ومحمد والجمہور نصابہا خمسۃ اوسق فلا شئ فیما دونہا پس نزدیک امام شافعی اور امام
ابو یوسف اور محمد اور اکثر علماء کے نصاب انکا پانچ وسق ہے پس نہین واجب ہے دسوان حصہ اس سے کم مین لزوما لذلک
من حدیث ابی سعید وجابر وابن عمر وعمرو بن حزم وغیرہم بسبب وارد ہونے اس مضمون کے کہ پانچ وسق سے کم مین زکوٰۃ
نہین ہے بروایت ابو سعید خدری اور جابر اور عبد اللہ بن عمر اور عمرو بن حزم وغیرہ کے کما اخرجہ الطحاوی والبخاری
ومسلم واحمد وغیرہم جیساکہ روایت کیا ان احادیث کو بخاری اور مسلم اور طحاوی اور امام احمد وغیرہ نے وخالفہم فی ذلک جماعۃ

من التابعین اور مخالفت کی ان لوگون کی ایک جماعت تابعین نے فقالوا فیما اخرجته الارض العشر او نصف العشر من غیر
تفصیل بین ان یکون قدر خمسة اوسق او اقل او اکثر پس کہا ان لوگون نے کہ جس چیز مین کہ زمین سے نکلی واجب ہے
دسوان حصہ یا بیسوان حصہ بدون تفصیل کے درمیان اسکے کہ ہووے بقدر پانچ وسق کے یا کم ہو یا زائد ہو ومنهم ابو حنیفة منجملہ
اون تابعین کے امام ابو حنیفہ ہین کہ انکے نزدیک ہر قلیل و کثیر مین غلہ وغیرہ کے صدقہ واجب ہے ومنهم عمر بن عبد العزیز
فانه قال فیما انبتت الارض من قلیل او کثیر العشر اور منجملہ انکے عمر بن عبد العزیز ہین کہ اونھون نے کہا جو چیز زمین سے
پیدا ہووے کم ہو یا بہت اوسمین دسوان حصہ دینا ضرور ہے اخرجه عبد الرزاق وابن ابی شیبة روایت کیا اسکو عمر
بن عبد العزیز سے عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے واخرج ابن ابی شیبة عن مجاهد وابراهیم النخعی نحوه اور روایت کیا ہے
ابن ابی شیبہ نے مجاہد اور ابراہیم نخعی سے مثل اسکے واستدلوا لهم بما اخرجه البخاری عن ابن عمر مرفوعا اور دلیل ذکر کی لوگون نے
ان تابعین کے قول کی کہ ہر قلیل و کثیر مین عشر واجب ہے وہ حدیث جو صحیح بخاری مین ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر ولفظ ابی داؤد اور روایت
ابو داؤد مین یہ لفظ ہین فیما سقت السماء والانهار والعیون او کان بعلا العشر وفیما سقی بالسوانی او النضح نصف العشر وفی
صحیح مسلم عن جابر مرفوعا اور صحیح مسلم مین جابر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیما سقت الانهار والغیم
العشر وفیما سقی بالسانیة نصف العشر وفی سنن ابن ماجة عن معاذ اور سنن ابن ماجہ مین معاذ بن جبل سے روایت ہے
بعثنی رسول اللہ الی الیمن فامرنی ان آخذ ما سقت السماء وما سقی بعلا العشر وما سقی بالدوالی نصف العشر حاصل ان سب
روایتون کا یہ ہے کہ جس زمین مین غلہ وغیرہ نکلے آسمان یا چشمون کے پانی سے یا وہ زمین خود تر ہو کہ بدون محنت کے
اوسمین کھیتی ہو ایسی زمین کی چیزون مین دسوان حصہ واجب ہے اور جو زمین سینچی گئی ہو ڈول وغیرہ سے اور پانی
اوسمین پہونچایا گیا ہو مشقت سے ایسی زمین کے غلہ وغیرہ مین بیسوان حصہ واجب ہے پس چونکہ یہ حدیثین عام ہین
ہر کم و زیادہ کو شامل ہین اسیوجہ سے ایک طائفہ تابعین نے حکم دیا کہ زمین سے جو کچھ نکلے اوسمین دسوان خواہ بیسوان
حصہ دینا فرض ہے واورد بان هذه الاخبار مبهمة والاولى مفسرة فیجب حمل المبهم على المفسر اور اعتراض کیا اس دلیل پر
باین طور کہ یہ حدیثین مبہم ہین اور پہلی حدیثین مفسر ہین کہ اونمین صاف بیان ہے کہ پانچ وسق سے کم مین صدقہ واجب
نہین ہے پس ضرور ہے کہ یہ حدیثین اون حدیثون پر محمول کر لیجاوین اور قید پانچ وسق کی لگا دیجاوے واجیب عنه بانه
اور جواب دیا گیا اس اعتراض سے باینطور کہ اذا ورد حدیثان متعارضان احدهما عام والآخر خاص فان علم تقدم العام على الخاص
خص بالخاص وان علم تقدم الخاص کان العام ناسخا له فی ما تناولاه وان لم یعلم التاریخ یحمل العام متاخرا لما فیه من الاحتیاط
وههنا الاخبار الاول خاصة والثانیة عامة ولم یعلم التاریخ فتجعل الثانیة مؤخرة ناسخة کما قرره السغناقی والزیلعی وغیرهما
حاصل اس جواب کا جو سغناقی نے شرح ہدایہ مسمیٰ بہ نہایہ مین اور زیلعی وغیرہ نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ جب دو حدیثین متعارض

متخالف ہون اور ایک اون مین سے عام ہو دوسری خاص پس اگر یہ معلوم ہو کہ حدیث عام قبل ہی حدیث خاص کے
اور خاص بعد اوسکے ہے تو اوس عام کی تخصیص اوس خاص سے کیجاویگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ حدیث خاص مقدم ہے
تو حدیث عام اوسکے ناسخ بنا دیجاویگی بقدر اون افراد کے جسکو دونون حدیثین شامل ہین اور اگر نہ معلوم ہو تاریخ اور
نہ معلوم ہو کہ کون حدیث پہلے ہے اور کون بعد پس اسوقت حدیث عام بنظر احتیاط کے موخر سمجھی جاویگی اور وہی
معمول بہ ہوگی تفصیل اس قاعدہ کی کتب اصول فقہ مین بشرح وبسط مذکور ہے ہرگاہ یہ امر ممہد ہوا پس اب سمجھیے
کہ حدیث ابوسعید خدری وغیرہ کی خاص ہے کیونکہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ وسق سے کم مین صدقہ واجب
نہین زائد مین واجب ہے اور حدیث ابن عمر وغیرہ کی عام ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز زمین سے
نکلے کم ہو یا زائد اوسمین صدقہ واجب ہے دسوان حصہ خواہ بیسوان حصہ اور یہ نہین معلوم ہے کہ ان دونون
حدیثون مین کون پہلے کی ہے اور کون بعد کی پس اسوجہ سے احتیاطاً حدیث عام پر عمل کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ
ہر چیز مین صدقہ واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضہ نے بھی اس بحث مین قرآن و حدیث پر عمل کیا آپکی
طرح بے سمجھے بوجھے حکم نہین دیا تنبیہ ائمہ کے اختلاف کو بہت سے اسباب ہین جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ نے رسالہ انصاف
فی بیان الاختلاف مین اور ملا حیات سندی نے رسالہ اتحاف فی بیان سبب الاختلاف مین تفصیل تام بیان کیا
منجملہ اسباب کے ایک یہ بھی سبب ہے کہ کسی مسئلہ مین ایک امام کو ایک حدیث پہونچی اونسنے اوسکے موافق یہ حکم دے دیا
اور دوسرے امام کو اوسکے مخالف حدیث پہونچی اونسنے اوسکے موافق حکم دے دیا یا یہ کہ ایک امام کو ایک ہی حدیث پہونچی
اونسنے اوسکے موافق حکم دیا اور ایک کو دو حدیثین متعارض ملین اونسنے دفع تعارض کیا اور ایک کو دوسرے پر کسی وجہ سے
ترجیح دیکے حکم دیا پس ایسے مقامات مین ائمہ پر اعتراض کرنا کہ اونسنے اس حدیث کے خلاف کیا یا اسنے اوس حدیث
کو خلاف کیا ہرگز نہین درست ہے اور اہل علم کے نزدیک جو کیفیت اختلاف سے واقف ہین ایسا اعتراض بالکل
مہمل ہے تفصیل اس اجمال کی انشاء اللہ آئندہ مقام مناسب پر کیجاویگی فایدہ ایک مسئلہ مردود ائمہ حنفیہ اور محدثین
کے نزدیک بلکہ جمہور علماء امت محمدیہ کے نزدیک مؤلف ظفر مبین کا جسکو اونہون نے اپنی کتاب بلاغ مبین مین
بیان کیا ہے اور اس باب مین اونہون نے تقلید نواب بھوپال کی کی ہے یہ ہے کہ مال تجارت مین زکوۃ نہین واجب ہے
یہ مسئلہ مخالف قرآن کے بھی ہے اور مخالف حدیث کے بھی ہے اور مخالف اقوال صحابہ کے بھی ہے اور مخالف جمہور علماء کے
امت محمدیہ کے بھی ہے نواب بھوپال کے رد اس باب مین ابراز الغی مین کہ جو اونکی اغلاط و مسامحات کی جامع ہے
تصنیف مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی [illegible] ۱۲
اچھی طرح سے موجود ہے افسوس صد افسوس ہے کہ ان حضرات کو تو مخالفت قرآن اور حدیث اور جمہور محدثین وغیرہم کی کچھ
کچھ باک نہین ہے اور با اینہمہ ائمہ مجتہدین پر کہ جنہون نے تمام عمر اتباع قرآن و حدیث مین صرف کر دی ہے اعتراض
کرنے لگین ہرچند کہ یہ مقام قابل اسکے ہے کہ اس مسئلہ کی اچھی طرح سے تفصیل بیان کیجاوے مگر چونکہ سابقاً

ذکر اوس آیت کا آگیا جس سے زکات تجارت کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اسوجہ سے کسیقدر اسکی تفصیل کی گئی
قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری مین تفسیر مین اس آیت کے یایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم تحریر
کرتے ہین ہذہ الآیۃ سند الاجماع وحجۃ للجمہور علی داؤد حیث قال لا یجب الزکاۃ الا فی الانعام والنقود یعنے یہ آیت
سند ہے اجماع و اتفاق کے اس امر پر کہ مال تجارت مین زکات واجب ہے اور دلیل ہے جمہور علماء امت محمدیہ کی اوپر داؤد
ظاہری کے کہ اونکے نزدیک بجز جانوران اور مال نقد کے کسی اور چیز مین زکات واجب نہین ہے وعند الجمہور
یجب فی العروض والعقار ایضا اذا کان للتجارۃ اور نزدیک جمہور کے واجب ہے زکات اسباب اور زمین وغیرہ
مین بھی جب کہ بقصد تجارت ہو وعن ابن عمر لیس فی العروض زکاۃ الا ما کان للتجارۃ رواہ الدارقطنی اور روایت
ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اونہون نے کہا نہین واجب ہے اسباب مین زکات مگر جب کہ بقصد تجارت ہو روایت کیا اسکو
دارقطنی نے وعن سمرۃ بن جندب اور روایت ہے سمرہ بن جندب سے کان یامرنا رسول اللہ ان نخرج الزکوۃ مما نعد
للبیع تھے آن حضرت کہ حکم فرماتے تھے ہمپر کہ دین ہم زکوۃ اوس مال سے جو واسطے تجارت کے ہو رواہ ابو داؤد والدارقطنی
والبزار روایت کیا اسکو ابو داؤد اور دارقطنی اور بزار نے ومما یدل علی وجوب الزکاۃ فی العروض ما روی عن حماس
اور ایک دلیل واجب ہونے زکات کی اسباب تجارت مین یہ ہے جو حماس سے روایت ہے قال مر بی عمر بن عبد العزیز
وعلی عنقی ادمۃ احملہا فقال کہا اونہون نے کہ گذرا میرے سامنے عمر بن عبد العزیز کے اور گردن پر اپنے مین چمڑے
اوٹھائے ہوئے تھا فقال یا حماس الا تؤدی زکوتک پس کہا عمر بن عبد العزیز نے اے حماس کیا اسکی زکات نہ دوگے
فقال ما لی غیر ہذہ فقلت قال اذہب فضعہا رکھدے تم اسکو فوضعہا بین یدیہ پس اوتار کے رکھدیا اوسکو حماس نے فحسبہا فوجدہا قد وجبت فیہ الزکوۃ فاخذ منہا
الزکوۃ پس حساب کیا عمر نے اوسکی قیمت کو پس پایا اوسکو اوسقدر کہ زکوۃ اوسمین واجب ہوتی ہے پس لے لیا عمر بن
عبد العزیز نے اوس مال سے زکاۃ رواہ الشافعی واحمد وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق وسعید بن منصور والدارقطنی
روایت کیا اس حدیث کو امام شافعی اور امام احمد اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور دارقطنی نے
اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مال تجارت مین زکات واجب ہونا قرآن سے ثابت ہے اور صحابہ اور تابعین سے بھی
منقول ہے اور اسی پر اجماع سلف ہے اور بجز داؤد ظاہری اور اونکے مقلدین کے کسی نے اوسمین خلاف نہین کیا ہے
اور یہ ظاہر ہے کہ زکات کا کسی امر مین واجب ہونا ایسا امر نہین ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی اپنی عقل و راے سے
اوسمین دخل دیسکے الا یہ کہ پس فتوے دینا صحابہ کا اور اتفاق کرنا سلف صالح کا اس باب مین صاف
دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ یہ امر شریعت مین بلا تردد ثابت ہے اور اگر اسپر کفایت نہو تو اور عبارات محدثین
ملاحظہ کیجیے اور اپنے حکم سابق سے توبہ کیجیے عبارت صحیح بخاری کو دیکھیے جس سے صاف مال تجارت مین زکات کا
واجب ہونا ثابت ہوتا ہے باب صدقۃ الکسب والتجارۃ لقول اللہ تعالے یعنے یہ باب ہے صدقہ مال تجارت کا

اور دلیل اسکی کہ مال تجارت مین زکاۃ واجب ہے یہ آیت ہے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم الآیۃ
شرح قسطلانی و عینی وغیرہ مین ہے لم یذکر فیہا حدیثا اکتفاء بالآیۃ انتہی یعنے نہین ذکر کی بخاری نے اس باب مین کوئی حدیث
واسطے کافی ہونے آیت قرآنیہ کے ثبوت زکاۃ تجارت مین اور نووی کی شرح صحیح مسلم مین ہے وبہ قال جمہور العلماء من الخلف
والسلف خلافا لداؤد انتہی یعنے واجب ہونا زکاۃ کا مال تجارت مین مذہب ہے اکثر متقدمین اور متاخرین کا
اور خلاف ہے اسمین داؤد ظاہری کا اور صحیح مسلم اور بخاری مین روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عمر کو واسطے
تحصیل کرنے زکاۃ کے مقرر کیا پس آپ کو خبر پہونچی کہ خالد بن ولید اپنے مال کی زکاۃ نہین دیتے ہین پس آپنے فرمایا
اما خالد فانکم تظلمون خالدا فانہ قد احتبس ادراعہ واعتادہ فی سبیل اللہ یعنے خالد پر تم لوگ ظلم کرتے ہو کہ اونکے اسباب کی
زکاۃ طلب کرتے ہو کیونکہ اونہون نے سب اسباب جہاد کو جیسے ہتہیار اور گہوڑے اور زرہ وغیرہ جو اونکے پاس ہے خدا کی
راہ مین وقف کر دیا اور مال وقف پر زکاۃ نہین ہے اس سے صاف ثابت ہی کہ مال تجارت مین زکات واجب ہے
ورنہ حضرت عمرؓ وغیرہ اسباب کی زکات کیون خالد سے مانگتے اور آنحضرتؐ کیون وقف کو بیان کرتے نووی کی شرح
صحیح مسلم مین مرقوم ہے ومعنی الحدیث انہم طلبوا من خالد زکاۃ اعتادہ ظنا منہم انہا للتجارۃ وان الزکاۃ فیہا واجبۃ
فقال لہم لا زکاۃ لکم علی فیہا فقالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان خالدا منع الزکاۃ فقال لہم انکم تظلمونہ لانہ حبسہا ووقفہا
فی سبیل اللہ فلا زکاۃ فیہا انتہی یعنے معنے حدیث کے یہ ہین کہ صحابہ نے طلب کیا خالد سے اونکے مال و سامان جہاد کی زکاۃ
یہ خیال کر کہ یہ مال تجارت کا ہے اور زکات اسمین واجب ہے پس کہا خالد نے اونسے کہ میرے مال مین زکاۃ نہین
واجب ہے پس شکایت کی صحابہ نے آنحضرتؐ سے اور عرض کیا کہ خالد زکات نہین دیتے ہین پس فرمایا آپ نے
اونسے کہ تم زیادتی کرتے ہو خالد پر کیونکہ اونہون نے وہ سب مال وقف کر دیا ہے پس اوسکی زکات نہین واجب ہے
اور ابن القیم شاگرد رشید ابن تیمیہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد مین لکہتے ہین انہ جعلہا فی اربعۃ اصناف من المال
یعنے اللہ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا زکات چار قسم کی مال مین احدہا الزرع والثمار ایک کہیتی کا
غلہ اور پہل وغیرہ الثانیۃ بہیمۃ الانعام دوسرے جانور جیسے بکری گائے اونٹ الثالث الجوہران وہما الذہب والفضۃ
تیسرے سونا چاندی والرابع اموال التجارۃ چوتہے مال تجارت ان سب مین زکات واجب کی گئی اور سنن ابو داود
و سنن دارقطنی اور مسند بزار مین سمرۃ بن جندب سے مروی ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرنا ان
نخرج الزکوۃ مما نعد للبیع یعنے تہے آنحضرتؐ کہ حکم فرماتے تہے ہمکو ساتھ ادا کرنے زکاۃ کے اوس مال سے جو کہ قصد
تجارت کا ہم رکہتے تہے اور اس حدیث کے سند مین اگرچہ ایک راوی سلیمان مجہول ہے مگر اوسکی جہالت کچھ مضر نہین ہے
کیونکہ ظاہر ہے کہ ابن منذر وغیرہ نے اجماع وجوب زکاۃ پر مال تجارت مین نقل کیا ہے اور ظاہر آیت قرآنیہ اور
حدیث صحیحین سابق بہی وجوب پر دلالت کرتی ہے پس یہ حدیث ابو داود کی بطور تقویت و استشہاد ذکر کیجاتی ہے

نفس ثبوت مسئلہ کچھ اس حدیث پر موقوف نہیں تا ضعف اسکی سند کا کچھ ضرر کرے اور نواب بھوپال نے مسک الختام شرح بلوغ المرام میں جو بالکل مطیع اور خادم شوکانی کے ہیں اور بمقابلہ تحقیق شوکانی کے کسیکی تحقیق کا ان کو کان نہیں لگاتے ہیں شوکانی سے نقل کیا کہ نقل کرنا ابن منذر کا اجماع کا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس باب میں خلاف ظاہریہ کا موجود ہے عبارت اونکی یہ ہے شوکانی گفتہ ونقل کردہ ابن منذر اجماع بر زکوۃ در تجارت ونیست این نقل صحیح واول کسیکہ خلاف ہے کنند دران ظاہریہ اند وایشان اند فرقہ از فرق اہل اسلام انتہی اور پھر یہ بھی تحریر کیا وشک نیست در عدم وجود دلیل قوی درین باب غیر از اجماع اگر ثابت شود انتہی پس محض مزخرف اور باطل ہے بڑے عجب کی بات ہے کہ قرآن کی آیت اور حدیث صحیحین کے صاف وجوب زکاۃ تجارت پر دلالت کر رہی ہے باانیہمہ وہ کہتے ہیں کہ اسکی کوئی دلیل قوی نہیں ہے سواے اجماع کے باقی رہی یہ بات کہ اوس آیت کا اور حدیث کا کچھ اور مطلب کہا جاوے یا کچھ تاویل کیجاوے پس یہ مضر نہیں ہے کیونکہ مدار ثبوت احکام کا ظاہر معانی آیات واحادیث پر ہے اور بلا ضرورت تاویل اوسمیں درست نہیں ہے اور اگر ایسی آیت یا حدیث جیسا ان اس باب میں ہوتی کہ دوسرے مطلب کا احتمال نہ رکھتے ہوتے تو ظاہریہ بسبب انکار وجوب تجارت زکاۃ اور ایسے ہی اونکے مقلد شوکانی کافر ہو جاتے اسی وجہ سے کہ اوس آیت اور حدیث میں اور بھی مطلب ہو سکتا ہے ان لوگوں پر حکم کفر کا نہیں کیا گیا اور یہ قول شوکانی کا کہ نقل ابن منذر کی صحیح نہیں ہے کیونکہ اسمیں ظاہریہ کا خلاف ہے محض لغو ہے اس وجہ سے کہ حضرات ظاہریہ بعد ایک مدت دراز کے زمانہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے ظاہر ہوے اور ابن منذر نے اجماع ظاہریہ کے قبل کا مراد لیا ہے پس اب انکے خلاف سے اوس اجماع میں کیا نقصان ہو سکتا ہے بلکہ انہیں پر الزام عائد ہوتا ہے اور ابن منذر کی نقل ایسی نہیں کہ شوکانی اوسکو غیر معتبر بنا سکے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر اندھا جماعت کراوے تو نماز مکروہ ہوتی ہے سو امام اعظم نے خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ سنن ابوداود میں روایت ہے انس سے کہ خلیفہ کیا رسول خدا نے عبداللہ بن ام مکتوم کو کہ امامت کریں لوگوں کی اور تھے وہ اندھے اقول یہ گفتگو آپ کی مثل اندھوں کی گفتگو کے ہے جو خود نہیں دیکھ سکتے ہیں سنی سنائی بات اوڑا دیتے ہیں سو ہمیشہ سے گڑوں جاتے نہیں نے کبھی شرکی یہ نہیں بتاؤ کیسی کچھ فتور ہمیں سو آپ ذرا آنکھ کھول کے دیکھیے اور غور سے سمجھیے کہ مذہب امام کا کیا ہے اور حدیث جسکو مخالف آپ کہ رہے ہیں کسیطرح سے مخالف نہیں ہے در مختار میں ہے ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد واعرابی وفاسق واعمی الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم انتہی یعنے مکروہ ہے بکراہت تنزیہی امامت کرنا غلام کا اور بدوی کا اور فاسق کا اور اندھے کا مگر یہ کہ ہو وے سواے فاسق کے یعنے غلام اور بدوی اور اندھا اعلم القوم یعنے بہ نسبت اور حاضرین کے اوسکو علم زیادہ ہو وے اسوقت میں امامت اندھے وغیرہ کی مکروہ تنزیہی بھی نہیں ایسی

اور کتب فقہیہ مین بھی ہو اس سے معلوم ہوا کہ امامت اندہے کی امام اعظم کے نزدیک حرام نہین ہے صرف مکروہ تنزیہی ہے بخیال اسکے کہ اکثر اندہون مین جہالت ہوا کرتی ہی اور نجاست وغیرہ سے بچنے مین احتیاط کم ہوتی ہے لیکن یہ بھی اوسوقت ہی جب اوس سے بہتر کوئی اور امام ملے اور اگر اندہا سبھون سے زیادہ علم رکہتا ہو تو امامت اوسکی بالکل مکروہ نہین ہے اور آن حضرت نے جو ابن ام مکتوم کو امام بنا دیا تہا اوس زمانے مین یہ امر ہوا تہا کہ آن حضرت اور صحابہ مدینہ سے سفر کرتے تہے اور مدینہ کے لوگون مین ابن ام مکتوم سے بڑہ کے عالم تہا اسوجہ سے اونکو خلیفہ کر دیا تہا بحر رائق مین ہی قید کراہتہ امامتہ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلہم فہو اولی انتہی یعنے مقید کیا ہی مکروہ ہونے امامت اندہی کو محیط وغیرہ مین ساتہ اسکے کہ نہووے اندہا بہتر اور لوگون سے اور اگر اندہا اور لوگون سے علم مین زائد ہووے پس اوسکا امام ہونا بہتر ہی اور نہر فائق مین ہی وردفی الاعمی نص خاص ہو استخلافہ صلے اللہ علیہ وسلم لابن ام مکتوم وعتبان علے المدینتہ وکانا اعمیین لانہ لم یبق من الرجال من ہو اصلح منہما انتہی یعنے وارد ہوئی ہے باب امامت اندہے مین ایک روایت خاص کہ جسمین خلیفہ بنانا آن حضرت کا ابن ام مکتوم اور عتبان کو مروی ہے اور وہ دو اندہے تہے اور وجہ ان دونون کے خلیفہ بنانے کی یہ تہی کہ نہین باقی تہا اوس زمانے مین مدینہ مین وہ شخص جو انسے بہتر ہو بلکہ یہ دونون اور لوگون سے علم مین زائد تہے اسوجہ سے امامت انکی مکروہ نہین ہوئی بلکہ ایسی صورت مین بہتر ہوگئی قولہ ہدایہ وغیرہ مین لکہا ہے کہ گانون مین جمعہ پڑہنا درست نہین سو امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ بخاری اور ابو داؤد مین روایت ہے ابن عباس سے کہ تحقیق اول جمعہ کہ پڑہا گیا اسلام مین پیچہے جمعے کے کہ پڑہا گیا مسجد رسول خدا مین البتہ جمعہ ہی کہ پڑہا گیا بیچ جواثے کے کہ گانون بحرین سے ہے **اقول** یہ آپ کی تقریر بمقابلہ تقریرات حنفیہ پایہ اعتبار سے ساقط ہی یہ مسئلہ کتب حنفیہ مین خوب بشرح وبسط مذکور ہے ادنے کی قدر کچہ نہین اعلے کے سامنے ٭ دریا کے آگے کیا ہی حقیقت حباب کی ٭ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو تخریج احادیث ہدایہ مین مذکور ہے روی عبد الرزاق عن علے موقوفاً لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع واسنادہ صحیح یعنے روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علی سے کہ نہین ہے تشریق اور نہ نماز جمعہ مگر شہر مین اور اسناد اوسکا صحیح ہے اور ایسیہی مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ مین ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے شہر کے ساتہ جمعہ کو خاص کر دیا اور گانون مین جمعہ جائز نہین رکہا اور ظاہر ہے کہ ایسا مضمون صحابی اپنے اجتہاد و درایت سے نہین کہہ سکتا ہے پس موافق قاعدہ اصول حدیث کے جیسا کہ سابقاً مفصلاً مذکور ہو چکا یہ قول حضرت علی کا حکم مین حدیث مرفوع کے ہو گیا باقی وہ حدیث جو آپ نے ذکر کی اوسمین اسیقدر وارد ہے کہ جمعہ کی نماز مقام جواثے مین جو قریب بحرین کے ہے ہوئی اور یا وسیرا اوس روایت مین قریہ کی لفظ کا اطلاق آگیا ہی مگر اس سے یہ نہین ثابت ہوتا ہی کہ مقام جواثا گانون تہا شہر نہ تہا اسوجہ سے کہ لفظ قریہ اگرچہ بلغت عرب اسکے معنی گانون کے ہین مگر بہت جگہ

اسکا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے قرآن پاک مین ایک مقام پر موجود ہے واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریۃ اور دوسرے
مقام پر ہے واسئلهم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اور تیسرے مقام پر ہے واسئل القریۃ التی کنا فیہا اور
چوتھے مقام پر ہے ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا ان چارون مقام مین شہرون پر قریہ کی لفظ کا اطلاق کیا گیا
پس معلوم ہوا کہ صرف کسی جگہ کو قریہ کہنے سے یہ نہین لازم کہ وہ گانون ہووے شہر نہووے اسیلئے ممکن ہے کہ مجازاً شہر
ہووے مگر اوسپر اطلاق قریہ کا آگیا ہو اور بعض محققین نے اسکی تصریح بھی کی ہے تفصیل اس بحث کی کتب
تفسیر اور کتب فقہ مثل بنایہ و فتح القدیر و بحر الرائق و نہایہ و تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وغیرہ مین مذکور ہے
الحاصل یہ حدیث مخالف مذہب امام اعظم نہین ہے اور امام اعظم کا مذہب بھی موافق حدیث کے ہے **قولہ**
شرح وقایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ سوائے نماز وتر کے اور نمازون مین دعاء قنوت پڑھنی جائز نہین سو امام اعظم
نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا **اقول** حنفیہ کے نزدیک صحیح یہی ہے اور ایسیہی اور نمازون مین قنوت
سنت نہین سوائے وتر کے مگر نوازل مین یعنے جب کوئی واقعہ عظیمہ ہووے جیسے واقعہ جہاد یا طاعون وغیرہ
اوس حالت مین صبح کی نماز مین دوسری رکعت مین بعد رکوع کے دعا پڑھنا واسطے دفع بلا کی درست ہے اور یہی امر
بڑے بڑے صحابہ سے مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ مین حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان کا حال مروی ہے انہم کانوا
لا یقنتون فی الفجر یعنے یہ صحابہ صبح مین قنوت نہین پڑھتے تھے اور مصنف مین روایت ہے لما قنت علی فی الفجر انکر الناس
علیہ ذلک علی قال انما استنصرنا علی عدونا یعنے جب علی مرتضے نے نماز فجر مین قنوت پڑھی اوس زمانے مین کہ انمین
اور حضرت معاویہ مین لڑائی درپیش تھی لوگون نے اوسپر انکار کیا پس کہا علی نے کہ یہ دعاء نصرت اور فتح کی اپنے دشمن پر
کی اور یہی مصنف مین ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن زبیر سے مروی ہے انہم کانوا لا یقنتون فی الفجر
یعنے یہ لوگ نماز صبح مین قنوت نہین پڑھتے تھے اور کتاب الآثار مین اسود سے مروی ہے انہ صحب عمر فی السفر والحضر
کذا مرۃ فما رأیتہ قانتا فی الفجر حتی فارقہ یعنے وہ ساتھ رہے عمر بن الخطاب کے سفر اور حالت اقامت مین پس نہین پایا عمر کو
کبھی قنوت پڑھتے ہوئے نماز صبح مین اور کتاب الاعتبار مین ابن مسعود سے مروی ہے لم یقنت رسول اللہ صلعم
الا شہرا لم یقنت قبلہ ولا بعدہ یعنے آن حضرت نے صبح مین قنوت نہین پڑھی مگر ایک مہینہ اور شرح معانی الآثار مین ابن عمر سے
مروی ہے انہ بدعۃ ما فعلہ رسول اللہ صلعم غیر شہر ثم ترکہ یعنے قنوت صبح کی نماز مین ہمیشہ پڑھنا بدعت ہے آن حضرت نے
نہین پڑھی دعا سے قنوت نماز صبح مین مگر ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا آپ نے پڑھنا اوسکا اور بھی اوسمین ابراہیم نخعی سے
روایت ہے کان عبد اللہ لا یقنت فی الفجر واول من قنت فیہا علی کانوا یرون انہ انما فعل ذلک لانہ کان محاربا
یعنے تھے عبد اللہ بن مسعود کہ نہین پڑھتے تھے قنوت نماز صبح مین اور ابتدا اسکی علی مرتضی نے کی اسواسطے کہ
وہ محاربے تھے ساتھ معاویہ کے پس غرض تلمیذ فتح و نصرت قنوت پڑھی تاکی وہ قصد ہمیشہ بعض آن حضرت نماز صبح

یا سب نمازون مین قنوت پڑھنا مروی ہے وہ سب محمول ہین اوپر قنوت نوازل کے کہ جب کوئی واقعہ خاص واقع ہوتا
آپ قنوت پڑھتے پھر ترک کر دیتے نہ یہ کہ آپ ہمیشہ قنوت صبح مین پڑھا کرتے تھے عبارت ابن القیم کی زاد المعاد مین ملاحظہ
کیجیے اور اپنے اعتراضات واہیہ سے باز آئیے وقنت فی الفجر بعد الرکوع شہرا ثم ترک القنوت یعنے قنوت پڑھی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح مین ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا اوسکو ولم یکن من ہدیہ القنوت فیہا دائما اور نہ تھا طریقہ آپ کا
قنوت پڑھنا صبح مین ہمیشہ ومن المحال ان رسول اللہ کان فی کل غداۃ بعد اعتدالہ من الرکوع یقول اللہم اہدنی فیمن
ہدیت ویرفع بذلک صوتہ ویؤمن علیہ اصحابہ دائما الی ان فارق الدنیا ثم لا یکون ذلک معلوما عند الامۃ بل یضیعہ اکثر
امتہ وجمہور اصحابہ بل کلہم حتے یقول من یقول انہ محدث یعنے نہین ممکن ہے یہ امر کہ آنحضرت ہمیشہ صبح مین بعد
رکوع کے یہ دعاے قنوت اللہم اہدنی الخ بلند آواز سے پڑھتے ہون اور صحابہ ہمیشہ اوسپر آمین آمین کہتے ہون
اور نہووے یہ امر معلوم علماے امت کو بلکہ چھوڑ دینا اسکو اکثر صحابہ بلکہ کل اور کہین بعض صحابہ کہ یہ نئی بات ہے
حاصل یہ ہے کہ اکثر صحابہ سے قنوت نہ پڑھنا ثابت ہی اور بعضون سے اسپر حکم بدعت کا منقول ہے پس آنحضرت کا
اگر یہ طریقہ دائمہ ہوتا جیسا کہ شافعیہ اور بعض محدثین سمجھتے ہین کہ ہمیشہ آپ صبح مین ہمیشہ دعاے قنوت پڑھتے تھے
اور صحابہ آمین آمین کہتے تھے کیون اکثر صحابہ خصوصا حضرات خلفاء اربعہ اس طریقہ کو چھوڑ دیتے اور اسپر حکم
بدعت کا کیونکر کرتے پس جب صحابہ سے ثابت ہے کہ اونہون نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا معلوم ہوا کہ آنحضرت کا
یہ طریقہ دائمہ نہ تھا کما قالہ سعید بن طارق الاشجعی جیسا کہ منقول ہے سعید بن طارق اشجعی سے قلت لابیہ یا ابت انک
قد صلیت خلف رسول اللہ وابی بکر وعمر وعثمان وعلی فکانوا یقنتون فی الفجر فقال ای بنی محدث کہا مین نے اپنے باپ سے
کہ آپ نے آنحضرت اور خلفاء اربعہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے پس کیا یہ سب قنوت پڑھتے تھے صبح مین پس کہا
اونہون نے کہ صبح مین قنوت پڑھنا نئی بات ہے یہ حضرت نہین پڑھتے تھے رواہ اہل السنن و احمد یعنے روایت کیا
اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور امام احمد نے قال الترمذی حدیث حسن صحیح کہا ترمذی نے
کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے وذکر الدارقطنی عن سعید بن جبیر اور روایت کیا ہے دارقطنی نے سعید بن جبیر سے اشہد
انی سمعت ابن عباس یقول ان القنوت فی صلوۃ الفجر بدعۃ کہا اونہون نے کہ مین گواہی دیتا ہون اس امر کی کہ مین نے
سنا ہے ابن عباس سے کہ وہ کہتے تھے کہ نماز فجر مین قنوت پڑھنا بدعت ہے وذکر البیہقی عن ابی مجلز اور روایت کیا
بیہقی نے ابو مجلز سے قال صلیت مع ابن عمر صلوۃ الصبح فلم یقنت فقلت لہ لا اراک تقنت فقال لا احفظہ عن احد من
اصحابنا کہا اونہون نے کہ نماز پڑھی مین نے صبح کی ابن عمر کے ساتھ پس نہین پڑھی قنوت اونہون نے پس کہا مین نے
کہ مین نے آپکو قنوت پڑھتے نہین دیکھا پس کہا ابن عمر نے کہ نہین یاد کرتا ہون مین اس طریقہ کو کسی شخص سے
اپنے اصحاب سے یعنے کسیکو مین نے پڑھتے ہوے نہین دیکھا بعد اوسکے ابن قیم کہتے ہین ومن المعلوم ان [illegible]

ولو كان يقنت كل غداة ويجهر به ويؤمّن الصحابة لكان نقل الامة لذلك كلهم كنقلهم جهره بالقراءة فيها وعددها
ووقتها وان جاز عليهم تضييع امر القنوت فيها جاز عليهم تضييع ذلك حاصل اسکا یہ ہے کہ اگر آن حضرت ہر صبح کی نماز میں ہمیشہ
قنوت پڑھتے ہوتے اور صحابہ آمین کہتے روایت حدیث ضرور اس امر کی روایت کرتے اور اسکی نقل میں خلاف واقع ہوتا
جیسا کہ صبح کی نماز میں جہر کرنا اور صبح کی رکعات کا عدد اور اسکا وقت بلا اختلاف منقول ہوا ہے تمام اسکا ابن قیم
لکھتے ہیں والانصاف الذی یرتضیه کل عالم منصف انه جهر واسر وقنت وترك وكان اسراره اكثر من جهره وتركه القنوت
اكثر من فعله وانما قنت للدعاء لقوم وللدعاء على آخرين ثم تركه لما قدم من دعا لهم وتخلصوا من الاسر وجاؤا تائبين
فكان قنوته لعارض فلما زال ترك القنوت یعنے انصاف کہ جسکو ہر عالم منصف پسند کرتا ہے یہ ہے کہ آن حضرت نے نماز میں
بسم اللہ کبھی پکار کے پڑھی اور کبھی آہستہ اور آہستہ پڑھنا اکثر تھا اور دعائے قنوت صبح میں پڑھی اور کبھی نہیں پڑھی
اور نہ پڑھنا اوسکا اکثر تھا اور نہیں قنوت پڑھی آپ نے مگر واسطے دعا کے کسی گروہ مسلمانوں کی نجات کے واسطے
یا کسی گروہ کفار پر بددعا کرنے کی غرض سے پس جب کہ نجات پا گئے وہ لوگ جنکے واسطے آپ دعائے نجات کرتے تھے
یا ایمان لائے وہ کفار جن پر آپ دعا فرماتے تھے چھوڑ دیا آپ نے قنوت پڑھنا پس تھا قنوت پڑھنا آپ کا بسبب
عارض کے نہ ہمیشہ وذكر الامام احمد عن ابن عباس قال قنت رسول الله شهرا متتابعا في الظهر والعصر والمغرب والعشاء
والصبح في دبر كل صلوة اذا قال الامام سمع الله لمن حمده من الركعة الاخيرة يدعو على حي من بني سليم على رعل وذكوان وعصية
ويؤمن من خلفه ورواه ابو داود یعنے روایت کیا امام احمد اور ابو داؤد نے عبد اللہ بن عباس سے کہ آنحضرت نے
قنوت پڑھا ایک مہینہ کامل پانچوں نمازوں میں آخر رکعت میں بعد رکوع کے بددعا کرتے تھے آپ اوپر چند قبائل
کفار کے ایک رعل دوسرا ذکوان تیسرا عصیہ اور آمین کہتے تھے سب مقتدی آپکے پیچھے خلاصہ اس مقام میں
یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قنوت صبح وغیرہ میں چند قسم کی حدیثیں وارد ہیں بعض روایات میں تو
یہ ہے کہ آپ ہمیشہ قنوت صبح میں پڑھتے تھے مگر سند اس روایت کی ضعیف ہے جیسا کہ زاد المعاد اور فتح القدیر میں
اسکی تحقیق مذکور ہے اور بعض میں یہ ہے کہ آپ قنوت صبح میں نہیں پڑھتے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہمیشہ
نہیں پڑھتے تھے اور بعض میں یہ وارد ہے کہ جب کوئی ضرورت خاص واقع ہو جاتی اور کسیکے نجات کی دعا یا کسی پر
بددعا کرنے میں اہتمام مقصود ہوتا تو آپ صبح میں بلکہ پانچوں نمازوں میں دعاء مناسب پڑھتے اور جب ضرورت
مرتفع ہو جاتی تو پڑھنا چھوڑ دیتے اور یہی روایت صحیح ہے اور جس روایت میں مطلق آپ کا پڑھنا وارد ہوا ہے
اوس سے یہی مراد ہے بلکہ جسمیں وارد ہوا ہے کہ آپ ہمیشہ پڑھا کرتے اگر وہ روایت صحیح ہو اوس سے بھی مراد یہی ہے
کہ جب کبھی ضرورت ہوتی آپ قنوت پڑھتے اور یہ طریقہ آپکا ہمیشہ رہا نہ یہ کہ آپ بلا ضرورت ہر روز پڑھا کرتے اور یہ
یہی مذہب ہے اکثر حنفیہ کا پس مذہب حنفیہ کا اس باب میں بہت صحیح اور موافق احادیث کے ہے اور جو لوگ

سو نماز صبح مین قنوت پڑھنا سنت سمجھتے ہین اونکا قول معتبر نہین ہی جواب حنفیہ کیطرف مرقوم ہے اخرج عبد الرزاق فی
مصنفه عن ابی جعفر الرازی عن الربیع عن انس لم یزل رسول الله یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا وکذا عند الطبرانی
یہ راوی ضعیف ہی جیسا کہ دارقطنی وغیرہ مین مذکور ہے
وغیرہما وعندہما عند الطبرانی عن غالب بن فرقد الطحان قال کنت عند انس شہرین فلم یقنت فی صلوٰة الغداة
والجواب ان المراد بالحدیث الاول انه کان یقنت فیه عند النوازل واختصاصه بالنوازل قد ثبت بحدیث انس نفسه
عند الخطیب فی کتاب القنوت واسناده صحیح قاله فی التنقیح بلفظ کان لا یقنت الا ان یدعو لقوم او علی قوم وحدیث
ابی ہریرة عند ابن حبان فی صلوٰة الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم واسناده صحیح قاله الحافظ فیکون حدیث انس
المتقدم منسوخاً بصریح حدیثه وعلیه یحمل قول من قال من الصحابة به فلا یکون بالنسبة الی النازلة منسوخاً بل مستمراً وبه
قال جماعة من اہل الحدیث والذی یؤخذ من مجموع الاخبار انه کان لا یقنت الا فی النوازل ومن ثم ذہب جمع
من العلماء الی عدم نسخه فیہا بل ہو امر مستمر مشروع قال فی المنتقی قال الطحاوی انما لا یقنت عندنا فی الفجر من دون
وقوع بلیة فان وقعت فتنة او بلیة فلا باس به وقال ابراہیم الحلبی فی شرح المنیة ہو مذہبنا ومذہب الجمہور انتہی حاصل
اس عبارت کا اور ایسیہی عبارت عینی کا شرح ہدایہ مین ان نزلت بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلوٰة الفجر وبه قال
الاکثرون واحمد انتہی یہی ہے جو ہمنے سابقاً ذکر کیا کہ حنفیہ کے نزدیک اور اکثر علماء محدثین وغیرہ کے نزدیک قنوت
نوازل مسنون ہے اور بدون نوازل نہین اور یہی امر روایات حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن اعتراض اس
مقام مین امام اعظم پر ساتہ مخالفت حدیث کے محض مہمل ہے قوله ہدایہ وغیرہ مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی
زمین اس غرض سے دیوے کسیکو کہ وہ اوسمین کہیتی کرے اور اوس سے اپنا حصہ مقرر کر لیوے تو جائز نہین
سو امام اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ان دو حدیثون کا پہلی حدیث صحیح مسلم مین روایت ہے عبد الله بن عمر سے
کہ رسول خدا نے دی یہود خیبر کو درخت کہجور اور زمین اوسکی اس شرط پر کہ محنت کرین وہ اوسمین اپنے مالون سے
اور رسول خدا نے لیا آدہا میوہ اوسکا دوسری حدیث الخ اقول امام کے مذہب کی سند بھی صحیح مسلم وغیرہ مین موجود
ہے تعجب ہے کہ وہ تو آپ کو نہ دکہائی دی اور حدیث مخالف جلدی سے نظر مین آگئی ع اتنی بہی سرکشی نکر اسے بت
خدا سے ڈر ہ جاتی ہے یاں سے عرش تک آہ و فغان دل ہر چند کہ اس مسئلے مین ابحاث بہت ہین کتب مطولہ مین
تفصیل تمام ثبت ہین مگر اس مقام پر صرف عبارت موطا امام محمد کی اور اوسکے حاشیہ تعلیق ممجد کی سمجہدار کیواسطے
کفایت کرتی ہے موطا مین امام محمد نے پہلے اوس حدیث کو جسکو آپ مخالف مذہب امام کہ رہے ہین ذکر کیا اوسکے بعد
یہ لکہا لا باس بمعاملة النخل علی الشطر والثلث والربع وبمزارعة الارض البیضاء علی الشطر والثلث والربع وکان ابو حنیفة
یکره ذلک ویذکر ان ذلک ہو المخابرة التی نہی عنہا رسول الله صلی الله علیه وسلم انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ کہجور کے درختون کو
کسیکو دینا اسطور پر کہ وہ اوسمین محنت کرے اور جو میوہ اوسمین نکلے اوسمین دونون شریک ہون خواہ نصفاً

یا ثلثا یا ربعا یعنے مالک درخت اپنا حصہ آدھا مقرر کردیوے یا تہائی یا چوتھائی اور ایسی خالی زمین کو واسطے کھیتی کے دینا
اور کچھ حصہ اپنا مقرر کرنا آدھا ہو یا چوتھائی یا تہائی یہ دونوں صورتیں امام محمد اور یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہیں
اور تھے امام ابو حنیفہ کہ مکروہ جانتے تھے ان دونوں کو اور کہتے تھے کہ یہی صورت ہے مخابرہ کی کہ آن حضرت نے اوس سے
ممانعت فرمائی ہے اور عبارت تعلیق مجد کی یہ ہے المساقاۃ بلغۃ اہل المدینۃ عبارۃ عن دفع الاشجار الکروم او النخیل وغیر ذلک
الی من یقوم باصلاحہا علی ان یکون لہ سہم معلوم من ثمرہا ویقال لہا المساقاۃ ایضا یعنے مساقات بلغت اہل مدینہ کہتے ہیں
درخت انگور یا کھجور یا کسی اور میوہ کے درختوں کو کسی ایسے شخص کے دینے کو کہ وہ اوسکا اہتمام کرے اور پانی وغیرہ اوسمین
پہونچا دے باین شرط کہ اوسکے پھلوں کا ایک حصہ معینہ مالک درختوں کو ملے اور اسی معاملہ کو مساقات بھی کہتے ہیں
وہو عقد جائز عندہما وعلیہ الفتوے اور یہ معاملہ جائز ہے ابو یوسف اور محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوے ہے حنفیہ کے
نزدیک وبہ قال احمد واکثر العلماء اور یہی مذہب ہے امام احمد اور اکثر علماء کا وحجتہم فی ذلک حدیث معاملۃ خیبر اور دلیل
انکی حدیث معاملہ خیبر ہے والمزارعۃ عبارۃ عن عقد علی الارض البیضاء ای الخالیۃ عن الزرع ببعض معین مما یخرج منہ
اور مزارعت عبارت ہے عقد کرنے سے خالی زمین پر باین طور کہ وہ زمین کسیکو کھیتی کے واسطے دیوے اور جو کچھ اوسمین
کھیتی سے غلہ پیدا ہووے اوسمین ایک حصہ اپنے واسطے مقرر کرلیوے وبجوازہ قال الجمہور اور مساقات جائز ہونے
ایسے معاملہ کے قائل ہیں اکثر علماء وروی ابن ابی شیبۃ وغیرہ عن علی وابن مسعود وسعد وجماعۃ من التابعین
ممن بعدہم اور مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں جواز اس معاملے کا حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود اور سعد بن
ابی وقاص اور ایک جماعت تابعین سے وقد ورد فی بعض روایات معاملۃ خیبر العقد علی الزرع ایضا اور وارد ہوا ہے
بعض روایات قصہ معاملہ خیبر میں کہ آن حضرت نے زمین بھی یہود کو کھیتی کے واسطے دی تھی اور اپنا حصہ ٹھہرالیا تھا
واما ابو حنیفۃ فحکم بفسادہما مستدلا بالنہی عن المخابرۃ اور ابو حنیفہ نے حکم کیا ہے فاسد ہونے کا ان دونوں معاملہ کا اور دلیل
انکی یہ ہے کہ آن حضرت نے مخابرہ سے ممانعت کی اور مخابرہ کے معنی یہی ہیں کہ کسیکو زمین کھیتی کے واسطے دینا یا کھجور
وغیرہ کے درخت دینا تاکہ وہ اوسکا اہتمام کرے اور غلہ اور پھلوں میں دونوں کی شرکت ہووے وورد ذلک من حدیث
جابر عند مسلم وزید بن ثابت عند ابی داؤد ورافع بن خدیج عند مسلم وغیرہ یعنے وارد ہوئی ممانعت مخابرہ سے صحیح مسلم میں
بروایت جابر اور رافع بن خدیج کے اور سنن ابو داؤد میں بروایت زید بن ثابت کے اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ امام نے
جو ایسے معاملہ سے ممانعت کی ہے اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ اپنے موافق حدیث ہی پیش کی لیکن اونکے موافق جو
حدیث ہو اوسکو نہ دیکھنا اور جو اونکے مخالف ہو اوسکو لکھ دینا خالی از تعصب نہیں ہے ہاں اسمین شبہ نہیں ہے
کہ اس مسئلہ میں مذہب صاحبین کا جو موافق جمہور کے ہے قوی ہے اسیوجہ سے حنفیہ کے نزدیک فتوے بھی اسی پر ہے
کہ یہ دونوں صورتیں درست ہیں مگر یہ امر آخر ہے مجتہدین کے اختلافات میں کبھی ایک مجتہد کا قول قوی ہوتا ہے کبھی

دوسرے مجتہد کا قوی ہوتا ہے اس سے یہ کہنا کہ فلان مجتہد نے خلاف قرآن یا حدیث کے کیا ہے جائز ہے کسی مجتہد کی شان
نہین ہے کہ دیدہ و دانستہ خلاف حدیث اور قرآن کے کرے یا اپنی رائے کو احکام شرعیہ مین باوجود وارد ہونے حدیث اور
قرآن کے دخل دیوے اور جو لوگ اس امر کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہین کہ وہ اپنی رائے کو بہت دخل دیتے تھے
اور حدیث اور قرآن کو ترک کر دیتے تھے وہ لوگ جھوٹے مفتری ہین جیسا کہ عبدالوہاب شعرانی نے میزان مین اور ملا معین نے
دراسات اللبیب مین اور ابن عبد البر اور ابن حجر وغیرہ نے اپنے کتب مین اسکو بتفصیل تمام بیان کیا ہے قولہ ۱۱۱
ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ اگر کسی سے سنتین فجر کی نہ پڑہی گئی ہون تو پڑہنا اوسکا نہ تو بعد فرض صبح کے
قبل نکلنے آفتاب کے جائز ہے اور نہ بعد نکلنے آفتاب کے جائز ہے اور یہ مذہب ہے امام اعظم اور اونکے شاگرد ابو یوسف کا سوا امام
اعظم نے اس مسئلہ مین خلاف کیا ہے ان دو حدیثون کا پہلی حدیث ابن حبان نے قیس سے روایت کی کہ تحقیق اونسے
پڑہی نماز ساتھ رسول خدا کے صبح کی اور نہ پڑہی تہین اونسے دو رکعتین فجر کی یعنے سنتین پس جب سلام پہیرا رسول خدا نے
کھڑا ہوا پس پڑہی دو رکعتین فجر کی یعنے سنتین اور رسول خدا دیکھتے تھے اوسکی طرف اور نہ انکار کیا اوسپر دوسری
حدیث ترمذی مین روایت ہے ابوہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا نے جو شخص کہ نہ پڑہے دو رکعتین فجر کی یعنے سنتین
پس چاہیے کہ پڑہے اون دونون کو بعد اسکے کہ بلند ہوا آفتاب اقول ۵ بے ثباتی ہے نہایت حسن بے ناموس کو
پایداری ہوتی ہے کم شمع بے فانوس کو۔ قبل طلوع آفتاب کے بعد نماز فرض صبح کے سنت فجر کا ادا کرنا جو امام اعظم
کے نزدیک مکروہ ہے اوسکے موافق حدیث صحاح ستہ مین موجود ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ابوسعید خدری سے
روایت ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ بعد الصبح حتے تطلع الشمس ولاصلوٰۃ بعد العصر حتے تغرب الشمس
یعنے فرمایا رسول خدا صلعم نے نہ پڑہی جاوے کوئی نماز نفل بعد نماز صبح کے تا بہ طلوع آفتاب اور نہ بعد نماز عصر کے تا بہ غروب
آفتاب چونکہ اس حدیث مین مطلقاً نماز نفل سے ممانعت آئی ہے اور ظاہر ہے کہ سنت فجر کی نفل ہے فرض و
واجب نہین ہے اسی وجہ سے امام اعظم وغیرہ نے حکم ممانعت کا دیا اور حدیث قیس کا یہ جواب ہے کہ وہ حدیث اباحت
وجواز پر دلالت کرتی ہے اور حدیث صحیحین کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جب دو حدیثون مین اس قسم کا تخالف
ہو کہ ایک سے کسی فعل کا جواز معلوم ہوتا ہو اور دوسرے سے اوسکی ممانعت تو عمل حدیث ممانعت پر احتیاطاً لازم ہے
جیسا کہ کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین بشرح و بسط مذکور ہے آپ نے اس مقام پر چالاکی کی کہ صحیحین کی حدیث
ہر گاہ موافق امام اعظم تہی اوس سے کنارہ کشی کر کے صحیح ابن حبان سے مدد مانگی اور ایک حدیث اوسکی جو جواز پر
دلالت کرتی ہے لکھدی تا عوام کے نزدیک وقعت آپ کی معلوم ہووے اگرچہ اس حرکت سے عوام نے آپ کو بڑا
عالم سمجھ لیا ہو مگر خواص کے نزدیک آپکی جہالت غریبہ ظاہر ہو گئی باقی رہا دوسرا مسئلہ اوسمین بہی آپ نے فریب دیا
امام اعظم کی طرف عدم جواز اداء سنت کو بعد طلوع آفتاب کے منسوب کر دیا حالانکہ اونکے نزدیک بعد طلوع آفتاب کے

سنت پڑھ لینا نہ حرام ہے نہ مکروہ البتہ ضرور نہیں ہے جیسا کہ عینی کی شرح ہدایہ میں ہے ولا تبدا لقضاہما عند
ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد احب الی ان یقضیہما الی وقت الزوال یعنے نہ قضا کی جاوے سنت فجر کی بعد طلوع آفتاب کے
امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور کہا امام محمد نے بہتر ہے میرے نزدیک یہ کہ پڑھ لے اوسکو بعد طلوع آفتاب کے
دوپہر تک قال الحلوانی ان فعلہ ومن تابعہما لا خلاف بینہم کما علوانی اور مفتاح وغیرہ نے کہ حقیقت میں کچھ خلاف نہیں
درمیان محمد کے اور درمیان ابوحنیفہ کے فان محمدا یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل فلا شیء علیہ وہما یقولان لیس
علیہ ان یقضی وان فعل لا باس بہ انتہی یعنی تحقیق امام محمد نے کہا کہ بہتر ہے یہ کہ قضا کرے اور اگر نہ پڑھیگا تو کچھ گناہ نہیں ہے
اور وے دونوں یعنے ابو یوسف اور ابوحنیفہ کہتے ہیں نہیں لازم ہے اوسپر پڑھنا اور اگر پڑھ لیگا تو کچھ حرج نہیں اور یہی
مطلب ہے اس عبارت رد المحتار کا قیل ہذا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لو لم یفعل لا لوم علیہ وقالا
لا یقضی وان قضی فلا باس بہ کذا فی الخبازیۃ انتہی اور ایسی اور کتب فقہ میں بھی تحریر ہے اب اس حدیث ترمذی میں جسکو
آپ مخالف سمجھی اور مذہب امام اعظم میں کیا مخالفت رہی اسوجہ سے کہ اوس حدیث سے مراد یہ نہیں ہے کہ بعد طلوع آفتاب
کے سنت کا پڑھ لینا فرض یا ضروری ہے تا مخالفت مذہب امام کی لازم آوے علاوہ ازیں اوس حدیث کے ثبوت میں
کسقدر شبہ ہے خود ترمذی نے اوسکے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے آپنے بڑا کمال کیا کہ حدیث تو لکھدی اور باقی
عبارت ترمذی کی کہا لی واہ رے تدین اور واہ رے دعواے حقانیت اگر اسیکا نام حقانیت اور تدین ہے
تو ایسی حقانیت آپ کو مبارک رہے اور ہمکو خدا ایسی مکاری سے محفوظ رکھے عبارت ترمذی کی یہ ہے حدثنا عقبۃ
بن مکرم العمی البصری خبر دی ہمکو عقبہ بن مکرم بصری نے حدثنا عمرو بن عاصم کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو عمرو بن عاصم نے
کہا اونہوں نے کہ حدثنا ہمام خبر دی ہمکو ہمام نے عن قتادۃ اونہوں نے روایت کی قتادہ سے عن النضر بن انس
اونہوں نے نضر بن انس سے عن بشیر بن نہیک اونہوں نے بشیر بن نہیک سے عن ابی ہریرۃ اونہوں نے ابو ہریرہ رضی سے قال
قال رسول اللہ کہا اونہوں نے کہ فرمایا رسول خدا نے من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس جو نہ پڑھے دو
سنتیں صبح کی پس پڑھ لے اونکو بعد طلوع آفتاب کے قال ابو عیسیٰ کہا ابو عیسیٰ ترمذی نے ہذا حدیث لا نعرفہ الا من ہذا
الوجہ یہ حدیث نہیں پہونچی ہے ہمکو مگر اسی سند سے اور دوسری کوئی سند اسکی نہیں ہے ولا نعلم احدا روی ہذا الحدیث
بہذا الاسناد نحو ہذا الا عمرو بن عاصم الکلابی والمعروف من حدیث قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نہیک عن
ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ من ادرک رکعۃ من صلوۃ الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح انتہی یعنے نہیں
جانتے ہیں ہم کہ روایت کیا اس حدیث کو ہمام سے اس اسناد سے کسی نے مگر عمرو بن عاصم کلابی نے اور مشہور روایت
قتادہ سے ساتھ اس اسناد کے دوسری حدیث ہے قولہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے
کسی عورت سے اور مہر مقرر کرے اوسکا برس دن کی خدمت کرنی یا پڑھانا قرآن کا تو یہ مہر باندھنا اوسکو کافی ہوگا

اور مہر مثل دینا آویگا اور یہ مذہب ہی امام اعظم کا اور اونکی شاگرد ابو یوسف کا سوا امام اعظم نے اس مسئلے مین خلاف کیا اس حدیث کا جو کہ
بخاری اور مسلم مین روایت ہی **اقول** امام ابو حنیفہ رحمہ کا عمل کلام پروردگار عالم پر ہی کہ سورہ نساء مین بعد بیان اون عورتون کی جنسے نکاح
حرام ہی ارشاد ہوتا ہی واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم حاصل اسکا یہ ہی کہ ماسوا اون عورتون کی اور عورتون کے ساتھ نکاح کرنا تمکو
حلال ہی ساتھ دینے مال کے اس سے معلوم ہوا کہ ہر نکاح مین مہر مال دینا ضرور ہی اگرچہ بوقت نکاح مقرر ہوا تو اوسکا دینا ضرور ہی اور اگر مقرر نہو تو
مہر مثل دینا ضرور ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی نکاح مال کی مہر مین دینے سے خالی نہین ہو سکتا ہی باقی وہ حدیثین جنکو آپ مخالف
سمجھے ہین اون مین کہین یہ نہین ہی کہ قرآن پڑھانا یا برسون کی خدمت کرنا مہر مقرر ہوا ہان اگر صاف اون مین یہ امر ہوتا کہ قرآن
پڑھانا مہر ہی تو البتہ اعتراض مخالفت کی گنجایش تھی تفصیل اس مسئلہ کی شروح صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہی **تنبیہ** مؤلف
ظفر مبین نے جسقدر مسائل حنفیہ وغیرہ لکھکے اونپر اعتراض مخالفت قرآن اور حدیث کا کیا اونمین اکثر مسائل اس قسم
کی ہین کہ حضرات ائمہ سے منقول نہین ہین بلکہ فقہائی بطور تخریج اور استنباط کی قواعد ائمہ سے اپنی کتب مین درج
کیے ہین انمین سے اگر بعض مسائل کسی حدیث صحیح کی مخالف واقع ہو گئی تو ائمہ پر اسوجہ سے اعتراض کرنا خالی حماقت سے نہین ہی کیونکہ حضرات
مجتہدین کی یہ شان نہین ہی کہ جان بوجھکر کوئی فتوی مخالف قرآن و حدیث کے دین جو قواعد کلیہ انہون نے منضبط کر دیے اوس سے
اگر کسی فقیہ نے کوئی حکم استخراج کرکے لکھدیا تو اسمین ائمہ کا کیا قصور ہی بلکہ اون فقہا پر اعتراض بھی صحیح نہین ہی اسوجہ سے کہ جائز ہی
کہ وہ حدیث صحیح اونکو نہ پہونچی ہو اگر حدیث صحیح اونکو پہونچتی تو وہ کبھی مخالفت نکرتے اور بعض مسائل اس قسم کی ہین کہ ائمہ نے پہلے اوس
قسم کا فتوی دیا اوس حالت مین کہ کوئی حدیث مخالف اونکو نہ ملی اور جب اونکی تلامذہ یا اور اتباع کو حدیث صحیح ملگئی تو اونہون نے
اوس قول امام پر فتوی نہین دیا بلکہ خلاف اوسکی جو موافق حدیث کی تھا اوسپر فتوی دیا ایسی مسائل کے سبب سے ائمہ پر طعن کرنا ہرگز جائز نہین اور
بہت سے مسائل اس قسم کی ہین کہ اونمین موافق اقوال ائمہ صحیح حدیثین موجود ہین اور بعض حدیثین مخالف اوسکے بھی صحاح مین موجود ہین اونپر
اعتراض کرنا کہ جو حدیث بظاہر مخالف ہو اوسکو لکھدینا اور جو موافق ہو اوسکو چھوڑ دینا خالی عداوت و شرارت سے نہین ہی اور بعضے مسائل اس
قسم کے ہین کہ کسیطرح سے مخالف حدیث صحیح کی نہین ہین مگر مؤلف ظفر مبین نے اپنی سمجھ ناقص سے اونکو مخالف ٹھہرا کے اعتراض کر دیا تفصیل ان سب
امور کی بطور نمونہ کی جابجا جواب مسائل سابقہ سے واضح ہو گئی اور کیفیت استعداد حضرات غیر مقلدین کی خوب کھل گئی مثل ان لوگون کی ایسی ہی جیسے
ایک شخص کاتب قرآن تھا مگر ذہنیت اور دیانت سے بے بہرہ تھا جب وہ قرآن نقل کرنے لگا اور مقام خر موسی صعقا تک پہونچا اپنی حماقت
سے سمجھا کہ یہ عبارت غلط ہی کیونکہ موسی کا خر تو کہین نہین سنا البتہ یہ مشہور ہی کہ خر عیسی اگر بمکہ رود چون بیاید ہنوز خر باشد پس اوس
بلا تردد حکم غلط کا کرکے موسی کی جگہ پر عیسی لکھدیا یا اوس شخص کی مثل کہ جس سے لوگون نے کہا کہ تو نماز کیون نہین پڑھتا ہی اوسنے فی الفور جواب دیا
کہ مین خدا کے حکم کے خلاف ہرگز نکرونگا حق تعالی خود فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوة پس ایسا ہی سمجھکے بوجہ اعتراض کر دینا اور
سلف صالحین کو مطعون کرنا تو بہت آسان ہی مگر ثمرا اسکی حرمان اور خسران ہی آپ ایام اسیقدر پر کفایت کرتی ہین اور باقی مسائل کی جوابات کا جنکو
شوق ہو وہ کتب حنفیہ کو دیکھے اور یہ سمجھ لے کہ مؤلف ظفر مبین کی مطاعن قابل اعتبار نہین ہین اور چونکہ مؤلف ظفر مبین نے جابجا ائمہ کیطرف …

لیتے ہین اور بہت سے امور صحیحہ وفضائل واقعیہ کا انکار کیا ہے اسوجہ سے اون اقوال کی تردید اور ذکر فضائل
صحیحہ حضرات ائمہ کو ضروری سمجھکے اسطرف توجہ کرتے ہین **قولہ** امام اعظم کے مقلدین حدیث پر چلنے والون کو ایک
مثال یہ دیتے ہین کہ امام اعظم کے پاس حدیث کی کتابون کے کئی صندوق تھے اور امام اعظم نے سوا ایک جماعت صحابہ کے
تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کی کی اور اونکے مسند کی روایت پانچسو آدمیون نے کی ہے اور سب استاد امام اعظم
کے چار ہزار آدمی ہین اس بات کو شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادت مین نقل کیا سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ تو
شیخ عبد الحق وغیرہ حنفیہ کے خانہ ساز باتین ہین بجز بعض متعصب امام اعظم کے مقلدون کے کوئی نہین مانتا اور ایسی
بنادٹی دل سے تراشی ہوئی باتون کو سچا کوئی نہین جانتا ہے **اقول** مناقب امام اعظم کے صرف حنفیہ نہین لکھتے ہین
نا گمان ہو کہ اونہون نے اپنے دل سے گڑھ لیا ہے بلکہ محدثین بھی ان مناقب کے بیان مین شریک ہین ابو عبد اللہ
شمس الدین محمد ذہبی مؤلف میزان الاعتدال فی اسماء الرجال وغیرہ تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین ابو حنیفۃ الامام
الاعظم فقیہ العراق النعمان بن ثابت بن زوطا التیمی مولاہم الکوفی مولدہ سنۃ ثمانین یعنے امام اعظم ابو حنیفہ فقیہ
اہل عراق کے نام انکا نعمان ہے اور اونکے باپ کا نام ثابت اور اونکے باپ کا نام زوطا ہے کوفہ کے رہنے والے
ولادت اونکی سن اسی ہجری مین ہوئی رای انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ رواہ ابن سعد عن سیف بن
جابر انہ سمع ابا حنیفۃ یقولہ دیکھا امام اعظم نے حضرت انس بن مالک کو چند مرتبہ جب کہ آئے انس کوفہ مین روایت کیا
اس امر کو ابن سعد نے سیف ابن جابر سے کہ اونہون نے اس امر کو ابو حنیفہ سے سنا وحدث عن عطاء ونافع وعبد الرحمن
ہرمز الاعرج وسلمۃ بن کہیل وابی جعفر محمد بن علی وقتادۃ وعمرو بن دینار وابی اسحق وخلق کثیر اور روایت کیا ابو حنیفہ
نے احادیث کو عطا اور نافع اور عبد الرحمن اعرج اور سلمہ بن کہیل اور ابو جعفر امام باقر محمد بن زین العابدین اور عمرو
بن دینار اور ابو اسحق سبیعی اور سوا اونکے اور جماعت سے وتفقہ بہ زفر بن الہذیل وداؤد الطائی والقاضی ابو یوسف
ومحمد بن الحسن واسد بن عمرو والحسن بن زیاد اللؤلؤی ونوح الجامع وابو مطیع البلخی وعدۃ اور علم سیکھا انسے زفر
بن ہذیل اور داؤد طائی جو کبار اولیاء اللہ سے ہین اور قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن اور نوح جامع اور
ابو مطیع بلخی وغیرہم نے وکان قد تفقہ بحماد بن ابی سلیمان وغیرہ اور علم دین سیکھا امام نے حماد بن سلیمان وغیرہ
وحدث عنہ وکیع ویزید بن ہارون وسعد بن الصلت وابو عاصم وعبد الرزاق وعبید اللہ بن موسی وابو نعیم وابو عبد الرحمن
وبشر کثیر اور روایت کیا امام سے وکیع اور یزید بن ہارون اور سعید بن صلت اور ابو عاصم اور عبد الرزاق اور عبید اللہ
بن موسی اور ابو نعیم اور ابو عبد الرحمن اور سوا اونکے اور لوگون نے وکان اماما ورعا عالما عاملا متعبدا کبیر الشان
لا یقبل جوائز السلطان بل یتجر ویتکسب اور تھے ابو حنیفہ امام متقی عالم باعمل بڑے عابد بڑے مرتبہ والے نہین قبول
کرتے تھے بسبب کمال ورع واحتیاط کے تحفہ اور ہدایا بادشاہون کے بلکہ تجارت کرتے تھے اور وجہ حلال سے کسب کرتے

کسب معیشت کرتے تھے قال ضرار بن صرد کہا ضرار بن صرد نے سئل یزید بن ہارون پوچھا کسی نے یزید بن ہارون سے ایما
افقہ الثوری او ابو حنیفہ ان دونوں میں کون بڑے فقیہ تھے سفیان ثوری یا ابو حنیفہ فقال کیسی جواب دیا یزید نے
ابو حنیفہ افقہ وسفیان احفظ للحدیث یعنی ابو حنیفہ فقہ میں زیادہ ہیں اور سفیان ثوری احادیث کی بڑی یاد رکھنے والے
ہیں وقال ابن المبارک ابو حنیفہ افقہ الناس اور کہا عبد اللہ بن مبارک نے ابو حنیفہ بڑے فقیہ تھے وقال الشافعی
الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ اور کہا امام شافعی نے سب لوگ فقہ میں محتاج ہیں امام ابو حنیفہ کے وروی
احمد بن محمد بن القاسم بن محرز اور روایت کیا احمد بن محمد بن قاسم بن محرز نے عن یحیی بن معین یحیی بن معین کہ
نقاد رجال حدیث سے ہیں اور جملہ محدثین اونکی توثیق کو معتبر سمجھتے ہیں اور جس راوی کو وہ ثقہ کہدیں اوسکو معتمد
سمجھتے ہیں قال کہا اونہوں نے امام ابو حنیفہ کے حق میں لا بأس به لم یکن متہما یعنی نہیں کچھ خلل ہے اونکی روایات میں
بلکہ وہ ثقہ ہیں اور نہیں ہیں متہم بالکذب وغیرہ اور یحیی بن معین کا کسی کو لا بأس به کہدینا بمنزلہ ثقہ کہدینے کے ہے
جیسا کہ مقدمہ ابن الصلاح اور مختصر ابن جماعہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مسطور ہے اور تفصیل اسکی سعی مشکور
فی رد المذہب الماثور میں مذکور ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے پس بتصریح یحیی بن معین ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ
روایات حدیث میں ثقہ ہیں کسی طرح کا انمیں ضعف نہیں ہے ولقد ضربہ یزید بن عمر بن ہبیرہ علی القضاء فابی ان
یکون قاضیا اور مارا امام کو یزید بن ہبیرہ نے اور مجبور کیا اونکو قبول عہدہ قضا پر پس نہ مانا اونہوں نے اور بسبب
غایت ورع و احتیاط کے عہدہ قضا کو پسند نہ کیا وروی بشر بن الولید عن ابی یوسف قال کنت امشی مع ابی حنیفہ
فقال واللہ لا یتحدث الناس عنی بما لم افعل فکان یحیی اللیل صلوۃ ودعاء وتضرعا اور روایت کیا بشر بن ولید نے
امام ابو یوسف سے کہا اونہوں نے کہ میں امام کے ساتھ تھا کہ ایک شخص نے راہ میں اونکو دیکھ کے کہا کہ یہ ابو حنیفہ ہیں
تمام رات نہیں سوتے ہیں پس کہا ابو حنیفہ نے نہ نسبت کیجاوے میری طرف وہ عبادت جو میں نہیں کرتا ہوں پس
اوس روز سے ابو حنیفہ تمام رات جاگتے تھے اور نماز و اذکار و دعا وغیرہ میں مصروف رہتے تھے قلت مناقب
ہذا الامام قد افردتہا فی جزء یعنی کہتا ہوں میں کہ مناقب اور فضائل اس امام میں ایک رسالہ مستقل میں نے
لکھا ہے وکان موتہ فی رجب سنۃ خمسین ومائۃ انتہی اور ہوا انتقال ابو حنیفہ کا رجب میں سنہ ۱۵۰ ایک سو پچاس ہجری میں
اور مناقب امام کے ذہبی نے کاشف میں اور یافعی شافعی مورخ نے مرآۃ الجنان میں اور ابن خلکان شافعی نے
اپنی تاریخ میں اور ابن عبد البر محدث مالکی نے اپنی کتاب الانتقاء میں اور ابن الاثیر محدث جزری شافعی نے جامع الاصول
میں اور شارح صحیح مسلم محی الدین نووی محدث شافعی نے تہذیب الاسماء واللغات میں اور مولف مشکوۃ نے اسماء رجال مشکوۃ
میں اور ابو اسحق شیرازی شافعی نے اپنے طبقات میں اور عبد الوہاب شعرانی شافعی نے میزان میں اور یواقیت میں
اور کشف الغمہ میں اور امام غزالی شافعی نے احیاء العلوم میں وغیرہم نے بتفصیل تمام مذکور کیے ہیں اور بہت سے

محدثین اور مقلدین مذاہب اربعہ نے مناقب امام میں رسائل مستقلہ لکھے ہیں ایک رسالہ ذہبی کا دوسرا رسالہ مجد الدین شیرازی
شافعی صاحب قاموس کا تیسرا رسالہ ابن حجر مکی شافعی کا مسمی بہ الخیرات الحسان فی مناقب النعمان چوتھا رسالہ جلال الدین
سیوطی محدث شافعی کا مسمی بہ تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ پانچواں رسالہ علی القاری کا مسمی بہ عقود المرجان چھٹا
رسالہ طحاوی کا مسمی بہ قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان ساتواں رسالہ ابن نجیم کا الروضۃ العلیۃ
المنیفہ فی مناقب ابی حنیفہ آٹھواں رسالہ محمد بن احمد شعبی کا نواں رسالہ موفق مکی کا دسواں رسالہ محی الدین عبد القادر
قرشی کا مسمی بہ بستان فی مناقب النعمان گیارہواں رسالہ جار اللہ زمخشری کا مسمی بہ شقائق النعمان فی مناقب النعمان
بارہواں رسالہ عبد اللہ حارثی کا مسمی بہ کشف الاسرار تیرہواں رسالہ یوسف ابو المظفر بغدادی کا چودہواں رسالہ
ابن ہین کا مسمی بہ الانتصار لامام ائمۃ الامصار پندرہواں رسالہ ابو عبد اللہ صیمری کا سولہواں رسالہ احمد بن صلت حمانی کا
سترہواں رسالہ محمد بزازی کا اٹھارہواں رسالہ ابو القاسم عبد اللہ سعدی کا انیسواں رسالہ المواہب الشریفہ فی
مناقب ابی حنیفہ بیسواں رسالہ تحفۃ السلاطین فی مناقب النعمان اکیسواں رسالہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف دمشقی کا
مسمی بہ عقود الجمان فی مناقب النعمان بائیسواں رسالہ زکریا بن یحیی کا تئیسواں رسالہ ابو احمد شعبی کا چوبیسواں رسالہ
شمس الدین احمد سیواسی کا پچیسواں رسالہ ابو جعفر شیزاماری کا انکے سوا اور بھی بہت رسائل ہیں جنمیں فضائل
امام اعظم کے مذکور ہیں بالجملہ جو شخص فضائل امام سے انکار کرے وہ یا تو محض جاہل ہے یا متعصب فاجر ہے اور
انکار اوسکا ایسا ہے جیسے روافض فضائل حضرات شیخین سے انکار کرتے ہیں یا خوارج مناقب حضرت عثمان اور
حضرت علی سے انکار کرتے ہیں یا یہود و نصاری اور کفار حسب پرست فضائل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں
مانتے ہیں اور جو حنفیہ فضائل ذکر کرتے ہیں اون سب کو فسانہ سازیاں حنفیہ کی کہنا اور اون سب کو غیر معتبر سمجھنا
جیسا کہ غیر مقلدین کہا کرتے ہیں محض ناسمجھی کی بات ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں یہ لوگ جملہ فضائل
امام کو غیر معتبر سمجھتے ہیں ظاہرا اسکے چند وجوہ معلوم ہوتے ہیں مگر وہ سب وجوہ مردود ہیں ایک یہ کہ بعض حنفیہ
اپنے رسائل مناقب میں بعض فضائل ایسے لکھتے ہیں کہ خلاف عقل و نقل ہیں جواب ہاں یہ صحیح ہے مگر یہ امر کچھ
خاص حنفیہ کے ساتھ نہیں بلکہ بعض شافعیہ بھی فضائل اپنے امام کے غلط لکھ گئے اور محدثین بھی مناقب بعض شیوخ
میں مبالغات کر گئے پھر یہ طریقہ اونہیں لوگوں کا رہا جو غیر معتبر تھے یا متعصب تھے اونکی ایسی مناقب کا اعتبار نہ کرو
یہ نہیں لازم ہے کہ سب فضائل یکقلم اوڑا دیے جاویں دوسرے یہ کہ ہر مذہب والا اپنے امام کی تعریف کیا کرتا ہے
اور بسبب حسن اعتقاد کے اپنے مقتدا کو سب سے افضل سمجھا کرتا ہے بنا بر علیہ جو حنفیہ مناقب اپنے امام کے
لکھتے ہیں اون پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے جواب اولا تو یہ طریقہ جمیع مقلدین کا نہیں ہوتا ہے بلکہ جو لوگ کہ نہیں جانتے
رطب و یابس ہوتے ہیں اور علم وسیع نہیں رکھتے ہیں اونکا یہ شیوہ ہوتا ہے ثانیا اس سے یہ نہیں لازم کہ جملہ حنفیہ

اونکے امام کے حق مین غیر معتبر سمجھا جاوے گا اونکا شمار مصنفین اور محققین مین ہو ثانیاً یہ کہ یہ شبہہ تو جب ہو کہ
صرف حنفیہ ہی امام کے مناقب لکھے گئے ہوں اور ہرگاہ ایک جم غفیر شافعیہ اور حنبلیہ اور مالکیہ او محدثین کا بھی ذکر
فضائل امام مین شریک ہی پس یہ اشتباہ محض لغو ہے ثالثاً یہ کہ اگر ایسی شبہہ معتبر ہو تو لازم آتا ہے کہ جو بیٹن جو اوصاف
بخاری اور مسلم وغیرہ لکھے گئے وہ بھی قابل اعتبار ہوں باین خیال کہ ہر شخص اپنے گروہ والوں کو اچھا کہتا ہے
اوسکا اعتبار نہین ہوتا ہے بلکہ لازم آتا ہے کہ اہل سنت جسقدر مناقب حضرت شیخین کے لکھے گئے وہ سب اپنی خیال خام
سے غیر معتبر ہو جاوین تیسرے یہ کہ جسقدر مناقب حنفیہ نے اپنی کتابون مین لکھے ہین وہ سب بے سند ہین اسوجہ سے
اونکا اعتبار نہین ہے جواب ہرگاہ ایک جم غفیر محدثین بھی اونکے شریک ہین پس بے سند ہونا ان مناقب کا
کیا ضرر کریگا اور اگر ایسی بے سند بات مطلقاً غیر معتبر ہوا کرے تو لازم آتا ہے کہ جتنے محدثین بخاری اور مسلم اور ابوداود
اور نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور امام مالک اور امام احمد اور امام شافعی وغیرہ کے فضائل لکھے گئے وہ سب
خانہ ساز اور بے سند بناکے غیر معتبر کردیے جاوین بھلا بتاؤ تو کہ تذکرۃ الحفاظ مین اور سیر النبلاء مین ذہبی نے
اور طبقات الحفاظ مین سیوطی نے جو فضائل ان حضرات کے لکھے ہین اون باتون کی سند کہان ہے مقدمہ فتح الباری
مین جو مناقب امام بخاری کے کوئی جزء لکھے ہین اونکی روایت مسلسل کہان ہے علاوہ ازین اس بنا پر لازم آتا ہے کہ
اکثر کتابین اسماء رجال کی لغو ہو جاوین کیونکہ اونمین محدثین کے اقوال جرح اور تعدیل رواۃ حدیث مین سب با سند
مذکور نہین ہین نہ جانے تو میزان الاعتدال مین جتنے اقوال قدماء کے منقول ہین اونکی اسانید کس کتاب مین ہین کاشف
اور تہذیب التہذیب اور تعجیل المنفعۃ برجال الاربعہ اور اسعاف المبطا برجال الموطا وغیرہ مین جو اکابر محدثین کی حکایات
مسطور ہین اونکو کسنے مسلسل روایت کیا ہے اور ارباب تواریخ و طبقات و تراجم جو حالات علماء کے درج کرگئے وہ سب بے سند ہین
ابن تیمیہ اور ابن قیم کے جتنے حالات لکھے بے سند لکھے ابن حجر عسقلانی اور سخاوی اور ذہبی اور ابن الملقن اور ابن الصلاح
اور نووی اور زین الدین عراقی اور جلال الدین بلقینی اور سیوطی اور ابن رجب اور ابن عبد الہادی اور سوا اسکے
بڑے بڑے محدثین کے جتنے حالات لکھے سب بے سند لکھے پس لازم آتا ہے کہ یہ خانہ ساز باتین بناکے اڑا دیے جاوین
اور تمام امور مندرجہ کتب تواریخ و اسماء رجال کے غیر معتبر سمجھ لیے جاوین ہمکو یقین ہے کہ اس امر کو کوئی غیر مقلد کیا بلکہ
کوئی ذی العقل بھی گوارا نہ کریگا پس اس امر کو پسند نکرنا اور امام اعظم کے مناقب کو خانہ ساز باتین کہہ دینا بجز کم و دغا بازی
اور کیا ہے قولہ ۱۹۰ دیکھو صحابہ سے امام اعظم کی سماع ثابت ہونے سے محققین نے انکار کیا ہے اور اوسکا رد لکھدیا ہے

جیسے کہا ملا علی قاری حنفی نے شرح نخبۃ الفکر میں عن السخاوی المعتمد انہ لا روایۃ للامام عن احد من الصحابۃ بصغرہ فی زمن
ادراکہ اباہم یعنی روایت ہی سخاوی سے کہ لائق اعتماد کے یہ بات ہے کہ ابو حنیفہ کو کسی صحابہ سے اونکے زمانہ صحابہ مین
نو عمر ہونے کی سبب سے روایت نہین ہے اقول امام کا صحابہ سے احادیث کا سننا خود حنفیہ مین مختلف فیہ ہے

بعضے سماعت ثابت کرتے ہیں) بعضے انکار کرتے ہیں رد المحتار میں بعض محدثین سے منقول ہے ما وقع لبعضہم انہ اثبت
سماعہ من جماعۃ من الصحابۃ ردہ علیہ صاحبہ الشیخ الحافظ قاسم الحنفی والظاہر ان سبب عدم سماعہ ممن ادرکہ من الصحابۃ انہ
اول امرہ اشتغل بالاکتساب حتی ارشدہ الشعبی لما رای من باہر نجابتہ الی الاشتغال بالعلم انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ بعضی نے
امام کی سماعت احادیث کو صحابہ سے ثابت کیا ہے اور قاسم بن قطلوبغا حنفی نے کہ عینی کے معاصر تھے اونکے اقوال کو رد
کر دیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سبب نہ سننے امام کا صحابہ سے باوجود اسکے کہ زمانہ صحابہ کا اونہوں نے پایا اور بعض صحابہ سے
ملاقات بھی کی یہ ہے کہ ابتدا میں امام کسب تجارت میں مشغول ہوتے تھے اور تحصیل علم کی طرف توجہ نہیں کی تھی اور جب
شعبی نے انکی نجابت و ذکاوت کو دیکھا انکو تحصیل علم کی ہدایت کی پس جب انہوں نے قصد تحصیل علم کا کیا زمانہ صحابہ کا
گذر گیا تھا اسوجہ سے انکو نوبت صحابہ سے سماعت کی نہیں آئی الحاصل اگر سماعت امام کی صحابہ سے نہ ثابت ہو کچھ
حرج نہیں ہے صرف زمانہ صحابہ کو پانا اور بعض صحابہ سے ملاقات کرنا اور زمرہ تابعین میں داخل ہونا اونکے امتیاز
و فضیلت کے واسطے وافی ہے امام اعظم کے زمانہ میں اور جتنے مشاہیر مجتہدین بلاد متفرقہ میں تھے کسیکو شرف صحبت
صحابہ نہیں حاصل ہوا اگر ہوا تو امام کو حاصل ہوا ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر میں بعد تحقیق اس امر کے کہ تابعی وہ شخص ہے
جسنے صحابہ کو دیکھا ہو روایت اوسنے کی ہو یا نہ کی ہو لکھتے ہیں قلت کہتا ہوں میں وبہ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین
فانہ قد رای انس بن مالک وغیرہ من الصحابۃ یعنے اسی بیان سے معلوم ہوا کہ امام اعظم تابعین میں داخل ہیں اسوجہ سے
کہ اونہوں نے حضرت انس وغیرہ کو دیکھا ہے علے ما ذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء رجال القراء جیسا کہ ذکر کیا ہے اس امر کو
شیخ جزری مصنف حصن حصین نے اپنی کتاب اسماء رجال القراء میں والامام التوربشتی اور امام توربشتی نے فی تحفۃ المسترشد
اپنی کتاب تحفۃ المسترشد میں وصاحب الکشاف فی سورۃ المؤمنین اور مصنف کشاف نے تفسیر سورہ مومنون
میں وصاحب مرآۃ الجنان اور مؤلف مرآۃ الجنان نے وغیرہم من العلماء المتبحرین اور سوا اسکے اور علماء متبحرین
نے فمن نفی انہ تابعی فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر انتہی پس جسنے انکار کیا اونکی تابعیت کا پس یا تو یہ انکار
بسبب قصور تتبع کے ہوگا یا بسبب تعصب کے اگر کوئی جاہل کہے کہ ملا علی قاری حنفی ہیں اونکی یہ بات خانہ ساز ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ وہ گو حنفی ہیں مگر اونہوں نے جزری سے نقل کیا ہے اور وہ محدثین شافعیہ میں ہیں اور ایسے ہی یافعی
مؤلف مرآۃ الجنان سے نقل کیا ہے اور وہ کبار اولیاء اشعریہ اور علماء شافعیہ میں معدود ہیں اور ایسے ہی صاحب کشف الکشاف
علماء شافعیہ سے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ بات حنفیہ کی خانہ ساز نہیں ہے بلکہ ایک امر جداگانہ ہے کہ جسکا اقرار ہر موافق
و مخالف کر رہا ہے اب اور بھی چند عبارات اجلہ محدثین کی اور علماء متبحرین کی ملاحظہ کیجئے اور اپنی جہالت سے
باز آیئے ذہبی جو اکابر محدثین اور علماء شافعیہ سے ہیں تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں رای انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم
علیہم الکوفۃ انتہی یعنے دیکھا ابو حنیفہ نے حضرت انس کو چند مرتبہ جب وہ کوفہ میں آئے اور [illegible]

شرح صحیح بخاری مین باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب مین لکھتے ہین وہذا مذہب الجمہور من الصحابۃ اور یہی یعنے جائز ہونا
نماز کا ایک کپڑے مین بشرطیکہ ستر چھپ جاوے مذہب ہے اکثر صحابہ کا کابن عباس وعلی ومعاویۃ وانس وخالد بن
الولید وابی ہریرۃ وعائشۃ وام ہانی مثل عبد اللہ بن عباس اور علی مرتضے اور معاویہ اور انس اور خالد بن الولید اور
ابوہریرۃ اور عائشہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہم ومن التابعین الحسن البصری وابن سیرین والشعبی وابن المسیب وعطاء
وابو حنیفۃ اور یہی مذہب ہے اکثر تابعین کا مثل حسن بصری اور ابن سیرین اور عامر شعبی اور سعید بن مسیب اور عطاء
اور ابو حنیفہ کے ومن الفقہاء ابو یوسف ومحمد والشافعی ومالک واحمد فی روایۃ واسحق بن راہویہ انتہی اور یہی مذہب ہے
فقہاء مین سے ابو یوسف اور محمد اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق بن راہویہ کا اور ذہبی کاشف مین لکھتے ہین
رأی انسا وسمع عطاء والاعرج وعکرمۃ وعنہ ابو یوسف ومحمد انتہی یعنے دیکھا ابو حنیفہ نے انس کو اور روایت کیا احادیث
کو عطاء اور اعرج اور عکرمہ سے اور اونسے روایت کی ابو یوسف اور محمد نے اور یافعی شافعی مرآۃ الجنان مین لکھتے ہین
رأی انسا وروی عن عطاء انتہی یعنے دیکھا ابو حنیفہ نے انس کو اور روایت کیا عطاء سے اور یہی یافعی لکھتے ہین
کان قد ادرک اربعۃ من الصحابۃ ہم انس بن مالک بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسہل بن سعد الساعدی
بالمدینۃ وابا الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ یعنے تھے امام ابو حنیفہ کہ پایا تھا اونہون نے چار صحابہ کو یعنے اونکے زمانے مین چار
صحابی موجود تھے انس بصرہ مین اور عبد اللہ بن ابی اوفی کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی مدینہ مین اور ابو الطفیل
عامر بن واثلہ مکہ مین قال بعض اصحاب التواریخ لم یلق احدا منہم ولا اخذ عنہم واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی
عنہم یعنے کہا بعض مورخین نے نہین ملاقات کی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے اور نہ روایت کیا اونسے کوئی حدیث اور
حنفیہ کہتے ہین کہ امام نے ملاقات کی ایک جماعت صحابہ سے اور روایت کی اونسے وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ
رأی انس بن مالک انتہی اور ذکر کیا ہے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد مین کہ ابو حنیفہ نے دیکھا ہے انس کو اور ملا علی قاری
طبقات حنفیہ مین لکھتے ہین قد ثبتت رؤیتہ لبعض الصحابۃ واختلف فی روایتہ عنہم والمعتمد ثبوتہا کما بینتہ فی سند الامام
شرح مسند الامام فہو من التابعین الاعلام انتہی یعنے ثابت ہوئی ہے رویت ابو حنیفہ کی بعض صحابہ کو اور اختلاف
کیا گیا ہے اونکی روایت کرنے مین صحابہ سے اور معتبر یہ ہے کہ روایت ثابت ہے جیسا کہ مین نے بیان کیا ہے اسکو
سند الامام شرح مسند امام ابو حنیفہ مین پس ہوئی وہ زمرۂ تابعین سے اور ابن جوزی علل متناہیہ مین لکھتے ہین
قال الدارقطنی ابو حنیفۃ لم یسمع من احد من الصحابۃ وانما رأی انس بن مالک بعینہ انتہی یعنے کہا دارقطنی نے ابو حنیفہ
نے نہین سنا کسی صحابی سے جز این نیست کہ دیکھا ہے اونہون نے انس کو اپنی آنکھ سے اور سیوطی تبییض الصحیفۃ
فی مناقب ابی حنیفۃ مین لکھتے ہین قد الف الامام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد الطبری المقری الشافعی جزء فیما
رواہ ابو حنیفۃ عن الصحابۃ لکن قال حمزۃ السہمی سمعت الدارقطنی یقول لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ الا انہ رأی

ان نہ بیرو ولم یسمع منہ انتہی یعنے تصنیف کیا ہے ابو معشر عبد الکریم طبری شافعی نے ایک رسالہ بیان مین اون
روایات کے جو ابو حنیفہ نے صحابہ سے کی ہین لیکن کہا حمزہ سہمی نے کہ سنا مینے دارقطنی سے کہ کہتے تھے نہین ملاقات
کی ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے یعنے اونکی صحبت و ملازمت نہین کی مگر یہ کہ دیکھا ہے اونہون نے انس کو اور نہین سنا
حدیث اونسے اور یہی تبییض الصحیفہ مین ہے قد وقفت علی فتیا رفعت الی الشیخ ولی الدین العراقی یعنے مطلع ہوا مین
ایک فتوے پر کہ پیش کیا گیا خدمت مین ولی الدین عراقی ابن زین الدین عراقی کے اور اوسمین یہ سوال تھا ہل روی
ابو حنیفہ عن احد من الصحابۃ وہل یعد فی التابعین کیا روایت کی ہے ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے اور کیا اونکا شمار تابعین
مین ہے یا نہین فاجاب پس جواب دیا ولی عراقی نے الامام ابو حنیفۃ لم یصح لہ روایۃ عن احد من الصحابۃ وقد رای انس
بن مالک ابو حنیفہ کا روایت کرنا کسی صحابہ سے درجہ صحت تک نہین پہونچا اور تحقیق دیکھا ہے اونہون نے انس کو و
ورفع ہذا السوال الی الحافظ ابن حجر اور پیش کیا گیا یہی سوال حافظ ابن حجر عسقلانی مولف تقریب و فتح الباری وغیرہ
کی خدمت مین فاجاب پس جواب دیا اونہون نے ادرک ابو حنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد بالکوفۃ سنۃ ثمانین من الہجرۃ
وبہا یومئذ عبد اللہ بن ابی اوفی فانہ مات بعد ذلک وبالبصرۃ یومئذ انس یعنے پایا ہے امام نے چند صحابہ کو کیونکہ ولادت
اونکی کوفہ مین سن اسی ہجری مین ہوئی اور کوفہ مین اوس زمانے مین عبد اللہ بن ابی اوفی موجود تھے کیونکہ
اونکا انتقال بعد سن اسی کے ہوا ہے اور بصرہ مین اوس زمانے مین انس موجود تھے وقد اورد ابن سعد بسند لا باس
اور تحقیق روایت کیا ہے ابن سعد نے کتاب الطبقات مین ایسی سند سے کہ لا باس بہ ہے یعنے غیر معتبر نہین ہے ان ابا حنیفۃ
رای انس یہ امر کہ ابو حنیفہ نے دیکھا انس کو وکان غیر ہذین من الصحابۃ بعدۃ من البلاد احیاء اور تھے سواے ان
دو صحابی کے اوس زمانے مین زندہ چند شہرون مین وقد جمع بعضہم جزء فی ما ورد من روایۃ ابی حنیفۃ عن الصحابۃ اور تحقیق
تصنیف کیا ہے بعض علماء نے ایک رسالہ اون روایات مین کہ ابو حنیفہ نے صحابہ سے کی ہین ولکن لا یخلو اسنادہ
من ضعف ولیکن نہین خالی ہے سند اون روایات کی ضعف سے یعنے بعض روات امام ابو حنیفہ کے ما بعد اونہین ضعیف ہین
والمعتمد علی ادراکہ ما تقدم وعلی رویتہ لبعض الصحابۃ ما اوردہ ابن سعد فی الطبقات فہو بہذا الاعتبار من طبقۃ التابعین
اور معتبر باب ادراک مین وہی ہے جو پہلے ہم لکہ چکے یعنے ابو حنیفہ کے زمانے مین صحابہ موجود تھے اور باب روایت
مین روایت ابن سعد کی ہے کہ انس کو اونہون نے دیکھا ہے پس ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقۂ تابعین سے ہین
کیونکہ تابعی ہونے مین مجرد دیکھنا کسی صحابی کا کافی ہے گو روایت اور کثرت ملازمت و صحبت نہو ولم یثبت ذلک لاحد
من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ اور نہین ثابت ہوئی یہ فضیلت تابعیت کی کسیکو اون ائمہ مین سے جو ہمعصر ابو حنیفہ کے تھے
کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومسلم بن خالد الزنجی بمکۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی جیسے اوزاعی
شام مین اور دونون حماد یعنے حماد بن سلمہ اور حماد بن زید بصرہ مین اور سفیان ثوری کوفہ مین اور مسلم زنجی مکہ مین

لیث بن سعد مصر مین کہ یہ سب زمانہ ابو حنیفہ مین تھے مگر کسی کو دیکھنا صحابہ کے

محی الدین نووی تہذیب الاسماء واللغات مین لکھتے ہین وقال الخطیب البغدادی فی التاریخ ابو حنیفۃ امام اصحاب الرأی
وفقیہ اہل العراق رأی انس بن مالک انتہی یعنے کہا خطیب بغدادی نے اپنے تاریخ مین کہ ابو حنیفہ امام ہین اصحاب
رای کے اور فقیہ ہین اہل عراق کے دیکھا ہے اونہون نے انس رض کو اور ابن عابدین شامی رد المحتار مین لکھتے ہین وعلی کل فہو
من التابعین وممن جزم بذلک الحافظ الذہبی والحافظ العسقلانی وغیرہما انتہی یعنے ہر تقدیر پر کہ امام کا روایت کرنا صحابہ سے
ثابت ہو یا نہ ثابت ہو پس وہ طبقہ تابعین سے ہین اور اون لوگون سے کہ جزم کیا اونہون نے اور تصریح کی ہے ساتھ
تابعیت امام کے ذہبی اور ابن حجر عسقلانی نے کہ اونہون نے اونکے تابعی ہونے کو صریح سمجھا ہے الحاصل کتب اصول فقہ
وحدیث مین محقق ہو چکا ہے کہ تابعی ہونے مین صرف رویت کسی صحابی کی کافی ہے خواہ سماعت حدیث اوس سے
ہوئی ہو یا نہ اور خواہ کثرت مصاحبت ومجالست ہوئی ہو یا نہ اور امام ابو حنیفہ کا انس کو دیکھنا ثابت ہے پس
اونکی تابعیت مین کیونکر شبہہ ہو سکتا ہے ہمکو بڑا تعجب ہے کہ مؤلف ظفر مبین نے بے سمجھے بوجھے تقلید مؤلف
معیار الحق کی کی اور صفحہ ۱۹۱ اور صفحہ ۱۹۲ مین راہ سفاہت اختیار کی شرارت وعداوت سے عوام کو مغالطہ
دینے اور بہکانے لگے اولا ایک عبارت ملا علی قاری کی شرح نخبۃ الفکر سے کہ اوسمین سخاوی سے منقول ہے
کہ معتمد یہ ہے کہ ابو حنیفہ کو کسی صحابی سے روایت نہین ہے نقل کر دی باین غرض کہ عوام اس عبارت کو دیکھ کے
سمجھ جاوین کہ ملا علی قاری حنفی بھی منکر روایت ہین اور دوسری عبارت ملا علی قاری کی شرح نخبۃ کی اور نیز یہی
عبارت اونکی طبقات حنفیہ مین اور عبارت اونکی شرح مسند ابو حنیفہ مین جو اونکے نظر قاصر مین نہ گذری جن سے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اونکے نزدیک قول معتبر یہ ہے کہ ابو حنیفہ کو صحابہ کی رویت بھی حاصل ہے اور روایت احادیث بھی اون سے ثابت ہے
ثانیا اسوجہ سے کہ مثل مؤلف معیار الحق کے ایک عبارت نووی کی تہذیب الاسماء واللغات کی نقل کر دی جسمین
طبقات ابو اسحق شیرازی سے منقول ہے کہ امام کے زمانے مین چار صحابی موجود تھے انس رض اور عبد اللہ بن ابی اوفی
اور سہل بن سعد اور ابو الطفیل مگر امام نے کسی سے کوئی حدیث روایت نہین کی اور اسکے بعد کی عبارت نووی کی جو اوپر
منقول ہو چکی ہے جسمین تابعیت امام کا اثبات ہے صرف بغرض فریب دہی دونون نے اوڑا دی واہ حضرت واہ یہ تو مکر و
فریب اور اوسپر نام اپنی کتاب کا ظفر مبین اور معیار الحق رکھنا آپ ہی کا کام ہے شاید یہ حضرات یہ سمجھتے ہین کہ ہم جو
لکھدینگے اوسپر لوگ ایمان لا دینگے اور سوائے ہمارے اور ایسے علماء نہین ہین کہ ان امور پر واقف ہونگے سو یہ
انکی غلط فہمی ہے خدا کے فضل سے ابھی تک مقلدین مذاہب اربعہ مین ایسے ایسے فضلاء موجود ہین کہ ان حضرات کو
صد ہا برس تعلیم کرین اور انکے ہر ہر مکر و فریب کو ظاہر کر دین ثالثا اسوجہ سے کہ باتباع مؤلف معیار الحق ایک عبارت
تذکرۃ الموضوعات کی لکھدی وکان فی ایام ابی حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ وعبد اللہ بن ابی اوفی

بالکوفة وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة ولم يلق واحدا منهم ولا اخذ عنه واصحابه يقولون
انه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم ولم يثبت ذلك عند اهل النقل اور اسکا ترجمہ یون کر دیا یعنے ابوحنیفہ کے زمانے مین
چار صحابی موجود تھے انس بن مالک بصرہ مین اور عبد اللہ بن ابی اوفی کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی مدینہ مین اور ابو الطفیل
عامر بن واثلہ مکہ مین لیکن ملاقات ابوحنیفہ کی انمین سے ایک سے بھی ثابت نہین اور نہ انسے انہون نے کچھ لیا ہے
اور جو ابوحنیفہ کے اصحاب کہتے ہین کہ انہون نے ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کی ہے اور انسے روایت بھی اونہون نے
کی سو یہ بات ائمہ نقل کے نزدیک ثبوت کو نہین پہونچی اور دونون امام اور مقتدا یہ نسمجھے کہ یہ عبارت اونکی واسطے کچھ
مفید نہین اور غرض اونکی کہ ابوحنیفہ تابعی نہین اور روایت اونکی صحابہ سے ثابت نہین اس عبارت سے حاصل نہین ہوتی
چند وجوہ سے ایک یہ کہ کبھی ملاقات کا اطلاق اوس وقت کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے جب کسی سے زیادہ صحبت ہو اور اوسکی
مجلس مین حاضری کا اتفاق چند مرتبہ ہو اور نوبت کلام کی آئی ہو اور اگر صرف دو ایک مرتبہ کسیکو دیکھ لیا اور نوبت
اوسسے بات چیت اور صحبت ومجالست کی نہین آئی وہ ملاقات نہین سمجھی جاتی ہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ اگر ایسے شخص سے
پوچھیے کہ اوسنے کسی رئیس کو دیکھا ہو مگر نوبت حضوری دربار کی نہ آئی ہو کہ آپنے فلان رئیس سے ملاقات کی تو وہ نفی کا
جواب دیتا ہے کہ نہین اور اگر پوچھیے کہ آپنے اونکو دیکھا ہے تو کہتا ہے کہ ہان ایسے ہی دیکھا ہزارون سے جنکی نظر سے
صدہا بازاری گذرتے ہین پوچھیے کہ آپنے فلان فلان سے جو ادہر سے گذر گئے ملاقات کی وہ کہتا ہے نہین اور اگر
پوچھیے کہ آپنے اونکو دیکھا ہے تو کہتا ہے کہ ہان ایسے ہی امام مسجد اور واعظ سے کہ اوسکے ساتھ صدہا لوگ شریک نماز
[illegible] ہوتے ہین پوچھیے کہ آپنے فلان سے ملاقات کی تو کہتا ہے کہ نہین اور اگر کہیے کہ تمنے اونکو دیکھا ہے
تو کہتا ہے کہ ہان اور موافق انہین محاورات کے دار قطنی نے امام ابوحنیفہ کے حق مین ارشاد کیا ہے کہ لم يلق ابو حنيفة
احدا من الصحابة الا انه رأى انس بعينه جیسا کہ سابقاً منقول ہو چکا یعنے ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہین کی
مگر یہ کہ انس کو دیکھا ہے پس بنا برعایہ عبارت تذکرۃ الموضوعات سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسیقدر کہ ابوحنیفہ نے کسی
صحابی سے ملاقات نہین کی اور نہ روایت کی اس سے یہ نہین لازم کہ مطلق دیکھنا بھی نہ ثابت ہو اور مدار تابعیت
بمذہب صحیح صرف کسی صحابی کو دیکھ لینا ہے بالمقصد ہو یا اتفاقاً ہو نوبت روایت ومجالست وملاقات ومصافحہ وغیرہ کی
آئی ہو یا نہ آئی ہو پس اس عبارت سے اگر ثابت ہوگا تو ابوحنیفہ کا روایت نہ کرنا صحابہ سے ثابت ہوگا لیکن
نفی تابعیت کا اس عبارت سے ہرگز ثبوت نہین ہوتا ہے پس سند گرداننا اس عبارت کو نفی تابعیت مین
جیسا کہ مولف معیار سے سرزد ہوا محض غلط ہے دوسرے یہ کہ لفظ ذلک کا اس عبارت مین اشارہ ہے طرف مجموع
ملاقات اور روایت کے اور مطلب یہ ہے کہ حنفیہ کہتے ہین کہ ابوحنیفہ نے صحابہ سے ملاقات کی اور روایت بھی اونسے کی
سو یہ بات ائمہ نقل کے نزدیک ثابت نہین ہوئی پس اس سے اگر ثابت ہوا تو انکار مجموع ملاقات اور روایت کا ثابت ہوا

نہ انکار صرف ملاقات کا اور نیز انکار صرف رویت کا تغیر ہے یہ کہ تصریحات محدثین صرف ابوحنیفہ کا انس رض کو دیکھنا
ثابت ہے اور سوائے انکے اور کسی صحابی سے ملاقات کرنا نہیں ثابت ہے اور بہت سے حنفیہ کا یہ قول ہے کہ ابوحنیفہ نے چند
صحابہ سے ملاقات کی اور صاحب تذکرہ نے انکار اگر کیا ہے تو ایک جماعت صحابہ سے ملاقات کا کیا ہے نہ ایک سے بھی
ملاقات الحاصل اس عبارت سے تابعیت امام کی اور انکار روایت انس کا نہیں ثابت ہے علاوہ برین عبارات سابقہ سے
معلوم ہو چکا کہ بڑے بڑے محدثین مذاہب مختلفہ نے امام کی تابعیت کو اور اونکے انس کے دیکھنے کو ثابت کیا ہے جیسے
ملا علی قاری اور عینی اور یافعی اور ذہبی اور تورپشتی اور جزری اور قسطلانی اور سیوطی اور ابن حجر عسقلانی اور ولی عراقی اور
خطیب بغدادی اور دارقطنی اور نووی اور ابن سعد وغیرہم پس اگر بالفرض والتسلیم عبارت محمد طاہر پٹنی مولف تذکرہ
الموضوعات سے نفی تابعیت ثابت ہوتی تو بمقابلہ ان اکابر محدثین اونکے قول کو کون معتبر کریگا بجز جاہل یا متعصب کے
فائدہ مولف معیار نے معیار میں لکھا یہ چارون صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ملاقات امام کی کسی سے
یا روایت کرنی اونسے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار جنکی تحقیق
فن حدیث و اعتبار میں علماء خوب واقف ہیں تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں انتہی ناظرین منصفین پر مخفی نہ رہیگا
کہ یہ تقریر بالکلیہ ہماری تقریرات سے اوڑ گئی ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مولف مجمع البحار ان محدثین سے بڑہ کے ہیں جنکا
ذکر ہو چکا علاوہ ازین لفظ اکثر کا نشان عبارت تذکرہ میں کہیں نہیں ہے یہ آپ نے کہاں سے بڑہا دی آپکی
جہالت قدر و رفعت ذکر کا مقتضی یہ ہے کہ آپ اس تحقیق سے رجوع فرما دیں اور اپنے حواری و انصار کو سمجھا دیں ورنہ من
سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا ووزر من عمل الی یوم القیامۃ آپکو خوب معلوم ہے آیندہ اختیار بدست مختار والسلام
صفحہ ۱۹

قولہ اور حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی نے امام اعظم کو چھٹے طبقہ میں شمار کیا چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے النعمان
بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس ویقال مولی بنی تیم فقیہ مشہور من السادسۃ یعنے نعمان بیٹا
ثابت کا کوفی کا رہنے والا امام ابوحنیفہ کوئی کہتا ہے کہ یہ اصل میں فارسی ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ یہ بنی تیم کے آزاد کردہ
غلام ہیں یہ فقیہ مشہور ہیں چھٹے طبقہ سے اور چھٹا طبقہ ان لوگون کا ہے جنکو کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی

چنانچہ ابن حجر خود مقدمہ کتاب میں فرماتے ہیں السادسۃ من عاصر الخامسۃ لکن لم یثبت لہم لقاء احد من الصحابۃ کا تبنا
جرح اقول سئل آدمیت بھی نہیں آپ کو مس نہ کیا لیا خوب سا دیکھ لیا آپ کو بس دیکھ لیا ایک عبارت سے کسی عالم
کے استناد کرنا اور بڑے بڑے عالمون کے قول کو چھوڑ دینا بلکہ اوسی عالم کے قول کو جو اپنے مخالف ہو ترک کر دینا
بعید از انسانیت ہے آپ مولف معیار کے مقلد بنکے ایک عبارت ابن حجر کی لکھہ کے تابعیت امام کو اوڑانے لگے اور
یہ نہ سمجھے کہ مدعیان تابعیت کو یہ قول کسیطرح مضر نہیں ہے بدو وجہ اول یہ کہ عبارات سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ
اکابر محدثین نے جیسے نووی اور خطیب بغدادی اور دارقطنی اور ابن جوزی اور ذہبی وغیرہ نے اثبات اس امر کا کیا ہے

کہ امام نے حضرت انس کو دیکھا ہے پس ان سب کے اقوال کو یک قلم واگذاشت کر دینا اور صرف ایک عبارت ابن حجر سے
استناد کرنا خلاف عقل و نقل ہے دوسرے یہ کہ خود ابن حجر عسقلانی امام کے تابعیت کا اقرار کر رہے ہین اور اپنے
فتاوے مین رویت انس کو معتبر سمجھتے ہین جیسا کہ سیوطی کی تبییض الصحیفہ سے سابقاً ہم نقل کر چکے ہین پس اوس
فتوے کا اعتبار نہ کرنا اور تقریب کی عبارت کو سند گرداننا باوجود اسکے کہ ابن حجر مؤلف تقریب اور صاحب فتوے مذکورہ
ایک ہی ہین اور کلام اونکا جواب سوال مین موافق اقوال اجلہ محدثین و اکابر محققین کے ہے خالی سفاہت و شرارت و
عداوت سے نہین ہے اگر یہ شبہہ ہووے کہ سیوطی کی نقل پر اعتماد نہین تو جواب اوسکا یہ ہے کہ سیوطی اون علمار سے
نہین ہین کہ نقل اونکی معتبر نہ کی جاوے اور اونکے اقوال پر اعتماد نہ کیا جاوے بڑے بڑے علمار کو اونکی جلالت قدر
و اعتبار نقل کا اعتراف ہے محمد بن عبد الباقی زرقانی کی شرح مواہب لدنیہ مین ہے السیوطی حجۃ فی النقل انتہی یعنی سیوطی نقل
اقوال و مذاہب مین حجت ہے اور نقل اوسکی معتبر ہے اور اگر یہ شبہہ ہو کہ اس مضمون کو ابن حجر سے کسی اور نے بجز سیوطی
کے نقل نہین کیا اسوجہ سے اس نقل مین ضعف ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر صرف سیوطی ناقل ہوتے تو بھی قول اونکا
معتبر سمجھا جاتا چہ جائیکہ اس مقام مین اور علما بھی اس نقل مین شریک ہین اور ابن حجر کی طرف نسبت تابعیت امام
کے کر رہے ہین ابن عابدین شامی رد المحتار مین لکھتے ہین و ممن جزم بذلک الحافظ الذہبی والحافظ العسقلانی وغیرہما
قال العسقلانی انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بہا سنۃ ثمانین فلم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار
المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک بالمدینۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی یعنی اون
علمار سے کہ جزم کیا اونہون نے ساتھ تابعی ہونے ابو حنیفہ کے حافظ ذہبی اور حافظ عسقلانی ہین کہا ابن حجر عسقلانی
نے پایا امام نے چند صحابہ کو کہ تھے کوفہ مین بعد ولادت امام کے کوفہ مین کہ سن اسی مین ہوے اور نہین ثابت ہوئی یہ فضیلت
کسی امام کو ائمہ معاصرین ابو حنیفہ سے جیسے اوزاعی ملک شام مین اور حماد بن زید اور حماد بن سلمہ بصرہ مین اور سفیان
ثوری کوفہ مین اور مالک مدینہ طیبہ مین اور لیث بن سعد مصر مین اور ابن حجر مکی ہیتمی اپنے رسالہ الخیرات الحسان
فی مناقب النعمان مین لکھتے ہین صح کما قالہ الذہبی یعنی صحیح ثابت ہے جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ انہ رأی انس بن مالک
وہو صغیر تحقیق امام ابو حنیفہ نے دیکھا ہے انس کو حالت صغر سنی مین وفی روایۃ مرارا اور ایک روایت مین ہے
کہ چند مرتبہ دیکھا واکثر المحدثین علی ان التابعی من لقی الصحابی وان لم یصحبہ وصححہ النووی کابن الصلاح اور مذہب
اکثر محدثین کا یہ ہے کہ تابعی وہ شخص ہے کہ ملاقات کرے صحابی سے اگرچہ اوس سے زیادہ صحبت نہ ہوئی ہو تصحیح کی اس
مذہب کی نووی اور ابن صلاح نے پس ہرگاہ ابو حنیفہ کا ایک صحابی کو دیکھنا بطور صحیح ثابت ہوا بمذہب اکثر محدثین اونکی
تابعیت مین اشتباہ نہین رہا وجاء من طرق انہ روی عن انس احادیث ثلاثۃ اور وارد ہوا ہے چند طرق سے کہ ابو حنیفہ
نے روایت کی ہین انس سے تین حدیثین لکن قال ائمۃ الاحادیث مدارہا علی من اتہمہ الائمۃ بوضع الاحادیث

لیکن کہا ائمہ حدیث نے کہ مدار اون سب روایتوں کا ایسے شخص پر ہے کہ وہ نزدیک ائمہ احادیث کے متہم
بالوضع ہے یعنے بعد امام ابوحنیفہ کے اونکی روات میں ایک راوی غیر معتبر ہے پس روایت کرنا امام کا انس سے
بطور صحیح ثابت نہوا البتہ مجرد رویت کا ثبوت بطور صحیح ہوگیا وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر اور فتاوی شیخ الاسلام
ابن حجر عسقلانی میں ہے انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بہا سنۃ ثمانین فہو من طبقۃ التابعین
ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ والثوری بالکوفۃ ومالک
بالمدینۃ واللیث بن سعد بمصر انتہی تحقیق پایا ابوحنیفہ نے ایک جماعت صحابہ کو کہ تھے کوفہ میں بعد ولادت امام کے
پس وہ طبقہ تابعین سے ہیں اور نہیں ثابت ہوئی یہ فضیلت کسی امام کو معاصرین ابوحنیفہ سے جیسے اوزاعی
شام میں اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید بصرہ میں اور ثوری کوفہ میں اور مالک مدینہ میں اور لیث بن سعد مصر میں
تمام ہوا کلام ابن حجر عسقلانی کا بعد اسکے ابن حجر مکی کہتے ہیں رح فہو من اعیان التابعین الذین شملہم قولہ تعالی
یعنے پس ابوحنیفہ اجلہ تابعین سے ہیں اور داخل ہیں اون لوگوں میں جنکی توصیف اس آیت میں ہے والذین اتبعوہم
باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنات تجری من تحتہا الانہار ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ابن حجر عسقلانی
کی عبارت جو سیوطی نے نقل کی ہے اُس نقل میں وہ متفرد نہیں ہیں بلکہ اور علماء بھی اوسکو عسقلانی سے نقل کرتے ہیں
اور اگر کوئی جاہل مقلد اختیار الحق سد انتصار الحق یہ کہے کہ سیوطی نے جو عبارت تابعیت کی ابن حجر سے نقل کی وہ
ابن حجر مولف تقریب کی نہیں ہے بلکہ ابن حجر مکی کی یا کسی اور ابن حجر کی ہے تو جواب اوسکا چند طور پر ہے
ایک یہ کہ علماء امت محمدیہ میں مشہور بہ ابن حجر دو عالم گذر گئے ایک ابن حجر عسقلانی جو سیوطی کے استاذ الاستاذ ہیں
اور ۸۵۲ھ میں اونکا انتقال ہے فتح الباری شرح صحیح بخاری اور تہذیب التہذیب اور تقریب اور لسان المیزان
اور نخبہ اور شرح نخبہ اور سوائے اسکے بہت سے رسائل حدیث و فقہ میں اونکی تصانیف سے ہیں دوسرے ابن حجر
مکی کہ جنکی تصانیف سے خیرات حسان اور الایضاح والبیان لما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان اور شرح ارشاد
اور تحفۃ المحتاج شرح منہاج وغیرہ ہیں اور سوائے ان دو کے کوئی اور عالم اس لفظ سے مشہور نہیں ہے
اور سیوطی نے جو عبارت ابن حجر کی لکھی وہ یقیناً ابن حجر عسقلانی مولف شرح نخبہ و تقریب وغیرہ کی ہے نہ ابن حجر
مکی کی اور ہر چند کہ یہ امر ہر عالم ماہر پر ظاہر ہوگا اور بجز جاہل غبی کے کسی سے مخفی نرہیگا مگر بنظر دفع شبہات
قاصرین و رفع مکاید جاہلین ہم اسکی وجہیں بھی بیان کیے دیتے ہیں اول وجہ یہ ہے کہ اوس عبارت کو
سیوطی نے اس لفظ سے ذکر کیا ورفع ہذا السوال الی الحافظ ابن حجر فاجاب الخ جیسا کہ سابقاً مذکور ہو چکا اور
یہ ظاہر ہے کہ ان علماء کی عبارت میں حافظ ابن حجر کا اطلاق سوائے عسقلانی کے دوسرے پر نہیں آتا ہے
جیسا کہ تتبع عبارات علماء سے واضح ہے اور ابن حجر مکی کا شمار حفاظ حدیث میں نہیں ہے کہ اطلاق حافظ کا

اوسپر درست ہوا ہے بلکہ وہ فقہا سے شافعیہ مین شمار کیے گئے ہین دوسری وجہ یہ کہ جو شخص تصانیف
سیوطی کو دیکھتا ہوگا اوسکو خوب معلوم ہوجائیگا کہ سیوطی اپنی تمام تصانیف مین جیسے مرقاۃ الصعود شرح
سنن ابو داؤد اور مصباح الزجاجہ شرح سنن ابن ماجہ اور زہر الربی شرح مجتبے اور توشیح شرح صحیح بخاری اور دیباج شرح
صحیح مسلم اور تنویر الحوالک شرح موطا مالک اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی وغیرہ صدہا مقامات مین ابن حجر
عسقلانی کے لطائف وفوائد نقل کرتے ہین اور ابن حجر مکی سے کسی کتاب مین اونہون نے ایک امر بھی نقل نہین کیا
تیسری وجہ یہ ہے کہ سوا سے سیوطی اور علما تصریح کر گئے کہ وہ کلام ابن حجر عسقلانی کا ہے نہ مکی کا چوتھی وجہ یہ ہے
کہ ابن حجر مکی خود اپنے رسالہ خیرات حسان مین اوس عبارت کو ابن حجر عسقلانی کی طرف منسوب کر گئے پانچوین
وجہ یہ ہے کہ سیوطی کا نقل کرنا ابن حجر مکی سے کسی امر کو محالات عقلیہ سے ہے اسوجہ سے کہ انتقال سیوطی کا سنہ ۹۱۱ نوسو
گیارہ ہجری مین ہوا جیسا کہ تمام کتب تواریخ مین مذکور ہے اور ابن حجر مکی کی ولادت سنہ ۹۰۹ نوسو نو ہجری مین ہوئی
جیسا کہ نور سافر باخبار القرن العاشر مین مسطور ہے ولد فی رجب سنۃ تسع وتسعمائۃ یعنے پیدا ہوے ابن حجر مکی
سنہ نوسو نو مین اور انتقال اونکا سنہ ۹۷۴ نوسو چوہتر مین ہوا اور یہی نور سافر مین ابن حجر مکی کے حال مین
خود اونہین سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہین ولدت قبل وفاتہ بنحو من ثلاث سنین انتہی یعنے پیدا ہوا مین قبل
وفات سیوطی کے قریب تین برس کے پس معلوم ہوا کہ تاریخ وسال انتقال جلال الدین سیوطی مین ابن حجر مکی تمیز
برس کے سن تک نہین پہونچے تھے اور طفل مکتب بھی نہین ہوے تھے چہ جائیکہ قابل اسکے ہون کہ کسی فتوے کا
جواب اونسے صادر ہووے اور سیوطی اوسکو اپنی تصانیف مین درج کرین پس معلوم ہوا کہ یہ احتمال کہ بعض نسخ الصحیحۃ
مین جس ابن حجر کی عبارت مذکور ہے جائز ہے کہ وہ ابن حجر مکی ہو نہ عسقلانی ایسا احتمال ہے جیسے کوئی کہے کہ صحیح بخاری
جو متداول ہے بخاری کی تصنیف نہین ہے بلکہ کسی اور کی ہے یا کوئی کہے کہ شرح نخبہ ابن حجر عسقلانی کی نہین ہے
بلکہ مکی کی یا کوئی کہے کہ تحفۃ المحتاج ابن حجر مکی کی نہین بلکہ عسقلانی کی ہے اس قسم کے احتمالات بیان کرنے سے
مبلغ علم ان لوگون کا معلوم ہوگیا جنہون نے انکو ذکر کیا خلاصہ کلام یہ ہے کہ نقل سیوطی وابن حجر مکی سے
ثابت ہوگیا کہ ابن حجر عسقلانی بھی تابعیت امام کے قائل ہوگئے اور اونکو طبقہ تابعین مین شمار کر گئے باقی رہی
عبارت اونکی تقریب کی جسمین اونہون نے امام ابو حنیفہ کو اوس طبقہ مین شمار کیا جنسے صحابہ سے ملاقات
نہین ہوئی اوسمین اور اس عبارت مین جو مفید تابعیت ہے اگرچہ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن اوسکا دفع
چند طور سے ہوسکتا ہے ایک یہ کہ کبھی ایک شخص کو دو اعتبار سے دو طبقون مین شمار کرتے ہین جیسے مخضرمین
یعنے وہ لوگ جنہون نے زمانہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا اور اتفاق حضوری کا نہوا کبھی صحابہ کے ساتھ
ذکر کیے جاتے ہین اور کبھی تابعین مین شمار کیے جاتے ہین پس ہوسکتا ہے کہ چونکہ امام کی نفس رویت ایک صحابی سے

ثابت ہے اور زیادہ ملاقات اور روایت نہیں ثابت ہے اس وجہ سے اونکو کبھی طبقہ تابعین سے شمار کیا اور
کبھی اوسکے بعد کے طبقہ میں دوسری یہ کہ ممکن ہے تا زمان تصنیف تقریب اونکی نزدیک تابعیت امام محقق نہوئی ہو
اس وجہ سے اونہون نے طبقہ تبع تابعین میں اونکو ذکر کیا بعد اوسکے جب ثبوت تابعیت ہو گیا اونکو طبقہ تابعین سے
شمار کردیا واللہ اعلم قولہ اب اگر کوئی کہے کہ ملاقات کرنی ابوحنیفہ کی صحابہ مذکورین سے بروایت اعلام الاخیار اور
طحاوی ثابت ہے سو جواب اوسکا یہ ہے کہ اس باب میں جتنی روایتیں حنفیہ لاتے ہیں سب واہیات اور موضوع
ہیں صحیح ایک بھی نہیں بیان انکا معیار الحق میں مفصل موجود ہے جسکو منظور ہو دیکھ لے اقول معیار الحق کی رد
انتصار الحق عرصہ ہوا کہ مطبوع ہوکے ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکی ہے کسی کتاب مردود کا حوالہ دینا اور اوسکے دیکھنے کا
تصنیف مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری ۱۲
شوق دلانا خالی فریب سے نہیں اور امام کی ملاقات صرف بروایت اعلام الاخیار اور طحاوی سے نہیں ثابت ہے
بلکہ بتصریح ایک جماعت محدثین معتبرین کہ جنکا قول و نقل ہر سب کے نزدیک اعتماد ہے ثابت ہے جیسا کہ سابقاً مفصلاً
معلوم ہو چکا قولہ اور یہ جو حنفیہ کہتے ہیں کہ امام نے تین سو تابعین مشائخ سے سماع حدیث کی ہے اور سب امام کے
استاذ علم کے چار ہزار آدمی ہیں سو اس بات کو سید محمد صدیق حسن خان صاحب جو آج کل بباعث کثرت تصانیف
سب علماؤن پر سبقت لے گئے ہیں اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ولہذا جمعے از اہل
حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ است یعنی قلیل و آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے چہار ہزار کس بود سند
محتاج بسند است انتہی اقول اس مقام پر کلام ہے بچند وجوہ ایک یہ کہ نواب بھوپال گو آپکی زعم میں جہاں افضل ہون مگر
بہ نسبت شیخ عبد الحق دہلوی وغیرہ فقہاء و محدثین حنفیہ کے اونکی فضیلت عشر عشیر بھی نہیں ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک
پس کلام حنفیہ کے رد اگر کسی محقق حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی یا کوئی محدث کے کلام سے نقل کرتے البتہ کسیقدر اوسکا
اعتبار ہوتا ایک طفل مکتب اگر کسی عالم محقق کے قول کو ناسمجھی سے رد کردے تو اوسکا کب اعتبار ہوگا دوسری یہ کہ
کثرت تصانیف باعث فضیلت کی نہیں ہے مگر جب کہ وہ تصانیف جامع رطب و یابس نہون اور ایسی تصانیف
کہ اوسمین رطب و یابس صحیح و غلط مجتمع ہو اور مقصود اوسکے مؤلف کو تنقیح اور تحقیق نہو کسیطرح سے باعث
فضیلت نہیں ہوسکتے ہیں تصانیف نواب صاحب ممدوح اغلاط اور مسامحات سے مالامال ہیں جسکو شوق ہو وہ
ابراز الغی کو جسمین اونکی تصانیف کی کیفیت اور اونکے مبلغ علم کی وقعت اچھی طرح سے منکشف کی گئی ہے دیکھ لے
تیسری یہ کہ جواب ابراز الغی میں بعض انصار نواب صاحب نے باشارہ اونکے یہ امر صاف لکھدیا ہے کہ
صاحب الاتحاف ناقل غیر ملتزم الصحۃ یعنی صاحب اتحاف النبلاء ناقل ہے ملتزم صحت نہیں ہے اور منشاء
اسکا یہ ہوا کہ سابق میں مؤلف ابراز الغی نے تصانیف نواب بھوپال کی اغلاط متفرقاً اپنی تصانیف میں لکھی تھی
نواب ممدوح نے اون اغلاط کے جوابات میں ایک رسالہ مسمیٰ بہ شفاء الغی مولوی محمد بشیر سہسوانی اور ملا عبد الکریم کشمیری کی

مرحوم کی امداد و اعانت سے لکھوا کے مشتہر کیا اور اوسمین جابجا اعتراضات کا جواب یون دیا کہ فلان امر نواب صاحب
نے کشف الظنون سے اور فلان امر فلان کتاب سے نقل کیا ہے اور ناقل پر اعتراض نہین ہو سکتا ہے اوسکے
جواب مین ابراز الغی مین یہ بحث کی گئی کہ دو حال سے خالی نہین یا تو نواب صاحب محض ناقل ہین کہ جسکو صرف
کسی کتاب سے کسی بات کا نقل کر دینا منظور ہوتا ہے اور اس سے کچھ غرض نہین کہ وہ بات صحیح ہو یا غلط ہو اور التزام
صحت اوسکو نہین ہوتا ہے اور یا اونکو نقل التزام صحت مقصود ہے شق اول تو شان علما سے بعید ہے کیونکہ
ہر عالم پر واجب ہے کہ جس امر کو کسی سے نقل کرے اوسکی صحت و عدم صحت کو دیکھ لے اور غلط کے غلط ہونے پر تصریح
کر دے تا عوام اوسکے دیکھنے سے خراب اور گمراہ نہو جاوین اور بر تقدیر ثانی اونکو اعتراضات سے نجات نہین ہے کیونکہ
جب کسی عالم نے کسی امر کو کسی سے نقل کیا اور خود اوسکی صحت کا التزام کیا تو وہ محض ناقل نہین رہا بلکہ صحیح ہونے کا
اوس مضمون کے مدعی ہو گیا پس تمام اعتراضات اوسپر وارد ہونگے اور سب کا بار اوسکے ذمہ عاید ہوگا الغرض جب
انصار مؤلف اتحاف النبلاء اور مؤلف اتحاف نے دیکھا کہ اختیار تقدیر ثانی مین بڑی مشکل ہے کیونکہ تصانیف
نواب صاحب مین صدہا باتین غلط ہین اونکا جواب کا بار اوٹھانا نہین ممکن ہے اسوجہ سے صاف بے باکانہ لکھدیا
کہ صاحب اتحاف محض ناقل ہے اوسکو اس سے بحث نہین کہ وہ امور جو اپنی تصانیف مین درج کرتا ہے صحیح ہین یا
غلط ہین پس اب اونہون نے اپنی زبان سے اقرار کر لیا کہ وہ حاطب اللیل ہین اور تصانیف اونکی سب غیر معتبر ہین
اور اون کتابون سے کسی امر کو نقل کرنا یا اوسپر اعتماد کرنا نہین درست ہے کیونکہ اونکو خود ہی التزام صحت نہین ہے
اور ایسے لوگون کی تصانیف جنمین رطب و یابس سب کچھ موجود ہو اور اونکے مصنف کو صحیح اور غلط مین امتیاز کرنا
مقصود نہو اور صرف صحیح باتین لانا منظور نہو بلکہ یہ منظور ہو کہ جو کچھ ملے وہ غلط ہو یا صحیح ضعیف ہو یا قوی حق ہو یا باطل
جمع کر دین اور حجم تصنیف کو بڑھا دین بتصریح محققین غیر معتبر ہوتی ہین اور اس قابل نہین ٹھہرتی ہین کہ اونکی کسی
امر پر اعتبار کیا جاوے اور کسی مضمون مین اوسپر اعتماد کیا جاوے اسیوجہ سے فقہا لکھتے ہین کہ قنیہ تصنیف
زاہدی اور حاوی زاہدی اور سراج وہاج شرح مختصر قدوری اور جامع الرموز شرح مختصر وقایہ اور خزانۃ الروایات
اور مطالب المومنین یہ سب کتابین بسبب اسکے کہ جامع رطب و یابس ہین غیر معتبر ہین انپر اعتماد کرنا نہین درست ہے
زیادہ تفصیل اس بحث کی نافع کبیر مین اور جواب ابراز الغی کے رد مین جو بالفعل شہر لکھنؤ مین مؤلف ابراز الغی
تصنیف مولوی عبدالحی صاحب ۱۲
تالیف کر رہے ہین موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے اور خوب اس امر کو سمجھ لے کہ مؤلف اتحاف نے اپنے ہاتھ سے
اپنے پیر مین آپ ہی کلہاڑی ماری الحاصل ایسی تصانیف غیر منقحہ و غیر معتبرہ کی کثرت کسیطرح باعث فضیلت نہین ہے
بلکہ نیکی برباد گناہ لازم بعوض فضیلت کے فضیحت حاصل ہوتی ہے ہان یہ کہ کثرت تصانیف اسوجہ سے موجب
فضیلت ہوتی ہے کہ اوس سے مؤلف کی وسعت نظر و قوت علم و تحقیق کی کیفیت منکشف ہوتی ہے اور یہ امر تصانیف

بھی پالیہ قنوجیہ میں مفقود ہے اسوجہ سے کہ یہ تصانیف جیسا کہ زبانی بعض ثقات و صادقین آنجناب کا حال سے معلوم ہوا دو قسم پر منقسم ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ اونمیں نواب صاحب نے ایک دو کتاب علماء سابقین کو بلکہ ملخص کر دیا اور کچھ تھوڑا سا بڑھا گھٹا کے اپنا نام نامی درج کر دیا جیسے دو رسالے اونکے جنت اور نار میں ہیں وہ دونوں بالکل بدور سافرہ فی احوال الآخرۃ تالیف سیوطی سے ماخوذ ہیں اور جیسے رسالہ اونکا علامات قیامت میں کہ وہ بالکل الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ تصنیف برزنجی سے ملخص ہے اور جیسے ابجد العلوم و اتحاف النبلاء وغیرہ کہ وہ بالکل کشف الظنون اور مقدمہ ابن خلدون سے مسروق ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ اونکے انصار اونکو جمع کرتے ہیں اور ادہر اودہر سے نقل کرکے ایک مجموعہ بناتے ہیں اور بعد اونکے اس محنت کی نواب صاحب اپنا نام درج فرماتے ہیں پس اس طرح کی تصانیف بہلا کیونکر باعث فضیلت کی ہو سکتی ہیں الحاصل آپ کا نقل کرنا کلام صاحب اتحاف النبلاء سے کہ جنکی کتابیں سب غیر معتبر ہیں اور اوسکی تائید کے واسطے نواب صاحب کی فضیلت بسبب کثرت تصانیف کے ثابت کرنا محض باطل و مہمل ہے پانچویں یہ کہ یہ قول فاضل قنوجی کا کہ آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے چہار ہزار کس بود مسند محتاج سند ست محض مہمل ہے اسوجہ سے کہ کتب رجال و تواریخ محدثین میں علماء حدیث و رواۃ حدیث کے احوال لکھتے ہیں کہ انکے اتنے شیوخ ہیں اور اتنے شاگرد ہیں ان سب کی سند کہاں ہے تقریب التہذیب اور تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب میں دیکھو ایک ایک راوی محدث کا نام لکھکے اوسکے اساتذہ کا نام مرقوم ہے بعد اوسکے اونکے تلامذہ کا ذکر ہے بعد اوسکے اقوال علماء کی اوسکے جرح و تعدیل میں مذکور ہیں اب فاضل قنوجی سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ تو ان سب باتوں کی سند کہاں ہے مقدمہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے بخاری کی مناقب میں چار جزو کے قدر لکھے ہیں اور صدہا اونکے مشائخ اور تلامذہ کا ذکر کیا ہے بہلا ہمکو کوئی بتاوے تو کہ ان باتوں کی سند کہاں ہے اور اگر کوئی کہدے کہ یہ سب باتیں خانہ ساز محدثین کی ہیں انکا کیا اعتبار ہے تو اسکا کیا جواب ہے الغرض جس طرح سے امام کے مناقب اور تعداد مشائخ جو کتب حنفیہ میں مذکور ہے محتاج سند ہیں ایسیہی مناقب بخاری اور تعداد اونکے مشائخ کی اور تمام احوال رواۃ و محدثین سب محتاج سند ہیں پھر کیا سبب ہے کہ وہ سب باتیں تو بے سند مقبول ہو جاویں اور مناقب امام کے بے سند غیر معتبر سمجھ لیے جاویں چھٹی یہ کہ یہ قول فاضل قنوجی کا کہ جمعے از اہل حدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ است یا تو مراد اس سے یہ ہے کہ ابو حنیفہ روایت حدیث میں معتبر نہیں اور یا یہ مراد ہے کہ بہ نسبت اور ائمہ کے اونکی روایتیں کم ہیں شق اول محض غلط ہے اور شق دوم کچھ مضر نہیں ہے حضرات صحابہ میں افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایتیں بہت کم ہیں پھر کیا اس سے اونکی فضیلت میں نقصان لازم آگیا ایسیہی اگر امام کی روایتیں کم ہوئیں تو کیا حرج ہوا ابو عبد اللہ ذہبی جنکا قول بالاتفاق محدثین مقبول ہے تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں روی احمد بن محمد بن القاسم عن یحیی بن معین

قال لا باس به ولم یکن متهما انتهى یعنے احمد بن محمد بن قاسم نے روایت کیا ہے یحیے بن معین سے کہ قول
باب توثیق مین معتبر ہے کہ اونہون نے امام ابو حنیفہؒ کے حق مین فرمایا لا باس به ولم یکن متهما اسے
توثیق سے ہے اور خیرات حسان مین ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی شارح موطا سے کہ اکابر محدثین سے
الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه یعنے جن لوگون نے ابو حنیفہ سے روایت
کین اور اونکی توثیق کی وہ بہت زائد ہین اون لوگون سے جنہون نے اونپر طعن کی اور بہی اوسمین ہے
الامام علی بن المدینی یعنے تحقیق کہا علی بن مدینی نے جو اکابر محدثین مین ہین اور بخاری کے استاد
روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وہو ثقة لا باس به
شعبة حسن الرای فیه امام ابو حنیفہ سے روایت کیا سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک اور حماد بن زید
اور عباد بن العوام اور جعفر بن عون وغیرہ نے اور ابو حنیفہ ثقہ ہین اور تہے شعبہ خوش عقیدہ اونکے حق
یحیے بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل له اکان یکذب قال لا انتهى اور کہا یحیے بن معین
اصحاب یعنے محدثین کمی کرتے ہین ابو حنیفہ کے حق مین اور اونکے اتباع کے حق مین پس پوچہا اونسے کسی نے کیا
ابو حنیفہ جہوٹ روایت کرتے تے جواب دیا یحیے بن معین نے کہ نہین اور عبد الوہاب شعرانی کہ جنکا قول مقلدین
وغیر مقلدین سب مانتے ہین میزان کبرے مین تحریر کرتے ہین مذہبه اول المذاهب تدوینا واخرها انقراضا
بعض اهل الکشف یعنے مذہب ابو حنیفہ کا اول ہے سب مذاہب مشہورہ سے اور سب کے آخر تک رہیگا جیسا
بعض ارباب کشف نے کہا ہے قد اختاره الله اماما لدینه وعباده ولم تزل اتباعه فی زیادة فی کل عصر الی یوم
تحقیق پسند کیا ہے اور برگزیدہ کیا اونکو پروردگار نے واسطے امامت اپنے دین کے اور اپنے بندون کے اور
متبعین اونکے زیادہ ہوتے رہے ہر زمانے مین اور ایسی قیامت تک زیادتی رہیگی فرضی اللہ عنه وعن مقلدیه
وعن کل من لزم الادب معه ومع سائر الائمة پس راضی ہووے اللہ تعالے اونسے اور اونکے مقلدین سے اور
اوس شخص سے جو لازم لے ادب کو ساتہ اونکے اور ساتہ جمیع ائمہ کے اور بہی میزان شعرانی مین ہے وقد تتبعت بحمد الله
اقواله واقوال اصحابه لما الفت کتاب ادلة المذاهب یعنے تحقیق کی مین نے ابو حنیفہ کے اقوال کی اور اونکے مقلدین کے
اقوال کی جب کہ تصنیف کیا مین نے کتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولا من اقواله او اقوال اتباعه الا وهو مستند الی ایة
او حدیث او اثر او الی مفهوم ذلک او حدیث ضعیف کثرت طرقه او الی قیاس صحیح علی اصل صحیح پس نہین پایا مین نے
کسی قول کو اونکے اور اونکے مقلدین کے اقوال سے مگر یہ کہ وہ مستند ہے طرف کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی قول
صحابی کے یا کسی حدیث ضعیف کی طرف کہ طرق اوسکے کثیر ہون یا کسی قیاس صحیح کی طرف غرض کوئی قول اونکا از
نسن عقل سے نہین ہے اور بہی اوسمین ہے کان ابو مطیع یقول کنت یوما عند الامام ابی حنیفة فی جامع الکوفة

سفیان الثوری ومقاتل بن حیان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغیرہم من الفقہاء فکلموا الامام اباحنیفة وقالوا
قد بلغنا انک تکثر من القیاس فی الدین وانما نخاف منہ علیک فان اول من قاس ابلیس فناظرہم الامام ابو حنیفة
من بکرة من نہار الجمعة الی الزوال وعرض علیہم مذہبہ وقال انی اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنة ثم باقضیة الصحابة مقدما
ما اتفقوا علیہ علی ما اختلفوا فیہ وح اقیس فقاموا کلہم وقبلوا یدیہ ورکبتہ وقالوا انت سید العلماء فاعف عنا فیما
مضی منا من وقیعتنا فیک بغیر علم فقال غفر اللہ لنا ولکم حاصل اسکا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ ایک روز بیٹھے تھے
جامع مسجد کوفہ مین پس آئے اونکے پاس سفیان ثوری اور مقاتل بن حیان اور حماد بن سلمہ اور امام جعفر صادق
اور سوائے اونکے اور فقہاء پس کہا اون سب نے ابو حنیفہ سے کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آپ قیاس بہت کیا کرتے ہین
پس مناظرہ کیا اونسے ابو حنیفہ نے صبح جمعہ سے دوپہر تک اور بیان کیا اپنے طریقہ کو کہ مین مسائل کو قرآن سے
نکالتا ہون بعد اوسکے حدیث سے بعد اوسکے عمل کرتا ہون ساتھ احکام صحابہ کے اور اونمین سے جو متفق علیہ
صحابہ کا ہو اوسکو مقدم کرتا ہون مختلف فیہ پر بعد اسکے قیاس کرتا ہون جب امام ابو حنیفہ نے یہ بیان کیا سب
علماء کھڑے ہوے اور ابو حنیفہ کے ہاتھ کا بوسہ دیا اور کہا کہ آپ سردار ہین علماء کے پس معاف کیجیے ہمارے
قصور کو اور ہماری غیبت وشکایت کو جو بے سمجھے ہمنے آپکی کی پس فرمایا امام نے حق جلشانہ ہمارے اور تمہارے
گناہ بخشدے اور بہی اوسمین ہے وما کان کتبہ الخلیفة ابو جعفر المنصور الی الامام ابی حنیفة بلغنی انک تقدم
القیاس علی الحدیث فقال لیس الامر کما بلغک یا امیر المومنین انما اعمل اولا بکتاب اللہ ثم بسنة رسول اللہ ثم باقضیة
ابی بکر وعمر وعثمان وعلی ثم باقضیة بقیة الصحابة ثم اقیس بعد ذلک اذا اختلفوا یعنی لکہا خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی
امام ابو حنیفہ کی طرف کہ خبر پہونچی ہے ہمکو کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہین پس جواب لکہا امام نے کہ یہ امر
غلط ہے مین اول عمل کرتا ہون ساتہ قرآن کے پہر ساتہ حدیث کے پہر ساتہ اقوال واحکام خلفاء اربعہ کے پہر ساتہ
فتاوی باقی صحابہ کے بعد اسکے جب کوئی حکم ان سب مین نہین پاتا ہون قیاس کرتا ہون اور بہی اوسمین ابو جعفر
شیرازی سے منقول ہے انما الروایة الصحیحة عن الامام تقدیم الحدیث ثم الآثار ثم نقیس بعد ذلک فلا نقیس الا بعد ان لم
یجد ذلک الحکم فی الکتاب والسنة واقضیة الصحابة فہذا ہو النقل الصحیح عن الامام ولا خصوصیة للامام ابی حنیفة
فی القیاس بشرطہ المذکور بل جمیع العلماء یقیسون فی مضائق الاحوال اذا لم یجدوا فی المسئلة نصا من کتاب ولا سنة
ولا اجماع ولا اقضیة الصحابة یعنے امام ابو حنیفہ سے روایت صحیح یہ ہے کہ وہ مقدم کرتے تہے حدیث کو پہر آثار صحابہ کو
پہر قیاس کرتے تہے بعد اسکے پس نہین قیاس کرتے تہے وہ مگر بعد اسکے کہ حکم مسئلہ کو قرآن اور حدیث اور فتاوی صحابہ
مین نہ پاوین اور اس امر مین امام کی خصوصیت نہین بلکہ سب علما قیاس کرتے تہے ایسے وقت جب نہین پاتے تہے
مسئلہ مین کوئی نص [illegible] حدیث سے اور نہ اجماع اور نہ فتاوی صحابہ سے اور بہی اوسمین ہے [illegible] الامام

لا نقیس ابدا مع وجود النص کما یزعمہ بعض المتعصبین علیہ وانما نقیس عند فقد النص یعنے پس معلوم ہوا یہ امر کہ ابو حنیفہ
کبھی قیاس نہین کرتے تھے باوجود ملنے نص کے جیسا کہ گمان کرتے ہین بعض متعصبین بلکہ قیاس نہین کرتے ہین مگر وقت
نہ ملنے کسی نص کے وان وقع انا وجدنا للمسئلۃ التی قاس فیہا نصا من کتاب او سنۃ فلا یقدح ذلک فیہ لعدم استحضاره
ذلک حال القیاس ولو انہ استحضره لما احتاج الی قیاس اور اگر اتفاقاً کسی مسئلہ قیاسی ابو حنیفہ کی کوئی نص قرآن
اور حدیث کے مخالف معلوم ہووے پس یہ امر ابو حنیفہ پر باعث اعتراض نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بوقت قیاس
وہ نص امام کو نہ ملی یا خیال اوسکا نہ ہوا اور اگر اوسکا اونکو خیال ہوتا تو ہرگز قیاس نہ کرتے وقد کان ابو حنیفہ یشترط
فی الحدیث المنقول عن رسول اللہ قبل العمل بہ ان یرویہ عن ذلک الصحابی جمع اتقیاء عن مثلہم وہکذا یعنے تھے ابو حنیفہ
کہ شرط کرتے تھے نقل حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین یہ کہ روایت کرے اوس حدیث کو صحابی سے ایک گروہ عادل
اور اتقیاء کا اور پھر اونسے پھر ایک گروہ اتقیاء کا پس جب تک یہ شرط پائی نہین جاتی تھی ابو حنیفہ اوسکو روایت
نہین کرتے تھے اسیوجہ سے روایت حدیث اونسے بقلت واقع ہوئی اور یہی اوسمین ہے واعتقادنا واعتقاد
کل منصف فی الامام ابی حنیفۃ بقرینۃ ما ذکرناه انفا من ذم الرای والتبری عنہ ومن تقدیمہ النص علی القیاس انہ
لو عاش حتے دونت احادیث الشریعۃ وبعد رحیل الحفاظ فی جمعہا من البلاد والثغور وظفر بہا لاخذ بہا وترک کل
قیاس قال فی مذہبہ وکان القیاس قل فی مذہبہ کما قل فی مذہب غیره بالنسبۃ الیہ لکن لما کانت ادلۃ الشریعۃ
متفرقۃ فی عصره مع التابعین وتابع التابعین فی المدائن والقری والثغور کثر القیاس فی مذہبہ بالنسبۃ الی غیره
من الائمۃ ضرورۃ لعدم وجود النص فی تلک المسائل التی قاس فیہا بخلاف غیره من الائمۃ فان الحفاظ کانوا
قد رحلوا فی طلب الاحادیث وجمعہا فی عصرہم من المدائن والقری ودونوہا فجاوبت احادیث الشریعۃ فہذا کان
سبب کثرۃ القیاس فی مذہبہ وقلتہ فی مذاہب غیره حاصل اسکا یہ ہے کہ مسائل ابو حنیفہ مین بہ نسبت اور ائمہ کے
جیسے شافعی اور مالک اور احمد وغیره جو کثرت قیاس کے معلوم ہوتی ہے اوسکا یہ سبب نہین ہے کہ ابو حنیفہ
قیاس کو نص پر مقدم کرتے تھے کیونکہ عبارات سابقہ سے معلوم ہوچکا کہ وہ قیاس جب کرتے تھے جب حکم
مسئلہ کو قرآن اور حدیث اور اجماع اور آثار صحابہ سے نہین پاتے تھے اور نہ یہ سبب ہے کہ اونکی دستگاه
حدیث مین کم تھی بلکہ یہ وجہ ہے کہ امام کے زمانے مین کتب حدیث مدون نہین ہوئی تھین اور احادیث تابعین
وتبع تابعین کے پاس متفرق بلاد مین تھین اور جمع کرنا اونکا اور سفر کرنا حفاظ حدیث کا بقصد جمع کرنے احادیث
کے متفرق شہرون سے نہین تھا پس اسی وجہ سے احادیث اونکو کم ملین پس جس مسئلہ مین حدیث نہ ملی اونہون نے
اجتہاد کرکے حکم دیا اور بعد ابو حنیفہ کے کتب حدیث تصنیف ہوئین اور ائمہ نے سفر دور دراز واسطے جمع کرنے
احادیث کے علماء سے بلاد متفرقہ سے اختیار کیا پس اونکے زمانے مین بکثرت احادیث ملین اور حاجت

قیاس کی کم ہوئی اور اعتقاد ہر منصف کا ابوحنیفہ کے باب میں یہ ہے کہ اگر وہ پاتے وہ زمانہ جسمیں احادیث باکثرت
ملیں اور کتب حدیث تالیف ہوئیں البتہ اونکے مذہب میں بھی قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور ائمہ کے مذاہب میں کم ہوا
پس کثرت اجتہاد و قیاس امام سے مجبوری واقع ہوئی اور اگر پاتے وہ نصوص اوسقدر جسقدر اور ائمہ نے پائیں تو
اوسقدر کثرت اونکے مذہب میں نہ ہوتی اور یہی اوسمیں ہے فنعلم مما قررناہ ان کل من اعترض علی شیء من اقوال الامام
ابی حنیفۃ کالفخر الرازی فانما ہو لخفاء مدارک الامام علیہ یعنی پس معلوم ہوا مضامین سابقہ سے کہ جسنے اعتراض کیا
ابوحنیفہ کے کسی قول پر جیسے فخر الدین رازی شافعی مؤلف تفسیر کبیر وغیرہ نہیں ہے اعتراض اوسکا مگر بسبب مخفی ہونے
مدارک امام کے اوسپر اور یہی اوسمیں ہے اعلم یا اخی انی طالعت بحمد اللہ ادلۃ المذاہب الاربعۃ وغیرہا لاسیما ادلۃ مذہب
الامام ابی حنیفۃ فانی خصصتہا بمزید اعتناء وطالعت علیہ کتاب تخریج احادیث الہدایۃ للزیلعی وغیرہ من الشروح فرایت
ادلتہ وادلۃ اصحابہ ما بین صحیح او حسن او ضعیف کثرت طرقہ حتی لحق بالحسن او الصحیح فی صحۃ الاحتجاج بہ من ثلاثۃ طرق او اکثر
الی عشرۃ وقد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخری وہذا النوع من الضعیف
یوجد کثیر فی السنن الکبری للبیہقی التی الفہا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمۃ واقوال اصحابہم فانہ اذا لم یجد حدیثا صحیحا او
حسنا یستدل بہ لقول ذلک الامام او قول احد من مقلدیہ یصیر یروی الحدیث الضعیف من کذا کذا طریقا ویکتفی بذلک
ویقول ہذہ الطرق یقوی بعضہا بعضا فبتقدیر وجود ضعف فی بعض ادلۃ اقوال ابی حنیفۃ واقوال اصحابہ فلا خصوصیۃ لہم
فی ذلک بل الائمۃ کلہم شارکوہ ولا لوم الا علی من یستدل بحدیث رواہ بمفردہ جاء من طریق واحد وہذا لا یکاد احد فی ادلۃ
احد من المجتہدین فانما ہم استدل بضعیف الا لاشتہارہ او مجیئہ من عدۃ طرق انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ میں نے سب ادلہ مذاہب
کی اور انکی تحقیق کی خصوصا ادلہ مذہب ابوحنیفہ کی کہ اونکی تنقیح میں میں نے زیادہ اہتمام کیا اور تخریج احادیث
ہدایہ زیلعی وغیرہ کو دیکھا پس معلوم ہوا کہ بعض دلیلیں مذہب ابوحنیفہ اور حنفیہ کی تو احادیث صحیحہ ہیں اور بعض
احادیث حسنہ اور بعض احادیث ضعیفہ مگر ایسی کہ طرق اوسکے بہت ہیں یہانتک کہ حسن اور صحیح کے ساتھ ملحق ہیں اور
قابل احتجاج ہیں اور اس قسم کی احادیث ضعیفہ سنن بیہقی میں بہت ہیں کہ جسکو بیہقی نے بقصد ذکر ادلہ مذاہب
تصنیف کیا ہے اور اوسمیں اوسکی عادت ہے کہ حدیث ضعیف کو چند طرق سے روایت کرکے حکم تقویت کا دیتا ہے
اور اوسکے ساتھ استدلال کرتا ہے پس بتقدیر وجود ضعف کے بعض ادلہ حنفیہ میں اس امر میں کچھ خصوصیت
انکی نہیں ہے بلکہ سب ارباب مذاہب اسمیں شریک ہیں اور یہی اوسمیں ہے وقد من اللہ علی بمطالعۃ
مسانید الامام ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیہا خطوط الحفاظ فرایتہ لا یروی حدیثا الا عن خیار التابعین
العدول الثقات الذین ہم من خیر القرون کالاسود وعلقمۃ وعطاء وعکرمۃ ومجاہد ومکحول والحسن البصری واضرابہم
فکل الرواۃ الذین بینہ وبین رسول اللہ عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیہم کذاب ولا متہم بکذب انتہی تحقیق کہ

احسان کیا پروردگار نے مجہپر ساتہ سماعت تین مسند ابو حنیفہ کے اور منتخب اونکا جمع کیے اوپر تحریرات حفاظ حدیث
کی موجود ہیں پس یا یا میں نے اونمیں کہ نہیں روایت کرتے ہین وہ حدیث کو مگر عمدہ تابعین سے کہ عادل اور ثقہ ہین
جیسے اسود اور علقمہ اور عطا اور عکرمہ اور مجاہد اور مکحول اور حسن بصری وغیرہ پس سب رواۃ حدیث درمیان ابو حنیفہ
کے اور درمیان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عادل اور ثقہ ہین اور کوئی اونمین جہوٹا روایت مین نہین ہے
اور نہ متہم اور یہی اوسمین ہے روی الامام ابو جعفر الشیزاماری بسندہ المتصل الی ابی حنیفۃ یعنے روایت کیا
ابو جعفر شیزاماری نے سند متصل سے امام ابو حنیفہ کی طرف انہ کان یقول کہ کہتے تہے ابو حنیفہ کذب واللہ وافترے
علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علے النص وہل یحتاج بعد النص الی قیاس یعنے جہوٹا ہے اور افترا کیا
اوسنے جو ہماری طرف نسبت اس امر کی کرتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہین اور نہین احتیاج ہے
قیاس کی بعد وجود نص کے اور یہی اوسمین رسالہ شیزاماری سے منقول ہے وکان رح یقول نحن لا نقیس الا
عند الضرورۃ الشدیدۃ وذلک اننا ننظر اولا فی دلیل تلک المسئلۃ من الکتاب والسنۃ او اقضیۃ الصحابۃ فان
لم نجد دلیلا قسنا وفی روایۃ آخر عن الامام اننا نأخذ اولا بالکتاب ثم بالسنۃ ثم باقضیۃ الصحابۃ ونعمل بما یتفقون علیہ
فان اختلفوا قسنا حکما علے حکم وفی روایۃ اخری انا نعمل اولا بکتاب اللہ ثم بسنۃ رسول اللہ ثم باحادیث ابی بکر وعمر
عثمان وعلی وفی روایۃ اخری انہ کان یقول ما جاء عن رسول اللہ فعلے الراس والعین بابی ہو وامی ولیس لنا مخالفتہ
وما جاءنا عن الصحابۃ تخیرنا وما جاء عن غیرہ فہم رجال ونحن رجال انتہی حاصل ان سب روایتون کا یہ ہے کہ امام
ابو حنیفہ قیاس نہین کرتے تہے مگر بضرورت شدیدہ پہلے حکم کو قرآن سے تلاش کرتے تہے اگر کوئی آیت سے وہ حکم
نہ معلوم ہوا تو احادیث نبویہ پر عمل کرتے تہے اگر احادیث نبویہ بہی نہ ملین تو آثار صحابہ پر عمل کرتے تہے اگر وہ
متفق علیہ صحابہ کا ہو اور اگر مختلف فیہ ہو تو اقوال صحابہ سے کسی قول کو اختیار کرتے تہے اگر ان سب سے حکم
نہ ثابت ہوا اور ضرورت اجتہاد کی پڑی اوسوقت قیاس کرتے تہے اور یہی اوسمین ہے جمیع ما استدل
لمذہبہ اخذہ عن خیار التابعین وانہ لا یتصور فی سندہ شخص متہم بکذب وان قیل بضعف شئ من ادلۃ مذہبہ فذلک
الضعف انما ہو بالنظر للرواۃ النازلین عن سندہ بعد موتہ وذلک لا یقدح فیما اخذ بہ الامام عندہ کل من صح عندہ
فی الرواۃ وہو صاعد الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکذلک نقول فی ادلۃ مذہب اصحابہ فلم یستدل احد منہم بحدیث
ضعیف فرد لم یات الا من طریق واحدۃ ابدا کما تتبعنا ذلک انما یستدل احدہم بحدیث صحیح او حسن او ضعیف کثرت
طرقہ حتے ارتفع لدرجۃ الحسن وذلک امر لا یختص باصحاب الامام ابی حنیفۃ بل اتباع کل فیہ جمیع المذاہب کلہا انتہی
حاصل اسکا یہ ہے کہ جتنے احادیث کہ ابو حنیفہ نے اونسے استدلال کیا ہے وہ سب تابعین ہادیین سے
مروی ہیں اور اونکی سند مین امام سے تا بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی شخص متہم او سکا ذب نہین ہے

اور کوئی دلیل اونکی ضعیف معلوم ہو پس وہ بسبب ضعف اون رواۃ کے ہی جو بعد ابو حنیفہ کے ہین اور
اس سے اونکی دلیل مین کچھ نقصان لازم نہین آتا ہے اور اسیطرح دلیلین مقلدین ابو حنیفہ کی حدیث
صحیح اور حسن اور ضعیف کہ جسکی طرق کثیر ہون ہین اور اس طریقہ مین اونکے سب مذہب والے شریک ہین
کچھ اونکی خصوصیت نہین ہے اور بھی میزان شعرانی مین ہے روی ابو جعفر الشیزاماری عن شقیق البلخی
روایت کیا ہے ابو جعفر شیزاماری نے شقیق بلخی سے انہ کان یقول ابو حنیفۃ من اورع الناس واعلم الناس
واعبد الناس واکرم الناس واکثرہم احتیاطا فی الدین وابعدہم عن القول بالرای فی دین اللہ وکان لایضع مسئلۃ
فی العلم حتے یجمع اصحابہ علیہا ویعقد علیہا مجلسا فاذا اتفق اصحابہ کلہم علے موافقتہا للشریعۃ قال لابی یوسف او غیرہ
ضعہا فی الباب الفلانی انتہی کہتے تھے شقیق کہ تھے ابو حنیفہ سب آدمیون مین بڑے متقی اور بڑے پرہیزگار اور
بڑے زاہد اور بڑے عالم اور بڑے محتاط امور دینیہ مین اور بہت دور ہونے والے دخل دینے عقل سے دین مین
اور تھے کہ نہین حکم دیتے تھے کسی مسئلہ مین یہانتک کہ اپنے سب تلامذہ کو جمع کرتے اور سبھون کے سامنے پیش کرتے
پس جب سب اتفاق کرتے کہ یہ امر موافق شرع کے ہے اوسوقت ابو یوسف یا کسی اور اپنے شاگرد سے
کہتے کہ اس مسئلہ کو فلان باب مین درج کرو اور بھی اوسمین ہے وروی بسندہ الی ابراہیم بن عکرمۃ روایت
کیا شیزاماری نے اپنی سند سے ابراہیم بن عکرمہ سے انہ کان یقول کہ وہ کہتے تھے ما رایت فی عصری کلہ عالما
اورع ولا ازہد ولا اعبد ولا اعلم من الامام ابی حنیفۃ نہین دیکھا مین نے اپنے زمانے مین کوئی عالم بڑا زاہد اور عابد
اور بڑا عالم ابو حنیفہ سے بڑھ کے وروی الشیزاماری ایضا عن عبد اللہ بن المبارک اور روایت کیا شیزاماری نے
عبد اللہ بن مبارک سے قال دخلت الکوفۃ فسألت علماءہا من اعلم الناس فی بلادکم ہذہ فقالوا کلہم الامام
ابو حنیفۃ کہا اونہون نے کہ پہونچا مین کوفہ مین پس پوچھا مین نے وہان کے علماء سے کہ کون ہے بڑا عالم ان شہرون
مین پس سبھون نے بالاتفاق جواب دیا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم من اورع الناس فقالوا کلہم الامام ابو حنیفۃ پس
کہا مین نے کہ کون ہے بڑا پرہیزگار ان بلاد مین پس سبھون نے کہا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم من ازہد الناس فقالوا
کلہم الامام ابو حنیفۃ پس کہا مین نے کہ کون ہے بڑا زاہد اس اطراف مین پس سبھون نے کہا کہ ابو حنیفہ فقلت لہم
من اعبد الناس واکثرہم اشتغالا بالعلم فقالوا کلہم الامام ابو حنیفۃ پس پوچھا مین نے کہ کون ہے بہت عبادت
کرنیوالا اور اکثر علم کے ساتھ شغل کرنے والا پس سبھون نے جواب دیا کہ ابو حنیفہ فما سألتہم عن خلق من الاخلاق
الحسنۃ الا وقالوا کلہم لا نعلم احدا تخلق بذلک غیر الامام ابی حنیفۃ بعد اوسکے نہین پوچھا مین نے اونسے کسی عمدہ صفت کو
مگر اونہون نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک یہ صفت سوا ابو حنیفہ کے کسی مین نہین ہے ان عبارات سے
واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کی علو مرتبت و رفعت و درجت کے تمام فقہا و محدثین و اولیاء اللہ مقر ہین اور جو اونکی طرف

نسبت کرتے ہین کہ وہ قیاس بہت کرتے تھے اور حدیث کو چھوڑ دیتے تھے یا یہ کہ اونکو علم حدیث مین بضاعت
کم تھی یا یہ کہ اونکے مذہب مین احتیاط کم ہے وہ سب متعصب جھوٹے ہین اب تھوڑی سی عبارت نووی شارح صحیح مسلم
کی کہ قول اونکا تمام علماء کے نزدیک مقبول ہے اور تحقیق اونکی جملہ محدثین کے نزدیک معتبر ہے یہی نقل کی جاتی ہے
جس سے کیفیت منقبت ابوحنیفہ کی زیادہ منکشف ہوتی ہے تہذیب الاسماء واللغات مین وہ لکھتے ہین قال
الخطیب البغدادی کہا خطیب بغدادی نے جو اجلہ محدثین سے ہین اپنی تاریخ مین ابوحنیفة التیمی فقیہ اہل العراق یعنے
ابوحنیفہ فقیہ ہین اہل عراق کے رای انس بن مالک دیکھا اونہون نے حضرت انس صحابی کو وسمع عطاء بن ابی رباح
وابا اسحق السبیعی ومحارب بن دثار والہیثم بن حبیب الصواف وقیس بن مسلم ومحمد بن المنکدر ونافعا مولے ابن عمر وہشام
بن عروة ویزید الفقیر وسماک بن حرب وعلقمة بن مرثد وعطیة العوفی وعبدالعزیز بن رفیع وعبدالکریم ابا امیة وغیرہم
اور سنا ابوحنیفہ نے احادیث کو عطاء اور ابو اسحق اور محارب بن دثار اور ہیثم بن حبیب اور قیس بن مسلم اور محمد
بن المنکدر اور نافع اور ہشام بن عروہ اور یزید اور سماک بن حرب اور علقمہ بن مرثد اور عطیہ عوفی اور عبدالعزیز بن
رفیع اور عبدالکریم وغیرہ سے وروی عنہ ابو یحیی الحمانی وہشیم بن بشیر وعباد بن العوام وعبداللہ بن المبارک ووکیع
بن الجراح ویزید بن ہارون وعلی بن عاصم ویحیی بن نصر وابو یوسف القاضی ومحمد بن الحسن وعمرو بن محمد العنقزی
وہوذة بن خلیفة وابو عبد الرحمن المقری وعبدالرزاق بن ہمام وآخرون اور روایت کیا ابوحنیفہ سے احادیث کو
ابو یحیی حمانی اور ہشیم بن بشیر اور عباد بن عوام اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور یزید بن ہارون اور علی
بن عاصم اور یحیی بن نصر اور قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن اور عمرو بن محمد اور ہوذہ بن خلیفہ اور ابو عبدالرحمن
مقری اور عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ نے قال الخطیب ہو من اہل الکوفة نقلہ ابو جعفر المنصور الی بغداد فاقام بہا
حتے مات کہا خطیب نے کہ وہ کوفہ کے رہنے والون سے ہین بلایا اونکو خلیفہ وقت ابوجعفر منصور نے بغداد مین
پس وہین اونہون نے اقامت کی یہانتک کہ انتقال کیا وروی الخطیب باسنادہ الی اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفة قال ان
جدی من ابناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رق قط اور روایت کیا خطیب نے بسند ابوحنیفہ کے پوتے اسمعیل
بن حماد سے کہ اونہون نے کہا ہمارے ابا و اجداد اصل فارس کے تھے اور سب حر تھے کبھی اونمین غلامی کی صفت
نہین آئی وباسنادہ عن عبداللہ بن عمرو الرقی قال اور روایت کیا خطیب نے اپنی سند سے عبداللہ بن عمرو رقی
سے کہ کہا اونہون نے کلم ابن ہبیرة ابا حنیفة ان یلی قضاء الکوفة فابی علیہ فضربہ مائة سوط وعشرة اسواط فی کل
یوم عشرة اسواط وہو علے الامتناع فلما رأے ذلک خلی سبیلہ وکان ابن ہبیرة عاملا علے العراق فی زمان بنی امیة
یعنے ابن ہبیرہ نے جو حاکم تھے بلاد عراق مین سلاطین بنی امیہ کیطرف سے امام ابوحنیفہ کو عہدہ قضاء سپرد
کرنیکا قصد کیا اور اون سے اصرار کیا امام نے بوجہ کمال احتیاط و غایت اتقاء اوس سے انکار کیا ابن ہبیرہ نے

ایکسو دس تازیانہ ابوحنیفہ کو مارے ہر روز دس دس تاکہ وہ اس عہدہ کو قبول کر لین مگر اونہون نے نہ قبول کیا
وعن الربیع بن عاصم اور روایت کی ربیع بن عاصم سے قال ارسلنی یزید بن عمر بن ہبیرۃ فقدمت علیہ بابی حنیفۃ
فاراده علی بیت المال فابی فضربہ اسواطا کہا اونہون نے بہیجا مجکو یزید بن عمر بن ہبیرہ نے ابوحنیفہ کے پاس پس
لے آیا مین اونکو ابن ہبیرہ کے پاس پس قصد کیا دینے کہ سپرد کرے اونکے بیت المال کو پس نہ مانا ابوحنیفہ نے پس
مارا ابن ہبیرہ نے اونکو چند کوڑون سے وعن اسمعیل بن سالم البغدادی قال اکرہ ابوحنیفۃ علی الدخول فی القضاء
فلم یقبل وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی وترحم علی ابی حنیفۃ اور روایت کی اسمعیل بن سالم بغدادی سے
کہا اونہون نے جبر کیا گیا ابوحنیفہ پر واسطے قبول کرنے عہدہ قضا کے پس نہ مانا اونہون نے اور تہے امام احمد جب کہ ذکر
کرتے تہے اس کیفیت کا روتے تہے اور ابوحنیفہ کیواسطے دعاے رحمت کرتے تہے وباسناده الی بشر بن الولید الکندی
قال اشخص المنصور ابوجعفر امیر المومنین اباحنیفۃ یعنی من الکوفۃ الی بغداد فاراده ان یولیہ القضاء فابی فحلف علیہ
لیفعلن فحلف ابوحنیفۃ ان لایفعل فحلف المنصور لیفعلن فحلف ابوحنیفۃ ان لایفعل فقال الربیع الحاجب الا تری
امیر المومنین یحلف فقال ابوحنیفۃ امیر المومنین علی کفارۃ ایمانہ اقدر منی علی کفارۃ ایمانی فامر بہ الی الحبس فی الوقت
والصحیح انہ توفی وہو فی السجن اور روایت کیا خطیب نے بسند بشر بن ولید کندی سے کہ بلایا سلطان زمان ابوجعفر
منصور نے ابوحنیفہ کو کوفہ سے بغداد مین اور ارادہ کیا کہ اونکو قاضی بناوین پس انکار کیا ابوحنیفہ نے پس قسم
کہائی بادشاہ نے کہ تمکو ضرور ہم قاضی کرینگے پس قسم کہائی ابوحنیفہ نے کہ ہرگز مین قاضی نہونگا پہر قسم کہائی بادشاہ
نے اور قسم کہائی ابوحنیفہ نے پس کہا ربیع دربان بادشاہ نے ابوحنیفہ سے کہ تمکو بادشاہ کی قسم کا بہی لحاظ نہین ہے
پس جواب دیا ابوحنیفہ نے کہ بادشاہ قسم کے کفارہ دینے پر قادر ہے اور مین اپنی قسم کے کفارہ دینے پر قادر نہین ہون
پس اوسیوقت بادشاہ نے امام کو قید خانے مین داخل کیا اور امام قید خانے مین رہے یہانتک کہ رحلت کی
وباسناده الی معتب قال قال خارجۃ بن بدیل دعا ابوجعفر اباحنیفۃ الی القضاء فابی علیہ فحبسہ ثم دعاہ فقال لہ
اترغب عما نحن فیہ فقال اصلح اللہ امیر المومنین لا اصلح للقضاء فقال لہ کذبت ثم عرض علیہ الثانیۃ فقال ابوحنیفۃ
قد حکم علی امیر المومنین انی لا اصلح للقضاء لانہ نسبنی الی الکذب فان کنت کاذبا فلا اصلح وان کنت صادقا فقد
اخبرت امیر المومنین انی لا اصلح للقضاء فردہ الی الحبس یعنی روایت کیا خطیب نے بسند معتب سے کہا اونہون نے
کہ کہا خارجہ بن بدیل نے بلایا ابوجعفر نے ابوحنیفہ کو قاضی بنانے کے واسطے پس انکار کیا اونہون نے پس قید کیا
اونکو پہر ایک روز بلایا اونکو اور کہا کہ کیا تم انکار کرتے ہو کہا ابوحنیفہ نے مین قابل قضا کے نہین ہون پس
کہا ابوجعفر نے تم جہوٹے ہو پس کہا ابوحنیفہ نے کہ آپ کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ مین قابل قضا کے نہین ہون
کیونکہ آپ نے مجکو جہوٹا کہدیا پس اگر مین جہوٹا ہون تو قابلیت قضا کی نہین رکہتا ہون کیونکہ جہوٹا قاضی

نہین ہوسکتا اور اگر مین سچا ہون تو آپ سے مین پہلے کہہ چکا کہ مین قابل قضاء کے نہین ہون وعن
الی الربیع بن یونس قال رایت امیر المومنین المنصور ینازل ابا حنیفة فی امر القضاء وہو یقول اتق اللہ ولا ترع
الامانة الا من یخاف اللہ فقال لہ کذبت انت تصلح فقال قد حکمت علی نفسک کیف یحل لک ان تولی قاضیا علے امانتک
کذاب یعنے روایت کیا خطیب نے بسند ربیع بن یونس سے کہا اونہون نے دیکھا مین نے امیر المومنین
کو گفتگو کرتے تھے ابو حنیفہ سے قاضی بنانے کے باب مین اور وہ جواب دیتے تھے کہ خدا سے خوف کرو اور
نہ بناؤ مگر اوسکو جو خدا سے ڈرتا ہو اور مین قابل اسکے نہین ہون پس کہا منصور نے کہ تم جھوٹے ہو تم قابل
ہو پس کہا ابو حنیفہ نے کیونکر درست ہے تمکو کہ قاضی بناؤ جھوٹے کو وقال ابو حنیفة دخلت علی ابی جعفر امیر
المومنین فقال لے یا ابا حنیفة عمن اخذت العلم قلت عن حماد یعنے ابن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن عمر بن الخطاب
وعلی بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس فقال ابو جعفر بخ بخ استوثقت یا ابا حنیفة اور
گئے ایک دن پاس ابو جعفر کے پس کہا اونہون نے کس سے تمنے علم حاصل کیا کہا مین نے حماد بن ابی سلیمان سے
اور ابراہیم نخعی سے اونہون نے حضرت عمر اور حضرت علے اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس سے پس کہا
ابو جعفر نے تیری سند مضبوط تمنے حاصل کی ودخل ابو حنیفة یوما علی المنصور فقال المنصور ہذا عالم اہل الدنیا الیوم
ابو حنیفہ ایک روز منصور کے پاس گئے پس کہا منصور نے کہ یہ شخص اس زمانے مین عالم ہے تمام دنیا کا وعن ہشام بن
مہران قال رای ابو حنیفة فی النوم کانہ ینبش قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فبعث من سال محمد بن سیرین
محمد بن سیرین من صاحب ہذہ الرویا ولم یجبہ عنہا ثم سالہ الثانیة فلم یجبہ عنہا ثم سالہ الثالثة فقال صاحب ہذہ الرویا
یثور علما لم یسبقہ الیہ احد قبلہ اور روایت کیا خطیب نے ہشام بن مہران سے کہ دیکھا ابو حنیفہ نے خواب مین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کو کھود رہے ہین پس بھیجا ایک شخص کو محمد بن سیرین کے پاس
جو بڑے معبر تھے کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے اوس شخص نے یہ خواب محمد بن سیرین سے بیان کیا اونہون
چند مرتبہ پوچھا کہ کسنے یہ خواب دیکھا ہے مگر اوس شخص نے نام امام کا نہین بتایا پس کہا محمد بن سیرین نے
کہ جسنے یہ خواب دیکھا ہے وہ شائع کریگا علم کو کہ قبل اوسکے وہ امر کسیکو نصیب نہین ہوا ہوگا وعن ابن عیینة
قال ما مقلت عینی مثل ابی حنیفة اور روایت کیا ابن عیینہ سے کہا اونہون نے نہین دیکھا میری آنکھ نے
مثل امام ابو حنیفہ کے وعن ابن المبارک قال کان ابو حنیفة آیة کہا عبد اللہ بن مبارک نے کہ تھے ابو حنیفہ ایک نشانی
علم وغیرہ کے وعن سہل بن مزاحم قال بذلت الدنیا لابی حنیفة فلم یردہا وضرب علیہا بالسیاط فلم یقبلہا اور روایت کیا
سہل بن مزاحم سے کہا اونہون نے صرف کی گئی اور متوجہ کی گئی دنیا ابو حنیفہ کی طرف لیکن اونہون نے قصد
نکیا اور کوڑے لگائے گئے اونکو تاوہ دنیا قبول کرین مگر اونہون نے انکار کیا وعن مسعر بن کدام قال

ما احسد احدا بالکوفة الا رجلین اباحنیفة فی فقهه والحسن بن صالح فی زهده اور روایت کیا مسعر بن کدام سے کہا مین
نہین رشک کرتا ہون کوفہ مین کسیکا مگر ابو حنیفہ کی فقہ کا اور حسن بن صالح کے زہد کا وعن الفضیل بن عیاض قال
کان ابو حنیفة فقیها معروفا مشهورا بالورع معروفا بالافضال علی من یطیفه صبورا علی تعلیم العلم باللیل والنهار
کثیر الصمت قلیل الکلام حتی ترد مسئلة فی حلال وحرام اور روایت کیا فضیل بن عیاض سے کہا اونہون نے
تھے ابو حنیفہ بڑے فقیہ مشہور ساتھ پرہیزگاری کے اور ساتھ احسان کرنے کے مہمانون پر بڑی کوشش کرنیوالے
تعلیم علم مین شب و روز اور تھے کہ اکثر چپ رہتے تھے اور بہت کم گفتگو کرتے تھے یہانتک کہ کوئی مسئلہ حلال اور
حرام کا آجاوے وعن ابی یوسف قال انی لادعو لابی حنیفة قبل ابوی اور روایت کیا ابو یوسف سے کہ مین دعا
کیا کرتا ہون ابو حنیفہ کے واسطے قبل اپنے والدین کے وعن ابی بکر بن عیاش قال اور روایت کیا ابو بکر بن
عیاش سے کہا اونہون نے مات اخو سفیان الثوری فاجتمع الناس الیه لعزائه فجاء ابو حنیفة فقام الیه سفیان
واکرمه واقعده مکانه وقعد بین یدیه انتقال کیا سفیان ثوری کے بھائی نے پس لوگ آئے اونکے پاس تعزیت
کے واسطے پس آئے ابو حنیفہ پس کھڑے ہوگئے سفیان ثوری اور تعظیم کی اونکی اور بٹھایا ابو حنیفہ کو اپنی جگہ پر
اور خود مودب ہوکے سامنے اونکے بیٹھے وعن ابن المبارک قال ما رأیت فی الفقه مثل ابی حنیفة اور روایت
کیا ابن مبارک سے کہا اونہون نے نہین دیکھا مین نے مہارت فقہ مین مثل ابو حنیفہ کے وعن ابن المبارک قال
اور روایت کیا عبد اللہ بن مبارک سے کہا اونہون نے رأیت مسعرا فی حلقة ابی حنیفة جالسا بین یدیه یسأله ویستفید
منه وما رأیت احدا قط تکلم فی الفقه احسن من ابی حنیفة دیکھا مین نے مسعر بن کدام کو مجلس ابو حنیفہ مین پوچھتے
تھے اونسے مسائل اور علم حاصل کرتے تھے اور نہین دیکھا کسیکو بہتر گفتگو کرنیوالا ابو حنیفہ سے بڑھ کے
وعن ابی نعیم قال کان ابو حنیفة صاحب غوص فی المسائل اور روایت کیا ابو نعیم سے کہا اونہون نے تھے ابو حنیفہ
صاحب فکر و غوطہ زن مسائل مین وعن وکیع قال اور روایت کیا وکیع سے کہ کہا اونہون نے ما لقیت افقه من
ابی حنیفة ولا احسن صلوة منه نہین دیکھا مین نے کوئی فقیہ اور خوب نماز پڑھنے والا ابو حنیفہ سے بڑھ کے
وعن النضر بن شمیل قال اور روایت ہے نضر بن شمیل سے کہ کہا اونہون نے کان الناس نیاما عن الفقه
حتی ایقظهم ابو حنیفة تھے آدمی سب سوتے اور غافل فقہ سے پس جگایا اور ہوشیار کیا اونکو ابو حنیفہ نے
وعن الشافعی الناس عیال ابی حنیفة فی الفقه اور روایت کیا امام شافعی سے کہ سب لوگ محتاج ہین ابو حنیفہ
کے فقہ مین وعن جعفر بن الربیع قال اور روایت کیا جعفر بن ربیع سے کہا اونہون نے اقمت علی ابی حنیفة
خمس سنین فما رأیت اطول صمتا منه فاذا سئل عن الشیء من الفقه تفتح وسال کالوادی قیام کیا مین نے
ابو حنیفہ کے پاس پانچ برس پس نہین دیکھا چپ بیٹھنے والا اونسے زائد کوئی پس جب کوئی امر فقہ سے

سوال کرتا اب جواب دیتے اور اسطرح سے بیان کرتے جیسے پانی بہتا ہے وعن ابراہیم بن عکرمہ قال ما رایت
اورع ولا افقہ من ابی حنیفۃ اور روایت کیا ابراہیم بن عکرمہ سے کہ نہین دیکھا مین نے کوئی پرہیزگار اور متقی
اور فقیہ ابوحنیفہ سے بڑہ کے وعن یحیی بن ایوب الزاہد قال اور روایت کیا یحیی بن ایوب زاہد سے کہا اونہون نے
کان ابوحنیفۃ لاینام اللیل تہے ابوحنیفہ تمام رات نہین سوتے تہے وعن زافر بن سلیمان قال اور روایت کیا
زافر بن سلیمان سے کہا اونہون نے کان ابوحنیفۃ یحیی اللیل برکعۃ یقرء فیہا القرآن تہے ابوحنیفہ کہ شب بیداری
کرتے تہے اور ایک رکعت مین تمام قرآن پڑہتے تہے وعن اسد بن عمرو قال اور روایت کیا اسد بن عمرو سے
کہا اونہون نے صلی ابوحنیفۃ بوضوء العشاء صلوۃ الفجر اربعین سنۃ وکان عامۃ اللیل یقرء القرآن فی رکعۃ وکان
یسمع بکائہ حتی یرحمہ جیرانہ وحفظ علیہ انہ ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ الاف مرۃ ابوحنیفہ نے
عشا کی وضوء سے صبح کی نماز پڑہی ہے چالیس برس تک اور اکثر ایک رکعت مین سارا قرآن پڑہتے تہے
اور روتے تہے شب کو یہانتک کہ اونکے ہمسایہ کے لوگ اونکے رونے پر رحم کرتے تہے اور جس مقام مین
ابوحنیفہ نے انتقال کیا وہان سات ہزار ختم قرآن کے اونہون نے کیے اور یہی تہذیب الاسماء نووی مین ہے
عن الحسن بن عمارۃ انہ غسل اباحنیفۃ حین توفی وقال غفر اللہ لک لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک
باللیل منذ اربعین سنۃ وقد اتعبت من بعدک اور روایت کیا حسن بن عمارہ سے کہ اونہون نے غسل دیا
ابوحنیفہ کو کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے تیس برس تک آپ نے افطار نکیا علی الاتصال روزہ رکہا کیے اور
شب کو چالیس برس تک عبادت مین رہے ایک لمحہ نہین سوئے وعن ابن المبارک ان اباحنیفۃ صلی
خمسا واربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین اور ابن المبارک سے روایت
کی کہ ابوحنیفہ نے پینتالیس برس تک پنج وقتہ نماز ایک وضو سے پڑہی ہے اور تہے کہ تمام قرآن پڑہتے تہے
دو رکعت مین وعن ابی یوسف قال بینا انا امشی مع ابی حنیفۃ سمع رجلا یقول لرجل ہذا ابوحنیفۃ لاینام
اللیل فقال ابوحنیفۃ لایتحدث عنی بما لا افعلہ فکان یحیی اللیل صلوۃ ودعاء وتضرعا اور امام ابویوسف سے
روایت کی کہا اونہون نے مین چلا جاتا تہا امام ابوحنیفہ کے ساتہ کہ اونہون نے سنا ایک شخص کو کہ کہتا ہے
دوسرے سے یہ ابوحنیفہ ہین کہ تمام رات نہین سوتے ہین پس فرمایا ابوحنیفہ نے نہ نسبت کیا جاوے
میری طرف وہ امر کہ مجہہ مین وہ نہین ہے پس اوس روز سے تمام رات جاگتے تہے اور نماز اور دعا و تضرع
مین مصروف رہتے تہے وعن مسعر بن کدام قال دخلت لیلۃ المسجد فرایت رجلا یصلی فاستحلیت قراءتہ
فقرء سبعا فقلت یرکع ثم قرء الثلث ثم النصف فلم یزل یقرء حتی ختمہ کلہ فی رکعۃ فنظرت فاذا ہو ابوحنیفۃ اور
روایت کی مسعر بن کدام سے کہا اونہون نے گیا مین ایک شب کو مسجد مین پس دیکہا مین نے ایک شخص کو

کہ نماز پڑھتا تھا پس خوش معلوم ہوئی مجکو اوسکی تلاوت قرآن پس سننے لگا مین پس پڑھا اوسنے ساتوان
حصہ قرآن مین نے خیال کیا کہ اب رکوع کریگا مگر اوسنے رکوع نکیا اور پڑھتا گیا یہانتک کہ ایک تہائی قرآن تک
پہونچا پہر نصف تک پس صبح پڑھتا گیا یہانتک کہ کل اوسنے ایک رکعت مین پڑھا پس غور کیا مین نے کہ یہ کون شخص ہے
پس معلوم ہوا کہ ابو حنیفہ ہین (وعن زائدۃ قال صلیت مع ابی حنیفۃ فی مسجد العشاء وخرج الناس ولم یعلم انی
فی المسجد فقام فافتتح الصلوۃ فقرء حتی بلغ ہذہ الآیۃ فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم فلم یزل یرددہا حتی
اذن المؤذن لصلوۃ الصبح) اور زائدہ سے روایت کی کہ مین نے ابو حنیفہ کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی اور بعد نماز کے
لوگ سب چلے گئے مگر مین بیٹھا رہا اور ابو حنیفہ نے سمجھا کہ اب کوئی مسجد مین نہین ہے پس نماز شروع کردی
اور اوسمین سورہ طور پڑھنے لگے جب اس آیت تک پہونچے فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم ایسی خشیت
اونپر طاری ہوئی کہ تمام شب اسی آیت کو مکرر پڑھا کیے یہانتک کہ صبح کی اذان ہوگئی (وعن القاسم بن معن
ان ابا حنیفۃ قام لیلۃ بہذہ الآیۃ بل الساعۃ موعدہم والساعۃ ادہی وامر فلم یزل یرددہا ویبکی ویتضرع) اور قاسم
بن معن سے روایت کی کہ ابو حنیفہ نے ایک شب کو اس آیت کی بل الساعۃ موعدہم الخ جو سورہ قمر مین ہے تکرار کی
اور رویا کیے یہانتک کہ صبح ہوگئی (وعن مکی بن ابراہیم قال جالست الکوفیین فما رایت فیہم اورع من ابی حنیفۃ)
اور مکی بن ابراہیم سے روایت کی کہا اونہون نے ملاقات کی مین نے اہل کوفہ سے اور صحبت کی زمانہ کے علماء کی
پس نہین دیکھا مین نے کسیکو پرہیزگار ابو حنیفہ سے بڑھکے (وعن وکیع قال کان ابو حنیفۃ جعل علی نفسہ ان
لایحلف باللہ فی عرض کلامہ الا تصدق بدرہم فحلف فتصدق ثم جعلہ علی نفسہ ان حلف ان یتصدق بدینار فکان اذا حلف
فی عرض الکلام تصدق بدینار وکان اذا انفق علی عیالہ نفقۃ تصدق بمثلہا وکان اذا اکتسی ثوبا جدیدا کسی بقدر
ثمنہ الشیوخ العلماء وکان اذا وضع بین یدیہ الطعام اخذ منہ ضعف ما یاکل فیجعلہ علی الخبز ثم یعطیہ لفقیر) اور روایت کی
وکیع سے کہ تھے ابو حنیفہ کہ کمال احتیاط سے قسم سچی بھی نہین کہاتے تھے اور اونہون نے نذر کرلی تھی کہ اگر مین کبھی
اثنائے گفتگو مین خدا کی قسم کہاؤن تو مین ایک درہم صدقہ کرونگا پس ایک مرتبہ اتفاقاً قسم کہا گئے پس ایک
درہم صدقہ کیا بعد اوسکے نذر کی کہ اب اگر کبھی قسم کہاؤن تو ایک دینار صدقہ کرونگا پس بعد اسکے جب کبھی
قسم کہاتے ایک دینار صدقہ کرتے اور تھی کہ جب کسیقدر اپنے اہل وعیال پر صرف کرتے تھے اوسیقدر فقرا کو تقسیم
کردیتے اور جب کبھی نیا کپڑا پہنتے بقدر قیمت اوسکے اور علماء کو کپڑے پہناتے اور جب کھانا کہاتے دوحصہ
اوسکا جسقدر کہاتے فقیر کو دیدیتے (وعن ربیع الضیا قال کان ابو حنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یوثر رضاء اللہ
علی کل شئ ولو اخذتہ السیوف فی اللہ لاحتملہا) اور یہی روایت ہے وکیع سے کہ تھے ابو حنیفہ بڑے امانت دار اور
مقدم رکھتے تھے خوشنودی پروردگار کو ہر چیز پر اور اگر راہ خدا مین واجرائے شریعت مین اونپر تلوارین پڑتین

اوسکے متحمل ہوجاتے وعن قیس بن الربیع قال کان ابو حنیفۃ ورعا فقیہا کثیر البر والصلۃ لکل من لجأ الیہ کثیر الافضال
علی اخوانہ وکان یبعث البضائع الی بغداد فیشتری بہا الامتعۃ ویحملہا الی الکوفۃ ویجمع الارباح من سنۃ الی سنۃ فیشتری
بہا حوائج الاشیاخ المحدثین واقواتہم وکسوتہم وما یحتاجون الیہ ثم یدفع باقی الدنانیر من الارباح الیہم ویقول انفقوا فی حوائجکم
ولا تحمدوا الا اللہ فانی ما اعطیتکم من مالی شیئا ولکن من فضل اللہ علی فیکم وہذہ ارباح بضائعکم فانہ ہو واللہ مما یجریہ اللہ
لکم علی یدی اور روایت کی قیس بن ربیع سے کہ تھے ابو حنیفہ بڑے متقی اور بڑے فقیہ بہت احسان کرنے اپنے
بھائیوں پر اور ہر اوس شخص پر جو کہ مضطر ہو اور بھیجتے تھے مبالغ واسطے خرید اسباب کے طرف بغداد کے اور وہ
اسباب جب کوفہ میں آتا تو اوسکو فروخت کرتے تھے اور اوسمین جسقدر نفع ہوتا تھا سال بسال اوسکو جمع کرکے
اوس سے کہانے کا سامان اور کپڑے وغیرہ ضروریات خرید کرکے محدثین اور علماء کو تقسیم کردیتے تھے اور باقی
دنانیر بھی اونہیں کو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ نہ شکر کرو تم مگر اللہ کا کہ یہ مال میرا نہیں بلکہ تمہیں سب کا ہے کہ
میرے ذریعہ سے اللہ نے تمکو پہونچایا ہے وعن حفص بن حمزۃ القرشی قال کان ابو حنیفۃ ربما مر بہ الرجل فیجلس
الیہ بغیر قصد ولا مجالسۃ فاذا قام سال عنہ فان کان بہ حاجۃ وصلہ وان مرض عادہ حتی یجرہ الی مواصلتہ وکان
اکرم الناس مجالسۃ اور روایت کی حفص بن حمزہ سے کہ ابو حنیفہ کے پاس جب کوئی اجنبی آتا اور اتفاقاً اونکے
پاس بیٹھتا جب وہ اوٹھنے لگتا تو ابو حنیفہ اوسکا حال دریافت کرتے اور کمال حسن خلق کے ساتھ پیش آتے پس
اگر معلوم ہوتا کہ اوسکو کچھ ضرورت ہے ابو حنیفہ رفع ضرورت کردیتے اور اوسکی خدمت کرتے وعن ابی یوسف
کان ابو حنیفۃ لا یکاد یسال حاجۃ الا قضاہا اور روایت کی ابو یوسف سے کہ ابو حنیفہ سے جب کوئی حاجت پیش
کرتا تھا آپ قضاے حاجت کردیتے تھے وعن ابن المبارک قال قلت لسفیان الثوری یا ابا عبد اللہ ما ابعد ابا حنیفۃ من الغیبۃ
ما سمعتہ یغتاب عدوا لہ قط فقال واللہ ہو اعقل من ان یسلط علی حسناتہ ما یذہب بہا اور عبد اللہ بن مبارک نے
روایت کی کہ کہا مین نے سفیان ثوری سے بطور تعجب کے کہ ابو حنیفہ کو نہیں سنا مین نے کسی کی غیبت کرتے ہو
تھے کہ اپنے دشمن کی بھی غیبت نہیں کرتے ہین پس کہا سفیان ثوری نے وہ بڑے عقلمند ہین نہین چاہتے ہین
کہ اونکی نیکیان دوسرے کے پاس چلی جاوین یعنی حدیث مین وارد ہوا ہے کہ غیبت کرنے والے کی نیکیان
اوسکو ملجاتی ہین جسکی وہ غیبت کرتا ہے اسیوجہ سے ابو حنیفہ کسیکی غیبت نہین کرتے ہین کہ اونکے نیک کامون پر
دوسرا شخص مسلط نہو جاوے ان عبارات سے کمال مرتبہ جلالت وفضیلت امام ابو حنیفہ کی بتصریحات
اکابر محدثین وعلماء تابعین ثابت ہوگئی اور معلوم ہوا کہ جمیع صفات کمالیہ مین امام کو مرتبہ علیا حاصل تھا
عبادت کی وہ کیفیت حسن خلق وسخاوت کی وہ حالت اتباع شریعت واتقاء وپرہیزگاری کی وہ حقیقت
اسکے سوا اور عبارات محدثین وفقہاء کی اگر لکھی جاوین تو ایک دفتر طویل ہو جاوے خدا جانے ان جہلاء کی

آنکھوں پر کیسے پردے پڑے ہین کہ باوجود اسکے کہ تمام محدثین و علماء معتبرین امام کے مداح و ثناخوان ہین مگر وہ کچھ نہین دیکھتے ہین وہی محدثین اور مورخین جو بخاری و مسلم کے مناقب لکھ گئے وہی امام کے بھی مناقب لکھ گئے مگر جہلاء متعصبین جب فضیلت بخاری اور مسلم کا ذکر آتا ہے تو اون محدثین کے کلام کو اگرچہ بے سند ہو اپنی سند گردانتے ہین اور جب امام کا ذکر آتا ہے او نہین محدثین کے کلام کو اگرچہ باسند ہو نہین مانتے ہین جہلاء تو جہلاء انکی علماء کی بھی یہی کیفیت ہے کہ جہان تک ممکن ہوا امام ابوحنیفہ کے معائب ذکر کرنے پر تیار ہوتے ہین اور عبارات مناقب کو واگذاشت کرجاتے ہین ؎ خود پرست ہوگیا ہے اک عالم ؛ نفس کو اپنے جانتا ہے صنم ✦ مؤلف معیار کو دیکھیے جتنی عبارتین امام کی نقصان فضیلت پر دال ہین جھٹ پٹ لکھدین اور جو عبارتین محدثین کی اونکی کمال منقبت پر دال ہین وہ ملاحظہ سے نہ گذرین نہین نہین عمداً چھوڑ دین تہذیب الاسماء سے ایک عبارت ابواسحق شیرازی کی نقل کردی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ تابعی نہین ہین اور اوسکے متصل تہذیب الاسماء کی عبارت جسمین بشہادت خطیب بغدادی جو بڑا محدث جلیل القدر ہے امام کی تابعیت مذکور ہے اوڑا دی خاصکر قنوجی نواب بھوپالی نے جنکے باب مین یہ مثل مشہور ہے ناز بالعروج بالفروج تو قسم کہالی ہے کہ ہر تصنیف مین اپنے وہ معائب امام کا ذکر کردیتے ہین اور مناقب صحیحہ کو واگذاشت کرجاتے ہین بےدھڑک لکھدیا کہ ابوحنیفہ کی بضاعت حدیث مین مزجاۃ ہے اور یہ نہ خیال کیا کہ اکابر محدثین اس قول کی تکذیب کرچکے ہین سب معتبر مورخین و محدثین اس بات کے قائل ہین کہ ابوحنیفہ قیاس عندالضرورۃ کرتے تھے پہلے قرآن و حدیث و آثار صحابہ سے حکم مسئلہ تلاش کرتے تھے جب نہین پاتے تھے قیاس کرتے تھے اور یہ بھی سب لکھتے ہین کہ ابوحنیفہ روایات حدیث مین معتبر ہین پھر بھلا اونکی قلت مہارت کی حدیث مین کیا معنے ہان روایات حدیث جسقدر اور ائمہ سے کہین ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے نہین ہوئین اوسکے چند اسباب ہین ایک یہ کہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے مین احادیث کی روایت کرنی اور جمع کرنی کا طریقہ نہ تھا اور بعد اونکے اور ائمہ کے زمانے مین رواج فن حدیث کا بہت ہوا شرقاً و غرباً محدثین نے سفر کرنا شروع کیا اور روایت حدیث و تصنیف کا طریقہ شائع ہوا اسوجہ سے ابوحنیفہ کیا بلکہ اکثر مجتہدین ہمعصر ابوحنیفہ کو روایات حدیث کا کم اتفاق ہوا اس سے یہ نہین کہا جاسکتا ہے کہ اونکی ہمت حدیث مین پست تھی اور رائے اونکی سست تھی دوسری یہ کہ روایت حدیث مین اونکو کمال احتیاط تھی اسوجہ سے یہ امر مدنظر رہتا تھا کہ جبتک وہ حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے اونکے زمانہ تک بذریعہ اخیار صحابہ و تابعین نہ پہونچے اوسکی روایت نہین کرتے تھے اسوجہ سے اونکی روایتین بہ نسبت اور محدثین کے کم ہوئین تیسری یہ کہ جب تک حدیث یاد نہوا اسوقت تک وہ روایت کو جائز نہین رکھتے تھے اور غایت احتیاط کی وجہ سے یہ رائے اونکی تھی کہ اگر کوئی شخص اپنے شیخ سے حدیثین سنکے لکھہ رکھے اور بعد ایک عرصہ کے اوسکو

کا مذکور دیکھو اور یقیناً سمجھو کہ پھر اپنی خبط سے اسمین کچھ فرق نہیں ہے تب بھی اوسکو روایت کرنا نہین جائز ہے
جب تک اوسکو یاد نہو اور جیسا کہ فتح القدیر مین بحث قرأت خلف الامام مین مسطور ہے فمحمل ردّہ لتضعیف

او تضعیف بعضهم یحمل الی حنیفة مع تشدده فی الروایة الی الغایة حتی انه شرط التذکر لجواز الروایة بعد علمه انه خطه ولم یشترط

الحفاظ هذا ولم یوافقه علیه انتہی جو کہ یہ بعض کتب مین مذکور ہے کہ ابو حنیفہ روایت حدیث بالمعنی کو جائز نہین
رکھتے تھے بلکہ جب تک خاص وہ لفظ جو انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہے یاد نہو روایت
کرنا درست نہین رکھتے تھے پس بسبب ان شروط احتیاطیہ کے جو کہ علامت کمال تقوے ابو حنیفہ کی ہین
اونسے روایات حدیث کم واقع ہوئین اس سے یہ سمجھنا کہ ابو حنیفہ کی بضاعت حدیث مین مزجات ہے
خلاف عقل ہے الحاصل کلام فاضل قنوجی اس بحث مین قابل سماعت کے نہین ایسا کلام وہی کہیگا اور وہی
تسلیم کریگا جو جاہل ہوگا یا متعصب ہوگا اس سے بڑھ کے اور سنیے یا فاضل قنوجی نے ابجد العلوم مین ابجد
بکے انکہ بند کرکے تحریر فرما دیا لم یر احدا من الصحابة باتفاق اهل الحدیث انتہی لیتنے نہین دیکھا ابو حنیفہ نے
کسی صحابی کو باتفاق محدثین کے باوجودیکہ خود ہی اپنے رسالہ حطہ مین ایسی عبارتین لاتے ہین جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ بعض محدثین نے امام کے تابعی ہونے کی اور صحابہ کو دیکھنے کی تصریح کی ہے اگر یہی بہول نہیں تھا ہے
تو اندھیرا ہوگا یہ چاہے جانتے ہے بہت ایسا گہبرا اہر گا ۔ رد اسکی بتفصیل تمام مؤلف ابراز الغی نے ابراز الغی
مین کردی ہے جدا اوسکو جزاے خیر دے جسکو شوق ہو ابراز الغی دیکھ لے اور عبارات نووی و شعرانی
وغیرہ سے یہ قول بھی فاضل قنوجی کا اتحاف النبلاء مین لیکن درین شک نیست کہ مقلدین مذہب ابو حنیفہ

تاریخ گذراشید [illegible]

ردہ انہ غلو صحیح [illegible]

انتہی مردود ہوگیا نووی اور عبد الوہاب شعرانی اور خطیب بغدادی اور وہ لوگ جنسے انہون نے نقل کیا ہے
مقلدین مذہب ابو حنیفہ سے نہتے حال آنکہ یہ مناقب بہت ہی لکھہ گئے اب غور کیجیے کہ یہ غلو کسکا ہے
حنفیہ کا یا مولف اتحاف کا اگر کوئی کہدے کہ محدثین جو مناقب بخاری مین لکھہ گئے کہ جب آونہون نے صحیح
تصنیف کی ہے سر حدیث کے لیے وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھتی اور پھر ایک حدیث لکھتے تھے اور ایسی اور
مناقب جو اونکے محدثین لکھہ گئے وہ سب غلو صحیح ہے اور فسانہ ساز محدثین کی باتین ہین پس آپ جو اسکا جو
دیجیے وہی ادہر سے بھی سمجھہ لیجیے فرق کسی کی کوئی وجہ نہین ہے یا یان نہین فدال کا انصاف شرط ہے
یہ اصل بات رشتہ گرگین کا فرط ہے * اور اس قول کا کہ ابو حنیفہ کو مداخلت علم حدیث مین کم تھی ابن
خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ مین اچھی طرح سے ابطال کر دیا ہے عبارت اونکی یہ ہے وقد تقول بعض المبغضین

المتعصبین الی ان منہم من کان قلیل البضاعة فی الحدیث فلہذا قلت روایته یعنے بعض متعصبین کہ ائمہ سے
بغض رکھتے ہیں کہا کہ بعض ائمہ کو جیسے ابو حنیفہؒ علم حدیث میں کم دخل تھا اسیوجہ سے روایتیں حدیث کی ان سے
کم ہوئی ہیں ولا سبیل الی ہذا المعتقد فی کبار الائمة لان الشریعة انما تؤخذ من الکتاب والسنة ومن کان قلیل
البضاعة من الحدیث فیتعین علیه طلبه وروایته والجد والتشمیر فی ذلک لیاخذ الدین عن اصول صحیحة ویتلقی الاحکام
عن صاحبها المبلغ لہا وانما قلل منہم من قلل الروایة لاجل المطاعن التی تعترضه فیہا والعلل التی تعرض فی طرقہا
سیما والجرح مقدم عند الاکثر فیؤدیه الاجتہاد الی ترک الاخذ بما یعرض مثل ذلک فیه من الاحادیث وطرق الاسانید
ویکثر ذلک فتقل روایته لضعف فی الطرق ہذا مع ان اہل الحجاز اکثر روایة للحدیث من اہل العراق لان المدینة
دار الہجرة ومأوی الصحابة ومن انتقل منہم الی العراق کان شغلہم بالجہاد اکثر والامام ابو حنیفة انما قلت روایته
لما شدد فی شروط الروایة والتحمل وضعف روایة الحدیث الیقینی اذا عارضہا الفعل النفسی وقلت من اجلہا روایته
فقل حدیثه لا انه ترک روایة الحدیث متعمدا فحاشاه من ذلک ویدل علی انه من کبار المجتہدین فی علم الحدیث
اعتماد مذہبه فیما بینہم والتعویل علیه واعتباره ردا وقبولا واما غیره من المحدثین وہم الجمہور فتوسعوا فی الشروط
وکثر حدیثہم والکل عن اجتہاد وقد توسع اصحابه من بعده فی الشروط وکثرت روایتہم وروی الطحاوی فاکثر
وکتب مسنده انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ حضرت ائمہ مجتہدین کی شان میں کہ منجملہ انکے ابو حنیفہ بھی ہیں ہرگز
یہ خیال نہیں ہو سکتا ہے کہ انکو حدیث کی طرف توجہ کم تھی اسوجہ سے کہ احکام شرعیہ قرآن وحدیث سے
ماخوذ ہیں اور اجتہاد میں شرط ہے کہ قرآن وحدیث میں مداخلت تامہ ہو اور جب علم قرآن وحدیث
واجماع سے نہ معلوم ہو اجتہاد سے اوسکا استخراج کیا جاوے پس مجتہد پر فرض ہے کہ طلب احادیث اور
تتبع روایات کرے ورنہ وہ قیاس کیونکر کرسکتا ہے اور ابو حنیفہؒ کے مجتہد ہونے میں کسیکو گفتگو نہیں ہے
پس بالضرورۃ انکی توجہ حدیث کی طرف ناقص نہیں ہو سکتی ہے اور دلیل قوی انکے مجتہد ہونے پر اور علم
حدیث میں ماہر ہونے پر یہ ہے کہ جملہ مجتہدین ومحدثین انکے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور جب اور مجتہدین
کے اقوال سے بحث کرتے ہیں انکے بھی اقوال سے خواہ بطور رد کے خواہ بطور قبول کے بحث کرتے ہیں اگر
انکو علم حدیث میں مہارت نہوتی اور اجتہاد کا مرتبہ انکو حاصل نہوتا انکے قول کا کوئی اعتبار نکرتا اور روایتیں
حدیث کی انہوں نے بہ نسبت اور ائمہ کے کم کیں اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ بلاد عراق میں تھے اور
اور ائمہ بلاد عرب میں جیسے شافعی مکہ میں اور مالک مدینہ میں اور روایات حدیث کی کثرت جسقدر حرمین وغیرہ
میں ہوگی اوسقدر بلاد عراق وغیرہ میں نہیں ہوگی دوسری وجہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ کی شرط روایات میں شدید
ہے اور التزام اونکا بہ نسبت التزامات اور ائمہ کے قوی ہے اسوجہ سے اونسے روایت کم ہوئی اور سوا

اونکے اور ائمہ نے اس قسم کے التزامات نہین کیے اسوجہ سے روایت اونہون نے بکثرت کی بلکہ خود تلامذہ
امام ابو حنیفہ اور مقلدین مذہب حنفی نے اون شروط کا التزام نہین کیا اسوجہ سے اونکے تلامذہ نے
بہت روایتین کین اور طحاوی حنفی نے بہت روایتین حدیث کی کین البتہ ایک مسند روایات ابو حنیفہ
کی تصنیف کی **قولہ** امام اعظم کو تو بجز سترہ حدیثون کے اور کوئی حدیث ہی نہین ملی چنانچہ عبد الرحمن بن
محمد بن خلدون نے اپنی کتاب تاریخ عبر دیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر مین لکہا ہے

فابو حنیفہ یقال بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثا الخ **اقول** لعنۃ اللہ علے الکاذبین متعصبین سے
بڑہ بیہ تامل بگفتار دم * نکوگوئی اگر دیر گوئی چہ غم * اس مقام پر کلام ہے بچند وجوہ اول یہ کہ سوا
ابن خلدون کے کسی اور نے یہ مضمون نہین لکہا کہ ابو حنیفہ کو کل سترہ حدیثین پہنچین اور صرف ابن خلدون
کا قول اس باب مین معتبر نہین کیونکہ اوسکو علوم شرعیہ مین مہارت نہ تہی اور فن حدیث ورجال وغیرہ
مین مداخلت نہ تہی جیسا کہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی نے جو شاگرد رشید حافظ ابن حجر عسقلانی کے
ہین اپنی کتاب ضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع مین ترجمہ ابن خلدون مین لکہا ہے ولم یکن بالماہر فی العلوم
الشرعیۃ انتہی ہان اگر کسی محدث معتبر یا کسی مورخ معتبر سے جسکو علم روایات حدیث وغیرہ مین مہارت ہو
اور کتب حدیث سے واقفیت ہو ایسا مضمون صادر ہوتا البتہ کچہ اعتبار اوسکا ہوسکتا تہا بجائے ابن خلدون
کہ جسنے تصانیف حدیث کو بنظر غور نہین دیکہا کیا جانے کہ ابو حنیفہ کی کسقدر روایات کتب حدیث مین موجود
ہین دوم یہ کہ خود ابن خلدون نے اس مضمون کا اعتبار نہین کیا بلکہ بلفظ یقال کہ جس سے اشارہ اوسکی ضعف
کی طرف ہے لکہا ہے پس ایسے قول ضعیف کا اور وہ بہی ایسے کا قول کہ جسکو خود مہارت فنون شرعیہ نہ تہی نہین
اعتبار کرنا اور اوسکو درج کتاب کر دینا جیسا کہ نواب بہوپالی سے اور اونہین کی تقلید کی وجہ سے آپ سے
صادر ہوا ہر عاقل کے نزدیک قبیح ہے سوم یہ کہ اس عبارت ابن خلدون کے متصل جو دوسری عبارت
ابن خلدون کی ہے جو تمہنے سابق نقل کی جسمین ابو حنیفہ کا ماہر ہونا فن حدیث مین مذکور ہے اور اونکے
کم روایت کرنے کی وجہ مسطور ہے معلوم نہین کس وجہ سے آپ نے واگذاشت کر دی یا ملا اس سبب سے
نہین نقل کی کہ تا عوام کو منقبت وفضیلت امام مین شبہہ واقع ہوجاوے اور اسکا ثواب آپ کو ملے
چہارم یہ کہ ابن خلدون کے نسخون مین اس مقام مین غلطی سے یہ عبارت واقع ہو گئی اور یہ اعتبار
کہ بلکہ بجز نواب بہوپالی اور اونکے مقلدین کے کہ جو رطب ویابس سب جمع کر دیتے ہین اور صحیح وغلط مین اونکو
امتیاز نہین ہوتی ہے کسی آدمی کا کام نہین موطا کی شرح مین زرقانی نے امام کی روایات کی تعداد مین چند
قول لکہے ہین ایک پانچسو دوسری تین سو تیسری ایکہزار اور چوتہی ایکہزار سات سو پانچوین چہ سو

چہپا سنہ آور السہوی اور محدثین بہی لکہ گئے بلیس ظاہر یہ ہے کہ ابن خلدون نے سبعمائة لکہا یعنے سات سو
غلطی ناسخ سے سبعة عشر ہوگیا پنجم یہ کہ کل سترہ حدیثیں امام کو پہونچنا محض خلاف عقل ہے اسکو تسلیم کرنا ایسا
جیسے تسلیم کرنا اس امر کا کہ بخاری کو کل تین حدیثیں ملیں مسانید روایات امام اعظم سے اگر قطع نظر کیجاوے
اور صرف تصانیف تلامذہ امام کی دیکہی جاویں جنمیں بذریعہ امام بسند مسلسل اخبار اور آثار مروی ہیں جیسے
موطا اور کتاب الحج اور سیر کبیر امام محمد کی اور کتاب الخراج امام ابو یوسف کی اور کتاب الآثار امام محمد کی
توبہی صدہا روایات امام کی نکلینگی ششم روایتیں تو امام سے بسند مسلسل صرف سو جا بجا ہیں موجود ہیں
مصنف ابن ابی شیبہ میں دیکہیے کسقدر ابو حنیفہ کے ذریعہ سے بسند متصل روایتیں موجود ہیں شرح معانی
الآثار اور مشکل الآثار طحاوی کے اور تصانیف دارقطنی اور تصانیف بیہقی وغیرہ دیکہیے کسقدر اونمیں
روایتیں امام سے مروی ہیں ششم یہ کہ زمانہ امام کا آخر زمانہ صحابہ کا اور شروع زمانہ تابعین کا تہا
اوس زمانے میں ایک ایک طفل مکتب کو صدہا حدیثیں روایتیں موجود ہیں باینہمہ یہ کہنا کہ امام کو کل سترہ
حدیثیں ملیں خالی حماقت سے نہیں ہفتم یہ کہ امام کے مجتہد ہونے میں کسیکو شبہہ نہیں ہے اور ذکر اونکا
درمیان محدثین و مجتہدین کی کتب محدثین میں موجود ہے اگر اونکو کل سترہ حدیثیں ملی ہوتیں تو اونکا
اجتہاد کیونکر چلتا اور شہرہ اونکا مجتہدین میں کیونکر ہوتا ہشتم یہ کہ اور عبادات و معاملات سے قطع نظر
کرکے صرف نماز کو دیکہیے کہ اوسمیں کسقدر فرض اور واجب اور سنت اور مستحب امام سے منقول ہیں اور ظاہر ہے
کہ یہ سب جزئیات قرآن میں نہیں ہیں پہر اگر امام کو بجز سترہ کے اور حدیث نہ ملی تو یہ سب احکام سنت
اور مستحب کے کہان سے اونہون نے بیان کیے اور تمام محدثین انکے اقوال کو کیونکر معتبر سمجہا کیے نہم یہ کہ
مشائخ امام کے بتصریح ابن حجر وغیرہ چار ہزار ہیں اگر اوسکا اعتبار نہ کیجیے تو بقول جمال الدین مزی صاحب
تہذیب الکمال کہ جنکا قول تمام محدثین کے نزدیک مقبول ہے اسقدر ہیں ابراہیم بن محمد بن منتشر اسمعیل
بن عبد الملک جبلة بن سحیم ابو ہند حارث بن عبد الرحمن ہمدانی حسن بن عبید اللہ حکم بن عتیبہ حماد بن ابی
سلیمان خالد بن علقمہ ربیعہ بن ابی عبد الرحمن زبید الیامی زیاد بن علاقہ سعید بن مسروق ثوری سلمہ
بن کہیل سماک بن حرب شداد بن عبد الرحمن قشیری شیبان بن عبد الرحمن طاوس بن کیسان طریف
بن سفیان سعدی طلحہ بن نافع عاصم بن کلیب عامر سبیعی عبد اللہ بن ابی حبیبہ عبد اللہ بن دینار عبد الرحمن
بن ہرمز اعرج عبد العزیز بن رفیع عبد الکریم بن ابی امیہ بصری عبد الملک بن عمیر علی بن ثابت انصاری
عطاء بن ابی رباح عطاء بن سائب عطیہ بن سعد عوفی عکرمہ مولے ابن عباس نافع مولا ابن عمر علقمہ بن مرثد
علی بن اقمر علی بن حسن عمرو بن دینار عون بن عبد اللہ قابوس بن ابی ظبیان قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ

بن مسعود قتادہ قیس بن سالم محارب بن دثار محمد بن زبیر حنظلی محمد بن السائب ابو جعفر محمد بن علی
محمد بن قیس ہمدانی محمد بن شہاب زہری محمد بن منکدر مخول بن راشد ہشام بطین معن بن عبد الرحمن مقسم بن
منصور بن معتمر موسے بن ابی عائشہ ناصح بن عبد اللہ محلی ہشام بن عروہ الہیثم بن حبیب ولید بن سریع
مخزومی یحیے بن سعید انصاری یحیے بن عبد اللہ کندی یحیے بن عبد اللہ الجابر یزید بن صہیب یزید بن عبد الرحمن
کوفی یونس بن عبد اللہ ابو حصین اسدی ابو الزبیر مکی ابو السوار سلمی ابو عون ثقفی ابو سعید وغیرہ پس
اگر امام نے انمین سے ہر ایک سے ایک ایک حدیث روایت کی ہو تب بھی تشتر حدیثین ہوتی ہین تتمہ
حیہ المعنی دارد الغرض اس قول کے کہ امام کو کل سترہ حدیثین پہونچین بطلان کو بہت سے وجوہ ہین عقلاً
بھی یہ قول باطل ہے اور نقلاً بھی یہ قول باطل ہے اسکا اعتقاد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اعتقاد کرے
کہ بخاری کو کل تین چار حدیثین پہونچین اور یہ جو سب حدیثین صحیح بخاری مین ہین وہ بخاری کی جمع کی ہوا
نہین ہین کسی دغا باز خانہ ساز نے ملا دین ہین یا یون کوئی اعتقاد رکھے کہ یہ جو قرآن پاک ہے اسمین
صرف دو چار سورتین یا آیتین پروردگار کی ہین باقی سب بندگان خدا کی گڑھی ہوئی ہین حق جل شانہ
ہر ایک مسلمان کو اس قسم کے عقائد سے محفوظ رکھے اور بہکانے والون کے فریب سے بچاوے آمین ثم آمین

تنبیہ یہ کہنا کہ کل سترہ حدیثین ملین ابو حنیفہ کے حق مین جو زمانہ صحابہ مین موجود تھے اور سید المجتہدین
تھے اور بشہادت امام شافعی وغیرہ فقہ مین اونکو کمال مہارت تھی ایسا ہی ہے جیسے صحیح بخاری وغیرہ
مین روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا عامل بنایا اور وہانکے
احمقان اونسے ناخوش ہوئے اور طرح طرح کے مطاعن اونکے حضرت عمر کو پہونچانے لگے اور مدینہ مین پہونچکر
مختلف شکایتین کرتے رہے یہان تک کہ بعضون نے یہ بھی کہدیا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح پڑھانا نہین جانتے
حضرت عمر نے سعد کو کوفہ سے بلوایا اور کہا کہ تمہاری شکایت اہل کوفہ نے بہت کی یہانتک کہ یہ بھی کہدیا کہ
تمکو نماز بھی پڑھانا نہین آتی ہے تب سعد نے کہا کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہین چھوڑتا ہون
اور آپ ہی کے طریقہ پر نماز پڑھاتا ہون بعد اوسکے اونہون نے طریقہ اپنی نماز پڑھنے کا بیان کیا حضرت
عمر نے کہا یہی گمان تھا تمہارے ساتھ کہ تم آنحضرت کی اتباع نہ چھوڑوگے اور ہمہ تن اتباع شریعت مین مصروف
رہوگے القصہ پھر سعد کوفہ کی طرف گئے اور جنہون نے انپر تہمت لگائی تھی اونکے حق مین بد دعا کی اور
اونکی بد دعا سے وہ لوگ مبتلائے بلا ہوگئے پس ابو حنیفہ کے حق مین یہ کہنا کہ کل سترہ حدیثین اونکو
آئی ہوئین ایسا ہے جیسے اون احمقون نے کہا کہ سعد کو نماز بھی نہین آتی ہے بھلا کوئی عقلمند اسکو
باور کریگا کہ سعد بن ابی وقاص کہ کبار صحابہ سے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضر اور سفر مین

یارہا ساتھ رہے اور عشرہ مبشرہ مین شمار کیے جاتے ہین اور بہت سی حدیثین اونکی تعریف مین وارد ہوئین
ایسے صحابی کو نماز پڑھنا بھی نہ آوے حالانکہ اوس زمانہ مین اونے اونسے صحابی نماز اچھی طرح سے ادا کرتے تھے
بلکہ طفل مکتب بھی صحابہ کے اہل کوفہ سے بدرجہا بہتر عبادت باہتمام سے کرتے تھے پس ایسے ہی ابوحنیفہ پر بھی
یہ طعن کرنا کہ اونکو حدیثین نہین ملین بجز سترہ کے ہم پوچھتے ہین کہ اگر اتنی ہی حدیثین اونکو ملین تو وہ فقیہ
کیونکر تسلیم کیے گئے اور امام شافعی وغیرہ بڑے بڑے محدثین اور مجتہدین اونکی فقاہت کی توصیف کیونکر کرتے
کیا ان تعریف کرنے والون کو اتنا نہین معلوم تھا کہ فقاہت تو نام ہے ایسی قوت و استعداد کا جسکی وجہ سے
انسان دلائل شرعیہ سے مسائل کا استخراج کر سکے صرف مسائل کو یاد کر لینا یا عقل اور اپنی راے مین جو کچھ
آوے بک دینا اور امور شرعیہ مین دخل درمعقول کرنا اس سے انسان فقیہ نہین ہو جاتا اسیوجہ سے
کتب اصول جیسے توضیح وتلویح اور تحریر الاصول وغیرہ مین تفصیل تمام مذکور ہے کہ مقلد جو کسی امام کے قول کی
اتباع کرے اور خود اوسکو قوت اس امر کی نہو کہ وہ مسائل دلائل شرعیہ سے استنباط کر سکے اگرچہ وہ بڑا عالم ہو
اور صدہا مسائل اوسکی زبان پر ہون ہرگز فقیہ نہین ہو سکتا ہے جب تک کہ اوسمین قوت استنباط کی حاصل
نہووے عالم ہونا اور حافظ مسائل شرعیہ ہونا اور مفتی ہونا اور کتب فقہیہ دیکھکر حکم مسئلہ نکال دینا اور شی ہے
اور فقاہت اور شئے ہے پس جب ابوحنیفہ کو فقط سترہ حدیثین ملین تو وہ فقیہ نہین ہو سکتے ہین کیونکہ دلائل
احکام شرعیہ کے چار ہین قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس اور قیاس مین یہ شرط ہے کہ جب کسی
اور دلیل سابق سے حکم نہ ملے تب مجتہد قیاس کرے اور قرآن پاک کے بھی صدہا مضامین ایسے ہین کہ وہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان اور تفصیل پر موقوف ہین پس جو شخص سولہ سترہ حدیثون کے سوا
اور کچھ علم حدیث نہ رکھتا ہوگا اوسکو نہ تو قرآن پر اچھی طرح سے اطلاع ہوگی نہ قیاس اوس سے بن پڑیگا
نہ استعداد اوسکو استنباط مسائل کی دلائل شرعیہ سے حاصل ہوگی بجز اسکے کہ وہ دخل درمعقول کرے
اور گھر مین بیٹھکے جو کچھ دل مین آوے بکدے اور کچھ اوس سے نہ بن پڑے گا نہ وہ مجتہد ہو سکتا ہے
نہ فقیہ ہو سکتا ہے پھر کیا سبب ہے کہ ابوحنیفہ کو تمام محدثین فقیہ اہل عراق لکھتے ہین اور امام شافعی
بڑے طمطراق سے تمام عالم کو فقاہت مین ابوحنیفہ کے محتاج بتاتے ہین اور یہ کلمہ الناس فی الفقہ عیال
علی ابی حنیفة کہہ رہے ہین اب یا تو معاذ اللہ یہ سب مجتہدین اور محدثین جھوٹے اور احمق اور ناسمجھ ہین
کہ بے سمجھے بوجھے ایک ایسے شخص کو جسکو علم حدیث مین مہارت کیسی سترہ حدیث کے سوا اور کچھ اوسکو
نصیب نہین ہوا فقیہ کہہ رہے ہین اور دفتر حفاظ حدیث مین اوسکو شمار کرتے ہین اور یا وہی جھوٹھا
اور احمق اور ناسمجھ ہے جو ایسا کلمہ کہتا ہے مگر انصاف پسند و عقلمند سے ہمکو یقین ہے کہ شق اول کو

کوئی پسند نکریگا اور ہر شخص یہی کہدیگا کہ ابو حنیفہ کی طرف یہ نسبت کرتا ہے کہ سترہ حدیث کے سوا اونکو کچھ نہین ملا
دیکھی جیو ملا ہے ایسی سبب دیون پر جسقدر مصائب و آفات دنیا مین پہونچتے ہین اور جسقدر کہ دنیا مین
وہ رسوا اور ذلیل ہوتے ہین یہانتک کہ نوبت بعدالت آتی ہے زجر و توبیخ اونپر حکام کی طرف سے کیجاتی ہے
وہ سب جزا انہین خرافات کی ہے مگر افسوس کہ اونکو اتبک تنبہ نہین ہوتا ہے اور پردہ غفلت کا
اونسے نہین اوٹھتا ہے ع آدمیان گم شدند ملک خدا خر گرفت + انا للہ وانا الیہ راجعون قولہ محدثین
کے دفتر مین ابو حنیفہ کا کہین نام ہی نہین ہے اور کتب صحاح ستہ مین انکی روایت کا کہین نشان بہی
نہین اقول کیا صحاح ستہ تمام بکمال حدیثون کے حاوی ہین کیا انکے سوا جو اور کتب حدیث کے ہین
وہ سب محض غیر معتبر ہین جیسے تصانیف دار قطنی و بیہقی و ابو نعیم و طحاوی و دیلمی و دارمی و ابن جریر طبری
و ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق و ابو یعلے و ابن خزیمہ و ابو الشیخ اصفہانی و ابن حبان بستی و ابن عبد البر
و ابن المنذر و ابن عدی و ابن عساکر دمشقی و محمد بن حسن شیبانی و ابو یوسف کوفی و ابن ابی عاصم و ابن
ابی اسامہ و امام احمد و امام مالک و اسحق بن راہویہ و یعقوب بن شیبہ و محی السنۃ بغوی و ابو داؤد طیالسی
و بقی بن مخلد قرطبی و ابو العباس السراج و بزار و مسدد بن مسرہد و ابن ابی الدنیا و ابن مردویہ و شہاب
قضاعی و سعید بن منصور و حکیم ترمذی و ابو مسلم کشی و طبرانی و حاکم و ابو عوانہ و ضیاء مقدسی و عبد بن حمید
وغیرہم ہرگز نہین صدہا حدیثین وہ ہین کہ صحاح ستہ مین اونکا نشان بہی نہین اور وہ صحیح یا حسن ہین
اور یہ جو مشہور ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری ہے پہر صحیح مسلم پہر اور کتب صحاح ستہ اسکا
یہ مطلب نہین کہ سوا انکے اور کتابون کی حدیثین سب غیر معتبر ہین بلکہ غرض اس سے فضیلت
باعتبار صحت کے ہے اور ثمرہ اوسکا بوقت تعارض ظاہر ہوتا ہے یعنے جب ایک حدیث صحیحین کی ہو
اور مخالف اوسکے دوسری کتاب مین حدیث ہو تو حدیث صحیحین کی مقدم ہوگی تفصیل اس امر کی کتب
اصول حدیث مین جیسے شروح الفیہ و شروح نخبہ مین موجود ہے اور محدثین اپنی کتب مین تصریح
کر گئے کہ سواے صحاح ستہ کے اور کتب حدیث مین بہی احادیث صحیحہ اور حسنہ معتبرہ موجود ہین پس جبکہ
یہ امر ثابت ہوا پس صحاح ستہ مین امام ابو حنیفہ کی روایت کا نہونا کیا مضر ہوگا اور اس سے اونکو محدثین
سے خارج کردینا کب صحیح ہوگا بہت سے اماثل صحابہ ہین کہ اونسے روایت صحاح ستہ مین نہین بہت سے
تابعین اور مجتہدین وہ ہین کہ اونکی روایت ان کتب مین نہین پہر کیا یہ سب اسوجہ سے اس قابل ہین
کہ نام انکا اکابر سے خارج کردیا جاوے اور محدثین مین انکا شمار نہ کیا جاوے امام ابو حنیفہ کی روایتین
اگر ان کتابون مین نہ ہون تو کچھ حرج نہین صدہا کتب حدیث مین انکی روایتین موجود ہین اور جسقدر کہ

محدثین انکی روایات کو معتبر سمجھتے ہین اور یہ قول آپکا کہ محدثین کے دفتر مین ابو حنیفہ کا کہین پتا نہین اس سے کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ صحاح ستہ مین انکی روایت نہین تو کچھ مضر نہین کیا دفتر محدثین منحصر صحاح ستہ ہی مین ہے کیا اور کتابون حدیث کے مصنفین محدث نہین ہین پس اگر ابو حنیفہ کی روایت صحاح ستہ مین نہین اور اور کتب حدیث مین موجود ہے نام انکا دفتر محدثین مین موجود ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ مورخین جہان محدثین کا ذکر کرتے ہین وہان ابو حنیفہ کا نام نہین ملتے ہین تو محض غلط ہے دیکھو ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ مین ابو حنیفہ کا نام نامی اور حال سامی مذکور ہے اور اکابر محدثین مین انکا ہونا مسطور ہے اسیطرح سے اور مورخین و محدثین بھی تذکرہ انکا محدثین کے ساتھ کرتے ہین اور باب روایات مین انکو معتبر سمجھتے ہین تحقیق اسکی سابقاً گذر چکی اور سند اسکی مذکور ہو چکی بقدر ضرورت یہان بھی چند عبارات ملاحظہ کیجیے جس سے یہ امر صاف ثابت ہے کہ ابو حنیفہ کا نام دفتر محدثین مین موجود ہے جواہر منیفہ مین ہے قد اثنی علے الامام جماعۃ من الائمۃ ہم عدول ہذہ الامۃ یعنے تحقیق مدح و ثنا کی ہے امام ابو حنیفہ کے ایک گروہ ائمہ نے جو انکا ہیں اور عادلین امت محمدیہ سے ہین فقد روی عباس الدوری قال سمعت یحیے بن معین یقول اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا یعنی تحقیق روایت کیا عباس بن محمد دوری نے کہ سنا مین نے یحیے بن معین سے کہتے تھے وہ کہ ہمارے اصحاب بہت تفریط کرتے ہین ابو حنیفہ اور اونکے تلامذہ کے باب مین اور اونکے مراتب کو گھٹا دیتے ہین پس پوچھا کسی نے ابن معین سے کہ کیا ابو حنیفہ روایات حدیث مین جھوٹ بولتے تھے کہا ابن معین نے نہین وذکر محمد بن الحسین الموصلے الحافظ فی آخر کتاب فی الضعفاء اور ذکر کیا حافظ حدیث محمد بن حسین موصلے نے اپنی کتاب الضعفاء کے آخر مین قال یحیے بن معین ما رایت احدا اقدمہ علی وکیع وکان یفتی برای ابی حنیفۃ وکان یحفظ حدیثہ کلہ وکان قد سمع من ابی حنیفۃ حدیثا کثیرا کہا یحیے بن معین نے نہین دیکھا مین نے کسیکو کہ افضل ہو وکیع بن جراح کوفی سے اور تھے وکیع شاگرد ابو حنیفہ کے اور سنی تہین بہت حدیثین اور انکی کل حدیثین انکو محفوظ تہین اور فتوی دیتے تھے وکیع ساتھ اقوال ابو حنیفہ کے قال وقیل لیحیے بن معین یا ابا بکر یا ابو حنیفۃ کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق کہا موصلے نے کہ پوچھا یحیے بن معین سے ایک شخص نے کہ ابو حنیفہ روایات حدیث مین سچے ہین یا نہین کہا ہان وہ صدوق تھے قال وقیل لیحیے بن معین ایما احب الیک ابو حنیفۃ او الشافعی وابو یوسف القاضی کہا موصلے نے اور پوچھا کسی نے یحیے بن معین سے کہ تمہارے نزدیک کون شخص ان تینون سے پسندیدہ اور بہتر ابو حنیفہ اور شافعی اور ابو یوسف فقال اما الشافعی فلا احب حدیثہ واما ابو حنیفۃ فقد حدث

عنہ قوم صالحون وابو یوسف لم یکن من اہل الکذب وکان صدوقا ولکن لیس لا یجری حدیثہ مجری الیس کہا
یحیی بن معین نے کہ امام شافعی کی روایات کو میں پسند نہیں رکھتا ہوں اور ابو حنیفہ سے ایک گروہ نے روایت
کی ہے اور اونکو معتبر سمجھا ہے اور ابو یوسف نہ تھے ارباب کذب سے اور سچے تھے روایات میں سچے
وقال الحسن بن علی الحلوانی قال لے شبابۃ بن سوار کان شعبۃ حسن الراے فی ابی حنیفۃ اور کہا حسن
بن علی حلوانی نے کہ کہا مجھسے شبابہ بن سوار نے کہ شعبہ تھے خوش عقیدہ امام ابو حنیفہ کے حق میں وقال علی
بن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن العوام
وجعفر بن عون وہو ثقۃ لا باس بہ اور کہا علی بن مدینی نے کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے روایت کیا اونسے سفیان ثوری
اور عبد اللہ بن مبارک اور حماد بن زید اور ہشیم اور وکیع بن جراح اور عباد بن عوام وجعفر بن عون وغیرہ نے
وقال یحیی بن سعید ربما استحسنا الشئ من قول ابی حنیفۃ فنأخذ بہ وقد سمعت من ابی یوسف الجامع الصغیر
کہا یحیی بن سعید قطان نے کہ ہم بعض اقوال ابو حنیفہ کو پسند کرتے ہیں اور اوسپر فتوے دیتے ہیں اور
اونکے شاگرد ابو یوسف سے جامع صغیر میں نے سنی ہے وقال ابن عبد البر فی کتاب العلم اور کہا ابن عبد البر نے
کتاب العلم میں حدثنی عبد اللہ بن محمد بن یوسف خبر دی مجکو عبد اللہ بن محمد بن یوسف نے حدثنا ابن رحمون
خبر دی ابن رحمون نے قال سمعت محمد بن بکر بن داسۃ یقول کہا اونہوں نے کہ سنا میں نے محمد بن بکر بن داسہ
تلمیذ ابو داؤد سے کہ کہتے تھے سمعت ابا داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی یقول سنا میں نے ابو داؤد
سلیمان بن اشعث صاحب سنن سے کہ کہتے تھے رحم اللہ مالکا کان اماما رحم اللہ الشافعی کان اماما رحم اللہ
ابا حنیفۃ کان اماما رحم کرے اللہ امام مالک پر کہ تھے وہ امام مقتدی اور رحم کرے امام شافعی پر کہ تھے
وہ امام اور رحم کرے اللہ ابو حنیفہ پر کہ تھے وہ امام وروی البرقانی قال اور روایت کیا برقانی نے کہا
اونہوں نے اخبرنا ابو العباس بن حمدون خبر دی ہمکو ابو العباس بن حمدون نے قال حدثنا محمد بن
ایوب کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو محمد بن ایوب نے حدثنا محمد بن الصباح کہا اونہوں نے خبر دی ہمکو
محمد بن صباح نے قال سمعت الشافعی محمد بن ادریس کہا اونہوں نے کہ سنا میں نے امام شافعی سے کہ کہتے تھے
قیل لمالک بن انس ہل رایت ابا حنیفۃ قال نعم رایت رجلا لو کلمک فی ہذہ الساریۃ ان یجعلہا ذہبا لقام بحجتہ
کسی نے پوچھا امام مالک سے کہ آپ نے ابو حنیفہ کو دیکھا ہے فرمایا اونہوں نے ہان وہ ایسا شخص ہے کہ اگر دعوی کرے
کہ یہ ستون سونے کا ہے اوسکو دلیل سے ثابت کر دیگا وقرأت فی کتاب خلاصۃ الاثر للمحبی اور دیکھا
میں نے خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں جسکی ایک بعض العلماء وانا نکتہ عن الشہاب احمد بن
عبد اللطیف البشبیشی الشافعی روایۃ عن الامام شمس الدین محمد بن العلاء البابلی الشافعی وکان قد صعد بالحفظ

والاتفاق انہ کان یقول اذا سئلنا عن افضل الائمۃ نقول انہ ابو حنیفۃ انتہی نقل کیا مجھسے بعض علمای مکہ معظمہ مین
شہاب الدین احمد بن عبد اللطیف البشیشی شافعی سے اونہون نے نقل کی شمس الدین محمد بن علاء بابلی شافعی سے کہ وہ
کہتے تھے جب ہمسے کوئی پوچھے کہ سب ائمہ مین کون امام افضل ہے تو ہم کہین گے کہ امام ابو حنیفہ اب ان عبارات کو
اور عبارات سابقہ کو بغور ملاحظہ کرکے اور نفسانیت کو یکطرف کرکے ارشاد فرمایئے کہ با اینہمہ ابو حنیفہ کا
دفتر محدثین مین نشان ہونا کون تجویز کریگا اور اونکو فن حدیث مین کون غیر معتبر سمجھیگا مگر ہان وہ شخص
جسکا دماغ مواد تعصب وجہالت سے بھرا ہوگا باعث دھرم اپنی بات کی پچ کرتا ہوگا حق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی مثل
اس باب مین مثل حضرت علی مرتضے رضی اللہ عنہ کے ہی حدیث مین وارد ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت علی سے فرمایا کہ تمہارے باب مین دو گروہ ہلاک ہوجاوینگے ایک محب مفرط جو باب محبت مین حد سے
تجاوز کرجاویگا اور ایک مبغض مفرط جو باب بغض مین حد سے تجاوز کریگا چنانچہ موافق فرمانے آن حضرت کے
دو فرقے گمراہ ہوگئے ایک تو وہ فرقہ جسنے حضرت علی سے ایسی محبت کی کہ اونکو انبیا سے افضل کہا بلکہ جبرئیل
امین کی خطا کا قائل ہوگیا اور مستحق نبوت ہونے علی کو کہنے لگا بلکہ ایک گروہ حضرت علی کی خدائی کا بھی قائل ہوگیا
دوسرے وہ فرقہ جسنے حضرت علی پر لعن وطعن کرنا شروع کیا اور ہر فضیلت مین اونکو لاشئے سمجھنے لگا اور اس
باب مین حضرت علی کو وراثت حضرت عیسے علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے مقتضاے العلماء ورثۃ الانبیاء ملی
کیونکہ حضرت عیسے کے باب مین بھی دو فرقے ہلاک ہوگئے ایک تو وہ جسنے اونکو خدا کہدیا یا خدا کا بیٹا بنا دیا
دوسرے وہ جسنے اونکی نبوت کو تسلیم نہین کیا اور دار پر اونکو چڑھا دیا ایسے ہی امام ابو حنیفہ کے باب مین بھی دو
گروہ ہلاکت وخرابی مین پڑے ایک تو وہ جسنے انکی مدح مین ایسا غلو کیا کہ انکو استاد حضرت خضر علی نبینا علیہ
الصلوۃ والسلام کا کہدیا اور امام مہدی اور حضرت عیسے کو انکا مقلد بنا دیا دوسرا وہ گروہ جسنے انکا نام دفتر
محدثین سے نکال دیا اور انکے ذکر معائب مین سرگرم رہا حق جل شانہ اپنے بندون کو اس افراط وتفریط سے
محفوظ رکھے اور بادیہ ضلالت وہلاکت سے نکالکے راہ متوسط کی ہدایت کرے ہمکو اول فرقہ سے چندان
تعجب نہین اسوجہ سے کہ اوس گروہ کے وہ لوگ ہین جو تحقیق کتب حدیث ودفاتر محققین سے عاری ہین
اور سنی سنائی بات لے اوڑتے ہین اور جس کتاب مین اگرچہ غیر معتبر ہو کوئی فضیلت امام اعظم کی دیکھے
اوسکا بدون تفتیش وتنقیح کے اعتقاد کرلیتے ہین پس ایسے لوگ اگر امام کے فضائل مین مبالغہ کرین تو کچھ عجب
نہین بڑا عجب دوسرے فرقہ سے ہی کہ اس فرقہ کے لوگ دعوی مہارت حدیث کا کرتے ہین اور اتباع سنت کا
دم بھرتے ہین اور تحقیق ووسعت علم کے علم مچا رہے ہین با اینہمہ انکو بسبب شدت تعصب کے نہین دکھائی دیتا یہ
امام کا ذکر دفاتر محدثین مین موجود ہے اور قول انکا باب جرح وتعدیل وتفسیر حدیث مین معتبر ہے اور تمام

محدثین غیر متعصبین کو انکی فقاہت وثقاہت وثاقت کا اقرار ہے خیرات حسان میں ہے قال ابو یوسف
ما رأیت اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفة وکان ابصر بالحدیث منی کہا ابو یوسف نے نہین دیکھا مین نے کسی کو زیادہ
جاننے والا معانی حدیث کو ابو حنیفہ سے اور تھے وہ بہت سمجھ دار احادیث کے مجھسے وفی جامع الترمذی عنه ما رأیت
اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح اور جامع ترمذی مین ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے جرح
جابر جعفی کی کی اور کہا کہ اوس سے زیادہ جھوٹ بولنے والا مین نے کسی کو نہین دیکھا اور عطاء کی توثیق مین کہا
کہ اوس سے بہتر مین نے نہین پایا وروی البیہقی عنه انه سئل عن الاخذ عن سفیان الثوری فقال اکتب عنه فانه ثقة
اور روایت کی بیہقی نے ابو حنیفہ سے کہ اونسے کسی نے پوچھا سفیان ثوری کے حال سے پس کہا اونسے
کہ لکھو حدیث کو اونسے اور روایت کرو کہ وہ ثقہ ہین وروی الخطیب عن سفیان بن عیینة قال اول من اقعدنی
للحدیث بالکوفة ابو حنیفة اور روایت کیا خطیب بغدادی نے سفیان بن عیینہ سے کہ ابتدا مین مجھکو واسطے
درس وتعلیم حدیث کے امام ابو حنیفہ نے بٹھایا اور لوگون سے میری تعریف کی اور بھی خیرات حسان مین ہے
من زعم قلة اعتنائه بالحدیث فهو لحسده اذ کیف یتأتی لمن هو کذلک استنباط مثل ما استنبطه من المسائل التی
لا تحصی ولاجل اشتغاله بهذا الاهم لم یظهر حدیثه کما ان ابا بکر وعمر لما اشتغلا بمصالح المسلمین لم یظهر عنهما روایة الاحادیث
مثل ما ظهر عمن دونهما حتی صغار الصحابة وکذلک مالک والشافعی لم یظهر عنهما مثل ما ظهر عمن تفرغ لذلک کابی زرعة
وابن معین لاشتغالهما بذلک الاستنباط انتہی حاصل اسکا یہ ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو فن حدیث مین
کم دخل تھا اور محدثین کے دفتر سے نام اونکا خارج کرتا ہے اونکا قول مبنی جہل اور حسد پر مبنی ہے بھلا کیونکر ممکن ہے
اوس شخص سے استنباط مسائل اور استخراج احکام کا جو فن حدیث مین مہارت نرکھتا ہو اور ابو حنیفہ سے
استنباط مسائل بکثرت منقول ہے اگر انکو حدیث مین دخل نہوتا یہ امر انسے کیونکر ہو سکتا اور اسی وجہ سے
کہ انکو اکثر اشتغال استنباط مسائل کا تھا روایات حدیث انسے کم ظاہر ہوئین نظیر اسکی مثال ابو بکر وعمر ہین
کہ جسقدر احادیث اور صحابہ نے جو انسے مرتبہ اور فضیلت مین کم تھے جیسے ابو ہریرہ اور انس وغیرہ
روایت کین انسے اتنی روایتین نہین ظاہر ہوئین منشا اسکا مشغول ہونا تھا انکا ساتھ مصالح اہل اسلام کے
اور اسی طرح جسقدر حدیثین اون محدثین سے مروی ہین جو خاص تحدیث مین مصروف رہتے جیسے ابو زرعہ
اور ابن معین وغیرہ اوسقدر امام شافعی اور امام مالک سے مروی نہین ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ انکو صرف شغل
حدیث کے روایت کرنے کا نہ تھا بلکہ استنباط مسائل وتنقیح احکام کا بھی شغلہ تھا اور تہذیب التہذیب اور
اور میزان الاعتدال اور تہذیب الکمال وغیرہ کتب رجال کو اگر دیکھیے تو اونمین بہت سے مقامات مین ابو
ابو حنیفہ کا قول باب جرح وتعدیل مین ملیگا مقام غور ہے کہ اگر نام انکا دفتر محدثین سے خارج ہوتا تو

محدثین کیون انکے اقوال کو ہمراہ اور محدثین کے اقوال کے لکھتے اور کیون انکے اقوال و احکام سے اپنے
کتب مین بحث کرتے غرض یہ قول کہ ابو حنیفہ کا نام دفاتر محدثین مین نہین ہے ایسا ہی جیسے کوئی شخص
کہدے کہ بخاری و مسلم کا نام دفاتر فقہا سے خارج ہے اور کتب معتبرہ فقہیہ مین کہین انکا قول مذکور
نہین ہے یا کوئی کہدے کہ مجد الدین شیرازی شافعی مؤلف قاموس فقیہ نتھے کیونکہ انکا نام دفاتر فقہاء
مین نہین ہے یا کوئی مجنون کہدے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی وغیرہم رضی اللہ عنہم مرتبہ ولایت سے محروم تھے
کیونکہ انکا ذکر کہین کتب مناقب اولیا و زہاد مین نہین ہے ایسے اقوال کا زبان سے نکال دینا اور بیباکی
کر کے جو منہ مین آوے کہدینا تو آسان ہے مگر انجام اسکا خسران دنیوی و اخروی اور حرمان جنت الہی
ہے نعوذ باللہ منہم فانہم لا یعلمون قولہ حنفیہ کے امام کے نزدیک تو حدیث ضعیف اور مرسل حدیثین ہیں ثابت عمل کے
لائق ہین چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ مین لکہا ہے مما یروی عنہ انہ کان یقول ضعیف الحدیث احب الی من الرای
یعنی روایت کیا گیا ہے ابو حنیفہ سے کہ تحقیق وہ کہتے حدیث ضعیف بہت دوست ہے میرے
نزدیک لوگون کی راے سے اور عینی شرح ہدایہ مین لکہا ہے المراسیل عندنا حجۃ یعنی حدیثین مرسل ہمارے
نزدیک حجت ہین اقول واہ واہ سبحان اللہ سچ ہے کہ جب کسی کیطرف سے کدورت دل مین آجاتی ہے اسکی
خوبی بابت بھی بری معلوم ہوتی ہے اور منقبت اوسکی منقصت ہوجاتی ہے آپکو اور آپکے انصار کو حنفیہ اور
امام حنفیہ کیطرف سے چونکہ سوءظن ہے اونکی عمدہ خصلت بھی آپ کے نزدیک عیوب مین شمار کیجاتی ہے اتنا
نسمجھے کہ مرسل اور ضعیف حدیث کا قبول کرنا اور احادیث نبویہ پر عمل کرنے کو مقدم سمجھنا بری بات ہے یا اچھا
امر تو کمال منقبت امام پر دال ہے کہ اونکے نزدیک اگر حدیث ضعیف و مرسل ہی ملی تب بھی اوسکے رو برو قیاس کو
دخل نہین دیتے تھے اور بمقابلہ حدیث کے چون و چرا نہین کرتے تھے خیرات حسان مین ہے قال ابن حزم
ج الحنفیۃ متفقون علی ان مذہب ابی حنیفۃ ان ضعیف الحدیث عندہ اولی من الرای فتامل ہذا الاعتبار
حادیث و عظم جلالتہا و موقعہا عندہ و من ثم قدم العمل بالاحادیث المرسلۃ علی العمل بالرای انتہی کہا ابن حزم
اصحاب حنفیہ متفق ہین اس امر پر کہ مذہب اونکے امام کا یہ ہے کہ ضعیف حدیث بہتر ہے راے اور قیاس سے
پس غور کرنے کے قابل ہے یہ اہتمام کرنا ابو حنیفہ کا ساتھ احادیث نبویہ کے کہ جب تک وہ حدیث پاتے
تھے کچھ دخل نہ دیتے اور اسی وجہ سے اونہون نے احادیث مرسلہ کو مقدم رکہا ہے قیاس اور راے پر عمل کرنے
سے اور یہ حدیث مرسل کا مقبول ہونا اور ضعیف کا راے پر مقدم ہونا صرف ابو حنیفہ کا ہی مذہب نہین
بڑے بڑے محدثین بہی اسکے قائل ہین پس اگر یہ امر قابل طعن کے ہے تو تمہارے قول سے محدثین بھی
مطعون ہوگئے تمکو ایسا عناد حنفیہ کے ساتھ ہے کہ جس امر مین اونکے ساتھ محدثین بہی ہوتے ہین

بے سمجھے بوجھے حنفیہ پر تیر ملامت پھینکتے ہو اور یہ خبر نہین رکھتے کہ وہ تیر اولٹ کے محدثین کے گھر جا تا ہے اور تمام
کارخانہ تمہارے عقائد کا برباد ہو جاتا ہے دیکھو مقدمہ ابن الصلاح اور شرح الفیہ مین کیا لکھا ہے قال ابو عبد اللہ
بن مندة عنہ ای عن ابی داؤد انہ یخرج الاسناد الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیرہ وانہ اقوی عندہ من رای
الرجال انتہی یعنی روایت کیا ابن مندہ نے کہ عادت ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کی یہ ہے کہ جب کسی باب
مین حدیث باسناد صحیح یا حسن اونکو نہین ملتی تو باسناد ضعیف حدیث روایت کر دیتے ہین اسوجہ سے
کہ حدیث ضعیف اونکے نزدیک بہتر لوگون کی رائے سے ہی اور یہی شرح الفیہ مین ہے اختلف العلماء فی الاحتجاج
بالمرسل فذہب مالک بن انس وابو حنیفۃ النعمان بن ثابت الی الاحتجاج بہ الخ یعنی مختلف ہوے علماء مرسل
حدیث کے حجت پکڑنے اور اوسکے قبول کرنے مین پس گئے امام مالک صاحب موطا جو اجلہ محدثین ہین گئے جانب
اور امام ابو حنیفہ اوسکے قبول کرنے کی طرف اور نووی شارح صحیح مسلم مقدمہ شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین مذہب
مالک واحمد وابی حنیفۃ واکثر الفقہاء انہ یحتج بہ انتہی یعنی مذہب امام مالک اور امام احمد اور ابو حنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہ ہے
کہ حدیث مرسل حجت و مقبول ہے اور تدریب الراوی شرح تقریب النواوی و فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث مین مذکور
ہے والامام احمد ضعیف الحدیث احب الیہ من رای الرجال لانہ لا یعدل الی القیاس الا بعد عدم النص انتہی یعنی امام احمد
کے نزدیک کہ اکابر محدثین سے ہین ضعیف حدیث بہتر ہے لوگون کی رائے سے اسوجہ سے کہ نہین عدول کیا جاتا ہے
قیاس کی طرف مگر جب نص نہووے اور جب تک نص ملے اگرچہ سند ضعیف کے ساتھ ہو اوسوقت تک قیاس
ورائے کا اعتبار نہوگا اور یہی تدریب مین ہے قال ابن جریر اجمع التابعون باسرہم علے قبول المرسل من الاخبار
ولم یات عنہم انکارہ ولا عن احد من الائمۃ بعدہم الی راس المائتین انتہی کہا ابن جریر نے اتفاق کیا تمام
تابعین نے اوپر قبول مرسل کے اور نہین ثابت ہوا کسی سے اونمین سے انکار اسکا اور ایسیہی بعد اونکے
اور ائمہ بھی قبول کرتے رہے سنہ دو سو ہجری تک اور اسکے بعد امام شافعی نے حکم عدم قبول مرسل کا دیا اور
ایک گروہ محدثین کا اونکے موافق ہو گیا اور یہی تدریب مین ہے تقدم عزو ذلک الی ابی داؤد واحمد انہما
یریان ذلک اقوی من رای الرجال انتہی یعنی سابق گذر چکا امام احمد اور ابو داؤد سے کہ وہ دونون اعتقاد
رکھتے تھے کہ ضعیف حدیث اقوی ہے رائے سے اور یہی اوسمین ہے قیل یعمل بالضعیف فی الاحکام اذا کان
فیہ احتیاط انتہی یعنی عمل کیا جاویگا حدیث ضعیف پر احکام شرعیہ مین جبکہ اوسمین احتیاط ہو
اور زیادہ تفصیل اس مبحث کی کتب اصول حدیث مین مذکور ہے جسکو شوق ہو شروح الفیہ و شروح نخبہ
وغیرہ دیکھے خلاصہ یہ ہے کہ مرسل کو قبول کرنا اور حدیث ضعیف کو رائے و قیاس سے بہتر سمجھنا ایک
جماعت محدثین کا بھی مذہب ہے پس اگر حنفیہ کا بھی یہ مذہب ٹھہرا تو کیا گناہ ہوا اور اگر گناہ ہوا تو یہ گناہ

مگر اسکو حنفیہ نے اور صرف حنفیہ ہی نہین اسکے مرتکب ہوئے بلکہ ایک گروہ محدثین کا بھی شریک ہے دونون کا ہمد
ساتھ رہین گے اور لطف موافقت اوٹھا رہینگے **قولہ** اور اگر سچ پوچھیے تو حنفیہ کے مذہب کی تو بنا ہی ضعیف
حدیثون پر رکھی گئی ہے جسکو اس بات کی زیادہ تر تحقیق منظور ہو وہ کتاب ہدایہ کا کوئی صفحہ دیکھے ہوئے کسقدر
ضعیف حدیثون سے استدلال کیا ہے **اقول** واہ سچ ہوئے تو یہ ہوئے اگر جھوٹ ہوتے تو خدا جانے کیا غضب
ڈہاتے خدا آپکو ایسا سچ بولنا مبارک کرے ع سچ ہو جاوے شکوہ مرا گر برے کرتے ہ کیا ہوا کچھ تو بیان کیجیے
کیونکر کس دن آپکو حنفیہ کی حدیث کی کتابون کے بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا یا نہین یا یون ہی بول اوٹھے
کہ حنفیہ کے مذہب کی بنا ہی ضعیف حدیثون پر ہے ہان ہدایہ مین احادیث ضعیفہ بھی ہین مگر بہت سی احادیث
صحیحہ بھی اوسمین موجود ہین جسکو شوق ہو تخریج احادیث ہدایہ زیلعی اور ابن حجر کو اور شرح ہدایہ عینی کو دیکھ لے
مگر ذرا آنکھ کھول کے نہ اندھا بنکے امام محمد کی موطا اور کتاب الآثار اور کتاب الحجج کو اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج
کو اور شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار طحاوی کو اور مسانید ابو حنیفہ کو تو دیکھو کہ کسقدر اوسمین حدیثین صحیح
اور حسن موجود ہین باقی رہا ان کتابون مین ضعیف حدیثون کا ہونا کسطرح مضر نہین کیا صحاح ستہ مین
ضعیف حدیثین نہین ہین بہت حدیثین سنن ابوداود اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اور جامع ترمذی
مین ضعیف موجود ہین آنکھین کہہ لگی ہو تو دیکھو بلکہ سنن ابن ماجہ مین تو بعض حدیثین موضوع بھی ہین مسند امام احمد کو
دیکھیے بہت ضعیف حدیثین اوسمین ملین گی بلکہ بقول زین الدین عراقی اور ابن جوزی کے اوسمین اکثر تو
حدیثین موضوع بھی ہین سنن وغیرہ تصانیف دارقطنی اور تصانیف بیہقی اور ابن جریر طبری اور ابو نعیم
اصفہانی اور ابو الشیخ اصفہانی اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور تصانیف حاکم
مستدرک وغیرہ اور تصانیف ابن جوزی اور امام مالک اور ابو یعلی اور بزار اور حکیم ترمذی اور عبد بن حمید
اور ثعلبی اور عقیلی اور سوا انکے اور محدثین کی کتابون کو ذرا آنکھ کھول کے دیکھیے کہ صدہا حدیثین ان کتب مین
ضعیف اور شاذ اور منکر اور معلل [illegible] موجود ہین چنانچہ تفصیل ان امور کی کتب موضوعات و
ضعاف جیسے تذکرہ ملا علی قاری اور تذکرہ محمد طاہر پٹنی اور تنزیہ الشریعۃ عن الاخبار الموضوعۃ تصنیف
ابن عراق اور مقاصد حسنہ فی الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ تالیف سخاوی اور درر منتشرہ تالیف سیوطی کے
اور لآلی مصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ اور دیگر تالیف سیوطی وغیرہ کے مطالعہ سے خوب منکشف ہوتی ہے اور
کسیقدر تحقیق اس امر کی رسالہ الاجوبۃ الفاضلۃ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ مین موجود ہے جسکا جی چاہے
(تصنیف مولوی عبد الحی لکھنوی ۱۲)
دیکھ لے اسکے پڑھ کے اور سنیے ابن جوزی نے صحیح مسلم کی بھی بعض حدیثون کو موضوع لکھ دیا
بلکہ صحیح بخاری کی حدیثون پر بھی دارقطنی نے نشانہ لگا دیا ہے پھر کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ محدثین

مذہب کی بنا ضعیف اور موضوع حدیثون پر ہے کہ اونکے کتب اس قسم کے احادیث سے بہرے ہوئی ہین
ہرگز نہین آپ کلمہ وہی کہیگا جو قابل آپکے ہوگا کہ یا کل خانہ مین بیٹھ جاوے یا بازار شفا مین اوسکی
تفسیر لیجاوے یا کسی طبیب سے نسخہ اوسکے تنقیہ دماغ کا لکہا یا جاوے البتہ حنفیہ کی کتب فقہ وحدیث
مین ضعیف حدیثون کا ہونا اس امر کا باعث نہین کہ اونکے مذہب کی بنا بہی ضعیف حدیثون پر سمجہی جاوے
اور وفات محدثین سے نام اونکا خارج کر دیا جاوے سابقاً عبارات شعرانی وغیرہ جو ہمنے نقل کی ہین اوس سے
بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعوے کرنے والا کہ دلائل حنفیہ کے سب یا اکثر ضعیف ہین یا اونکے مذہب کی بنا
ضعیف حدیثون پر ہے کذاب اور مفتری ہے گرونہ ناکہ محزون ہزار کی صورت ہے بغیر علم نہین اعتبار کی
صورت ہے قولہ مگر اس مسند خوارزمی کو امام اعظم کی جمع کی ہوئی کہنا محض غلط ہے و کذب ہے اسلیے کہ اس مسند کو
محمود بن محمد خوارزمی نے امام اعظم کے وفات پانے سے بعد پانچ سو چہبیس برس کے تالیف کیا ہے اور اوسکو
امام اعظم کے نام پر لگا دیا ہے اور سلسلہ اسکی اسناد کا خوارزمی سے لیکر امام اعظم تک بالکل ندارد ہے اقول
آپ کی مثل ایسی ہے جیسے کوئی شخص کوٹھری مین آنکہہ بند کرکے سحر کے وقت سے تا طلوع آفتاب یا مدت تک
مین کہا یا پیا کرے اور کہے کہ ابہی تک صبح صادق طلوع نہین ہوئی یا دن کو تہ خانے مین چلا جاوے اور
افطار کر ڈالے یہ کہکے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور رات آگئی آپ کو کبہی مسانید امام اعظم کا دیکہنا تو نصیب نہی
مگر آنکہہ بند کرکے ندارد کہدیا آپ کو کچہ معلوم ہے کہ امام اعظم کی کسقدر مسندین مشہور و معروف ہین
اور عقود الجواہر المنیفہ وغیرہ دیکہیے کہ کسقدر اوسمین مسانید مذکور ہین بعض تو اونمین سے امام
اور بعض اور محدثین و فقہا نے جمع کی ہین دیکہیے ابو المؤید خوارزمی اپنی شروع مسند مین کیا لکہتا ہے
سمعت فی الشام عن بعض الجاہلین بمقداره انہ ینقصہ ویستصغره ویستعظم غیره ویستحقره
الاحادیث ویستدل باشتہار المسند الذی جمعہ ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم الشافعی
احمد وزعم انہ لیس لابی حنیفۃ مسند وکان لا یروی الا عدة احادیث فلحقتنی حمیۃ دینیۃ ربانیۃ وعصبیۃ حنفیۃ
نعمانیۃ فاردت ان اجمع بین خمسۃ عشر من مسانیده التی جمعہا فحول علماء الحدیث یعنے مسانید مین نے بعض
بلاد شام مین بعض لوگون سے کہ امام ابو حنیفہ کے مرتبہ سے جو انسے جاہل تہے کہ تحقیر کرتے تہے ابو حنیفہ کی اور اونکو
حدیث مین بیدخل سمجہتے تہے اور کہتے تہے کہ ابو حنیفہ کی کوئی مسند نہین ہے اور اور ائمہ کی حدیث مین کتابین
موجود ہین جیسے مسند امام شافعی جسکو ابو العباس اصم نے جمع کیا ہے اور موطا امام مالک اور مسند امام احمد
پس ہوا مجکو اس کلام کے سننے سے دینی جوش اور قصد کیا مین نے کہ جمع کرون مین درمیان پندرہ مسند امام اعظم کے
جنکو اکابر محدثین نے جمع کیا ہے مسند کہ جمع کیا امام الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی

المعروف بعبد اللہ الاستاذ پہلے وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابو محمد عبد اللہ مشہور بہ استاذ بن محمد بن یعقوب
بن حارث حارثی بخاری نے مسند له جمعه الامام الحافظ ابو القاسم طلحه بن محمد بن جعفر الشاہد العدل دوسری مسند
وہ جسکو جمع کیا ہے ابو القاسم طلحه بن محمد بن جعفر عدل نے مسند له جمعه الامام الحافظ ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسی
بن عیسی بن محمد تیسری وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابو الحسین محمد بن مظفر بن موسی بن عیسی بن
محمد نے مسند له جمعه الامام الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصفہانی چوتھی وہ مسند جسکو جمع کیا ہے
حافظ حدیث ابو نعیم اصفہانی احمد بن عبد اللہ بن احمد نے مسند له جمعه الشیخ الثقة العدل ابو بکر محمد بن عبد الباقی
بن محمد الانصاری پانچوین وہ مسند جسکو جمع کیا ہے شیخ ثقه ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد الانصاری نے
مسند له جمعه الامام الحافظ صاحب الجرح والتعدیل ابو محمد احمد بن عبد اللہ بن عدی الجرجانی چھٹی وہ مسند
جسکو جمع کیا ہے امام حافظ صاحب جرح وتعدیل احمد بن عبد اللہ بن عدی جرجانی نے مسند له جمعه رواه الامام
الحسن بن زیاد اللؤلؤی ساتوین وہ مسند جسکو روایت کیا ہے حسن بن زیاد تلمیذ ابو حنیفہ رح نے مسند له
جمعه الحافظ عمر بن الحسن الاشنانی آٹھوین وہ مسند جسکو جمع کیا ہے حافظ عمر بن حسن الاشنانی نے مسند له
جمعه الامام الحافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی نوین وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام حافظ ابو بکر احمد بن
محمد بن خالد کلاعی نے مسند له جمعه الحافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی دسوین وہ مسند جسکو
جمع کیا ہے حافظ ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے مسند له جمعه الامام ابو یوسف القاضی یعقوب
بن ابراہیم گیارہوین وہ مسند جسکو جمع کیا ہے قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم تلمیذ ابو حنیفہ رح نے
اور روایت کیا ہے اوسکو بسند متصل ابو حنیفہ سے مسند جمعه الامام محمد بن الحسن الشیبانی ورواه عنه
ویسمے نسخة محمد بارہوین وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام محمد بن حسن شیبانی تلمیذ امام ابو حنیفہ نے اور
روایت کیا ہے اسکو ابو حنیفہ سے اور وہ مشہور بہ نسخه محمد ہے مسند له جمعه ابنه الامام حماد بن ابی حنیفة
ورواه عن ابیه تیرہوین وہ مسند جسکو جمع کیا ہے امام ابو حنیفہ کے فرزند حماد نے اور اپنے باپ سے
روایت کی ہے مسند له جمعه ایضا الامام محمد بن الحسن الشیبانی معظمه عن التابعین ورواه عنه ویسمے الآثار
چودھوین وہ مسند کہ جسکو جمع کیا ہے امام محمد نے اور روایت کیا ہے ابو حنیفہ سے اور سوا اسکے اور
اور تابعین سے اور وہ مشہور بہ کتاب الآثار ہے مسند له جمعه الحافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی
العوام السعدی پندرھوین وہ مسند جسکو جمع کیا ہے حافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام سعدی
نے بعد اسکے خوارزمی نے اپنے مسانید ان مسانید کے مصنفون تک بیان کیے ہین عبارت اونکی یہ ہے
اما المسند الاول وہو مسند الاستاذ ابی محمد عبد اللہ الحارثی البخاری فقد اخبرنی به الائمة الاربعة بقرائتی علیہم

تیئے مسند اول مسند استاذ عبد اللہ حارثی بخاری کی جیسا خبر دی ہمکو ساتھ اوسکے جماعت علماء نے ساتھ سند اور وہ سیتہ

ہیں نے اور خبر دی ہی الامام اقضی القضاۃ الامام خطیب خطباء الشام جمال الدین ابو الفضائل عبد الکریم بن عبد الصمد

بن محمد بن ابی الفضل الانصاری الحرستانی ایک امام و قاضی و خطیب خطباء شام جمال الدین ابو الفضائل

عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل انصاری حرستانی والشیخ الثقۃ صفی الدین اسمعیل بن ابراہیم

بن یحییٰ الدرجی القرشی المقدسی بقرائتی علیہما بجامع دمشق دوسرے شیخ ثقہ صفی الدین اسمعیل بن ابراہیم

بن یحییٰ درجی قرشی مقدسی اور واقف دونوں کے سامنے میں نے مسند استاذ پڑھی جامع مسجد دمشق میں

والشیخ الامام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ سبط الامام الحافظ ابی الفرج الجوزی بقرائتی علیہ بسفح جبل الصالحیۃ

بظاہر دمشق تیسرے شیخ امام شمس الدین یوسف بن عبد اللہ مشہور بہ سبط ابن جوزی اور اون پر میں

نے پڑھی بمقام صالحیہ دمشق میں والشیخ الامام محمد بن عمر الفرغانی بجامع دمشق چوتھے شیخ امام محمد

بن عمر فرغانی قالوا جمیعا کہا ان چاروں شیوخ نے اخبرنا القاضی الامام شیخ الاسلام جمال الدین ابو القاسم

عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل الانصاری الحرستانی کہ خبر دی ہمکو ساتھ اس سند کے جمال الدین ابو القاسم

عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل انصاری حرستانی نے قال اخبرنا الامامان ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء

الصیرفی و ابو الخیر محمد بن احمد الباغبان کہا حرستانی نے کہ خبر دی ہمکو ساتھ اس سند کے ابو الفرج سعید

بن ابو رجاء صیرفی نے اور ابو الخیر محمد بن احمد مشہور بہ باغبان نے بطور اجازت کے قال الباغبان اخبرنا

ابو عمرو عبد الوہاب بن محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندۃ الاصبہانی کہا باغبان نے کہ خبر دی ہمکو ابو عمرو

عبد الوہاب بن محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندہ اصبہانی نے و قال الصیرفی اخبرنا ابو بکر بن احمد بن الفضل الباطرقانی

اور کہا صیرفی نے کہ خبر دی ہمکو ابو بکر بن احمد بن فضل باطرقانی نے قالا کہا دونوں نے یعنے ابو بکر اور ابو عمرو نے

اخبرنا الشیخ الامام ابو عبد اللہ محمد بن اسحٰق بن یحییٰ بن مندۃ الاصبہانی کہ خبر دی ہمکو محمد بن اسحٰق بن یحییٰ

بن مندہ اصبہانی نے قال اخبرنا کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو الحافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی

البخاری صاحب المسند حافظ عبد اللہ بن محمد بن یعقوب مشہور بہ استاذ حارثی مولف مسند ابو حنیفہ نے اما المسند

الثانی وہو جمع طلحۃ اور لیکن دوسری مسند یعنے تصنیف طلحہ کے فقد اخبرنا بہ پس خبر دی ہمکو اسکی الشیخ المسند

الکبیر العالم المتبحر النحریر العلامۃ استاذ دار الخلافۃ المعظمۃ والامامۃ المکرمۃ محی الدین ابو محمد یوسف بن شیخ الاسلام

ابی الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی بقرائتی علیہ بدار الخلافۃ مسند کبیر استاذ علماء بغداد یوسف بن

عبد الرحمٰن بن الجوزی نے اور میں نے مسند اونپر پڑھی بغداد میں حرم میں والقاضی الامام فخر الدین نصر اللہ بن علی

بن عبد الرشید اور قاضی فخر الدین نصر اللہ بن علی بن عبد الرشید نے قال اخبرنا الامام المستضیء بامر اللہ

ابی محمد الحسن امیر المومنین بن الامام ابی المظفر یوسف بن المستنجد باللہ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو مستضیٔ باللہ
بن مستنجد باللہ نے قال اخبرنی عبد المغیث بن زہیر بن زہیر الحربی اجازۃ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو عبد المغیث بن
زہیر حربی نے قال اخبرنا ابو البرکات عبد الوہاب بن المبارک بن احمد الانماطی کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک
بن احمد انماطی نے قال اخبرنا ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ نے قال اخبرنا ابو عبد اللہ احمد بن محمد
بن یوسف بن دوست العلاف کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن یوسف بن دوست علاف نے قال اخبرنا الحافظ ابو القاسم طلحۃ بن محمد بن جعفر العدل
صاحب المسند کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر مولف مسند نے واما المسند الثالث و ہو جمع
المظفر فقد اخبرنی بہ المشائخ الاربعۃ الصدر الکبیر ابن الجوزی المذکور بقرائتی علیہ بدار الخلافۃ والشیخ ابو المظفر
یوسف بن علی بن حسن والشیخ علی بن معالی والشیخ عبد اللطیف المعروف بالخیمی کلہم عن القاضی الامام شمس الدین
عبد اللہ بن محمد بن عبد الجلیل الساوی قال اخبرنا الشیخ ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک بن احمد الانماطی قال
اخبرنا الشیخ ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار بن احمد الصیرفی قال اخبرنا ابو محمد الحسن بن علی بن محمد الجوہری قال
اخبرنا الحافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسی بن عیسی بن محمد صاحب المسند یعنے تیسری مسند کی خبر دی ہمکو صدر کبیر
بن الجوزی مذکور اور یوسف بن علی بن حسن اور علی بن معالی اور عبد اللطیف خیمی نے اور ان سبہون نے روایت کی
عبد اللہ بن محمد بن عبد الجلیل ساوی سے بطور اجازت کے اونکو خبر دی ابو البرکات عبد الوہاب بن مبارک بن
احمد انماطی نے اونکو خبر دی ابو الحسن مبارک بن عبد الجبار بن احمد صیرفی نے اونکو خبر دی حسن بن علی بن محمد جوہری نے
کہا اونہون نے خبر دی ہمکو ابو الحسن محمد بن مظفر بن موسی بن عیسی بن محمد مولف مسند نے واما المسند الرابع
وہو الذی جمعہ الامام الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد الاصفہانی فقد اخبرنی بہ المشائخ الاربعۃ ابو عبد اللہ
محمد بن عثمان بن عمر قاضی القضاۃ شہاب الدین ابی علی الحسن بن قاضی القضاۃ عبد القاہر بالموصل وضیاء الدین
صقر بن یحیی بن صقر بحلب ونجیب الدین ابو اسحق ابراہیم بن خلیل بن عبد اللہ بدمشق قالوا جمیعا اخبرنا ابو الفرج
یحیی بن محمود بن سعد قال اخبرنا ابو علی الحسن بن احمد الحداد عن الحافظ ابی نعیم الاصفہانی صاحب المسند یعنی چوتھی
مسند کی کہ تالیفات ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصفہانی سے ہے خبر دی ہمکو اوسکی ابو عبد اللہ محمد بن عثمان بن
عمر بن عبد القاہر نے شہر موصل میں اور ضیاء الدین صقر بن یحیی بن صقر نے شہر حلب میں اور نجیب الدین ابراہیم
بن خلیل بن عبد اللہ نے دمشق میں کہا سبہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفرج یحیی بن محمود بن سعد نے اونکو خبر دی
حسن بن احمد حداد نے اونہون نے روایت کی ابو نعیم اصبہانی سے واما المسند الخامس وہو الذی جمعہ الشیخ
الثقۃ العدل ابو بکر محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ المعروف بقاضی بیمارستان فقد اخبرنی بہ ایضا المشائخ
الاربعۃ الشیخ الثقۃ تاج الدین احمد بن ابی الحسن بن احمد العربی بقرائتی علیہ بالحربیۃ من مدینۃ السلام سوادیہ

عن الاشياخ الثلاثة ابي علي عبد السلام بن ابي الخطاب وابي بكر عتاب بن الحسن بن سعيد وابي محمد عبد الله بن
احمد بن ابي الحديد بروايتهم جميعا عن القاضي ابي بكر محمد بن عبد الباقي صاحب المسند والشيخ ابو محمد ابراهيم بن محمود بن
سالم والعلامة استاذ دار الخلافة والامامة محي الدين ابو محمد يوسف بن عبد الرحمن بن علي بن الجوزي وابو عبد الله
محمد بن علي بن البقابر بروايتهم عن المشائخ الثلاثة ابي الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي وابي القاسم ذاكر بن كامل
وابي القاسم يحيى بن اسعد بروايتهم جميعا عن القاضي الامام ابي بكر محمد بن عبد الباقي بن محمد بن عبد الله الانصاري
صاحب المسند یعنے پانچوین مسند کہ تالیفات محمد بن عبد الباقی بن محمد بن عبد اللہ معروف بہ قاضی بیمارستان سے
پس خبر دی ہمکو اوسکی شیخ تاج الدین احمد بن ابی الحسن بن احمد العربی نے اور ہمنے اونپر یہ مسند پڑہی [illegible]
اونہون نے روایت کی ابو علی عبد السلام بن ابی الخطاب اور ابو بکر عتاب بن الحسن بن سعید اور ابو محمد عبد اللہ
بن احمد بن ابی الحدید سے اون سبہون نے روایت کی محمد بن عبد الباقی مؤلف مسند سے اور خبر دی ہمکو ابو محمد ابراہیم
بن محمود بن سالم اور محی الدین یوسف بن عبد الرحمن بن علی بن الجوزی اور ابو عبد اللہ محمد بن علی بن البقابی
اون سبہون نے روایت کی ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن الجوزی اور ابو القاسم یحیی بن اسعد اور ابو القاسم ذاکر
بن کامل سے اون سبہون نے روایت کی مصنف مسند سے (واما المسند السادس الذی جمعہ الامام الحافظ صاحب الجرح
والتعدیل ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی فقد اخبرنی بہ الشیخ ابو محمد الحسن بن احمد بن ہبة اللہ قال اخبرنا
ابو المحاسن محمد بن عبد الخالق الجوہری قال اخبرنی السید مظفر بن داعی العلوی قال اخبرنا ابو القاسم حمزة بن
یوسف السہمی قال اخبرنا الحافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی صاحب المسند یعنے چھٹی مسند کہ تالیفات ابن عدی
سے ہے جو زمرۂ محدثین مین شمار کیے جاتے ہین اور محدثین باب جرح و تعدیل اونکے قول سے استناد کرتے ہین
پس خبر دی ہمکو اوسکی ابو محمد حسن بن احمد بن ہبة اللہ نے اونکو خبر دی ابو المحاسن محمد بن عبد الخالق جوہری نے
اونکو خبر دی سید مظفر بن داعی نے اونکو خبر دی حمزة بن یوسف سہمی نے اونکو خبر دی ابن عدی نے (واما المسند
السابع الذی رواہ الحسن بن زیاد اللؤلؤی تلمیذ الامام ابی حنیفة فقد اخبرنی بہ المشائخ الاربعة الصاحب العلامة
استاذ دار الخلافة والامامة محی الدین ابو محمد یوسف بن عبد الرحمن بن علی الجوزی والشیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود
بن سالم والشیخ ابو نصر الاعز بن ابی الفضل وابو عبد اللہ محمد بن علی بن البقا قالوا جمیعا اخبرنا الحافظ ابو الفرج
عبد الرحمن بن علی الجوزی قال اخبرنا ابو القاسم اسمعیل بن احمد بن عمر بن احمد السمرقندی قال اخبرنا ابو القاسم
عبد اللہ بن الحسن بن محمد الخلال قال اخبرنا ابو الحسن عبد الرحمن بن عمر بن احمد قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن ابراہیم
بن حبیش البغوی قال حدثنا ابو عبد اللہ محمد بن شجاع البلخی قال حدثنا الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفة
یعنے ساتوین مسند کہ بروایت حسن بن زیاد شاگرد امام ابو حنیفہ ہے پس خبر دی ہمکو ساتہ اوسکے محی الدین بن یوسف

بن الجوزی اور ابراہیم بن محمود بن سالم اور ابو نصر بن ابی الفضل اور محمد بن علی بن تقانی ان سبھون نے
کہا کہ خبر دی ہمکو عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی نے اونکو خبر دی ابو القاسم اسمعیل بن احمد بن عمر بن احمد
سمرقندی نے اونکو خبر دی ابو القاسم عبداللہ بن حسن بن محمد خلال نے اونکو خبر دی ابو الحسن عبد الرحمن بن عمر
بن احمد نے اونکو خبر دی ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن غنیس بغوی نے اونکو خبر دی ابو عبداللہ محمد بن شجاع بلخی نے
اونکو خبر دی حسن بن زیاد نے اونہون نے روایت کی ابو حنیفہ سے واما المسند الثامن فقد اخبرنی بالاجناد التی
اودعها هذا الکتاب ونقلها المشائخ الثلاثة تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن الاسکاف لقراءتی علیه
ببغداد والشیخ ابو محمد ابراهیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبدالله محمد بن علی بن تقا قالوا اخبرنا ابو القاسم ذاکر بن
کامل بن محمد بن حسین بن محمد الخفاف وابو القاسم یحیی بن سعید والقاضی عبد الرحمن العمری قالوا اخبرنا الحافظ
ابو عبدالله الحسین بن محمد بن خسرو البلخی قال اخبرنا ابو الفضل احمد بن الحسین بن خیرون قال اخبرنا خالی
ابو علی قال اخبرنا القاضی ابو الحسن الاشنانی یعنے آٹھوین مسند پس خبر دی ہمکو اوسکی تقی الدین یوسف
بن احمد بن ابی الحسن اسکاف اور ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم اور ابو عبداللہ محمد بن علی بن تقانی اون
سبھون نے کہا کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد خفاف اور ابو القاسم یحیے
بن سعید اور قاضی عبد الرحمن عمری نے کہا ان سبھون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو
بلخی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفضل احمد بن حسین بن خیرون نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو
میرے ماموں ابو علی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن اشنانی مؤلف مسند نے واما المسند التاسع
الذی جمعه ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی فقد اخبرنا به المشائخ الاربعة عبد اللطیف بن عبد المنعم بن
علی بن نصر الحرانی والشیخ شرف الدین ابو عبدالله محمد بن محمد بن عبد الوهاب بن علی لقراءتی علیهما بمدینة السلام
فی مجلسین متفرقتین والشیخان ابو منصور عبد القادر بن ابی نصر القزوینی ویوسف بن احمد بن ابی الحسن
قالوا جمیعا اخبرنا عبد الوهاب بن علی بن سکینة قال اخبرنا ابو القاسم اسمعیل بن احمد بن عمر السمرقندی
قال اخبرنا ابو القاسم علی بن احمد بن محمد قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن عبد الرحمن بن جعفر بن حسام قال
حدثنا ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی صاحب المسند یعنے نوین مسند جو تالیفات کلاعی سے ہے
پس خبر دی ہمکو اوسکی عبد اللطیف بن عبد المنعم حرانی اور شرف الدین محمد بن محمد بن عبد الوہاب نے اور ابو منصور عبد القادر
اور یوسف بن محمد احمد نے اون سب کو خبر دی عبد الوہاب بن علی نے اونکو خبر دی اسمعیل سمرقندی نے اونکو خبر دی
ابو القاسم علی نے اونکو خبر دی ابو الحسن محمد بن عبد الرحمن بن جعفر بن حسام نے اونکو خبر دی ابو بکر احمد بن محمد
بن خالد بن خلی کلاعی مؤلف مسند مذکور نے واما المسند العاشر الذی جمعه ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن

عشر وخفقد اخبرنی بہ المشائخ الثلاثۃ الصدر الکبیر المعظم ابن الجوزی المذکور بقرأتی علیہ جمیعہ والشیخ ابو محمد
بن ابراہیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بن البقا اذنا قالوا اخبرنا المشائخ الثلاثۃ ابو القاسم ذاکر
بن کامل بن محمد بن الحسین بن محمد الخفاف وابو القاسم یحیی بن اسعد بن نوش الخبازیہ وابو الفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی اذنا قالوا اخبرنا
ابو عبداللہ الحسین بن محمد بن خسرو البلخی صاحب المسند یعنی سند دسوین کہ تصانیف ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی سے ہی خبر دی
ہمکو اوسکی ابن جوزی اور ابو محمد بن ابراہیم بن محمود بن سالم اور شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بن البقانی کہا
اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن حسین بن محمد خفاف اور ابو القاسم یحیی بن
اسعد بن نوش اور ابو الفرج بن الجوزی نے کہا اون سبہون نے کہ خبر دی ہمکو اوس سند کی ابن خسرو
بلخی نے واما المسند الحادی عشر الذی یرویہ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی عن ابی حنیفۃ ویسمی نسخۃ
ابی یوسف فقد اخبرنی بہ المشائخ الثلاثۃ الصدر الکبیر العلامۃ استاذ دار الخلافۃ ابو محمد یوسف بن ابی الفرج
عبداللہ بن علی بن الجوزی والشیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بن البقا قالوا
اخبرنا المشائخ الثلاثۃ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی وابو القاسم ذاکر بن کامل وابو القاسم یحیی
بن اسعد بن نوش قالوا اخبرنا القاضی ابو بکر محمد بن عبدالباقی بن محمد بن عبداللہ الانصاری قال اخبرنا
ابو محمد الحسن الجوہری قال اخبرنا ابو بکر محمد الابہری قال اخبرنا ابو عروبۃ الحسین بن محمد بن مودود الحرانی قال
حدثنا جدی عمرو بن ابی عمر قال حدثنا ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی اور گیارہوین مسند کہ تصنیف
قاضی ابو یوسف سے ہے اور مشہور بہ نسخہ ابو یوسف ہے پس خبر دی ہمکو اوسکی یوسف بن عبدالرحمن بن
علی بن الجوزی نے اور شیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم اور شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بن البقانی کہا اون
سبہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی اور ابو القاسم ذاکر بن کامل اور ابو القاسم
یحیی بن اسعد بن نوش نے کہا اون سبہون نے کہ خبر دی ہمکو قاضی ابو بکر محمد بن عبدالباقی بن محمد بن
عبداللہ انصاری نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو محمد حسن جوہری نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو بکر محمد
کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو عروبہ حسین بن محمد بن مودود حرانی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو عمرو بن
ابی عمر نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو امام ابو یوسف نے واما المسند الثانی عشر الذی جمعہ محمد بن الحسن
عن ابی حنیفۃ ویسمی نسخۃ محمد عن ابی حنیفۃ فاخبرنا بہ ہولاء الثلاثۃ باسنادہم الی ابی محمد الجوہری عن ابی بکر
الابہری عن ابی عروبۃ الحرانی عن جدہ عن محمد بن الحسن اور بارہوین مسند جو مشہور بہ نسخہ امام محمد ہے پس
خبر دی ہمکو اوسکی اونہین تینون مشائخ نے اوسی سند سے تا بہ ابو محمد جوہری اونکو خبر پہونچی ابو بکر ابہری سے
اونکو ابو عروبہ حرانی سے اونکو اونکے جد سے اونکو امام محمد سے واما المسند الثالث عشر الذی یرویہ حماد بن ابی حنیفۃ

عن ابيه ابی حنیفة فقد اخبرنی بہ تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن الاسکاف بمدینة السلام بغداد وموفق

الدین ابو عبداللہ محمد بن ہارون بن محمد الثعلبی وجمال الدین ابو الفتح نصر اللہ بن محمد بن الیاس الانصاری واخوہ

نجم الدین ابو غالب المظفر بن محمد بن الیاس وغیرہم کلہم عن ابی طاہر برکات بن ابراہیم بن طاہر بن برکات

الخشوعی قال اخبرنا ابو الحسن علی بن مسلم بن محمد السلمی قال اخبرنا ابو نصر احمد بن محمد بن سعید الصوفی قال اخبرنا

ابو الحسن علی بن ابی ربیعة قال اخبرنا ابو عبداللہ محمد بن حفص الطالقانی قال حدثنا صالح بن محمد الترمذی قال

حدثنا حماد بن ابی حنیفة یعنے تیسرے مسند پس خبر دی ہمکو اوسکی تقی الدین یوسف بن احمد بن ابی الحسن

اسکاف نے مدینة السلام بغداد میں اور موفق الدین ابو عبداللہ محمد بن ہارون بن محمد ثعلبی اور جمال الدین

ابو الفتح نصر اللہ بن محمد بن الیاس انصاری اور اونکے بھائی نجم الدین ابو غالب مظفر بن محمد بن الیاس

وغیرہ نے اون سب نے روایت کی ابو طاہر برکات بن ابراہیم بن طاہر بن برکات خشوعی نے کہا اونہوں نے

کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن علی بن مسلم بن محمد سلمی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ابو نصر احمد بن محمد بن سعید صوفی

نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو الحسن علی بن ابی ربیعہ نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو ابو عبداللہ محمد

بن حفص طالقانی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو صالح بن محمد ترمذی نے کہا اونہوں نے کہ خبر دی ہمکو

حماد بن ابو حنیفہ نے امام ابو حنیفہ سے واما المسند الرابع عشر الذی جمعہ محمد بن الحسن الشیبانی ورواہ عن

ابی حنیفة فقد اخبرنی بہ المشائخ الاربعة الصدر الکبیر استاذ دار الخلافة محی الدین ابو محمد یوسف بن

عبدالرحمن بن علی الجوزی بقراءتی علیہ بدار الخلافة من مدینة السلام و ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم وابو عبداللہ محمد

بن علی بن البقاء ابو المظفر یوسف بن علی بن حسن بروایتہم عن المشائخ الاربعة ایضا ابی الفرج عبدالمنعم بن

عبدالوہاب بن کلیب وابی القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن الحسین وابی القاسم یحیی بن اسعد بن بوش وا

ابی السعادات نصر اللہ بن عبدالرحمن القزاز بروایتہم جمیعا عن ابی سعد احمد بن عبدالجبار الصیرفی قال

اخبرنا القاضی ابو القاسم علی بن المحسن التنوخی قال انا ابو اسحق ابراہیم بن احمد الطبری قال اخبرنا محمد بن

احمد الرازی قال اخبرنا ابو عامر عمر بن تمیم بن سیار قال اخبرنا ابو سلیمان موسے بن سلیمان الجوزجانی قال

اخبرنا محمد بن الحسن الشیبانی اور چودہویں مسند جسکو امام محمد نے جمع کیا اور امام اعظم سے روایت کیا پس

خبر دی ہمکو ساتھ اوسکے چار شیوخ نے ایک محی الدین ابو محمد یوسف بن عبدالرحمن بن علی بن الجوزی اور

یہ مسند اونسے میں نے پڑھی بغداد میں دوسرے ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم تیسرے ابو عبداللہ محمد بن

علی بن البقاء چوتھے ابو مظفر یوسف بن علی بن حسن اور ان چاروں نے روایت کی چار شیوخ سے ابو الفرج

عبدالمنعم بن عبدالوہاب کلیب اور ابو القاسم ذاکر بن کامل بن محمد بن الحسین اور ابو القاسم یحیے بن سعد

بن احمد بن محمد السلفی الاصفہانی اجازۃ قال اخبرنا احمد بن ابی العباس الرازی قال اخبرنا القاضی ابو عبد اللہ

محمد بن سلامۃ القضاعی قال اخبرنا ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام قال اخبرنا ابو القاسم

عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام صاحب المسند اور بندرھوین مسند جو تصانیف سے ہی حافظ ابو القاسم عبد اللہ
بن محمد بن العوام السعدی کے ہیں خبر دی ہمکو روسکی بسند عالی پانچ شیوخ نے ایک نجم الدین ابو الجناب احمد
بن عمر بن محمد بن عبد اللہ خوارزمی نے مقام جرجانیہ خوارزم مین دوسری نجم الدین ابن عبد اللہ بن محمد
بن ابی بکر احمد بن خلف بلخی نے تیسری رشید الدین ابو الفضل اسمعیل بن احمد بن الحسن العراقی ان دونون نے
مقام دمشق مین چوتھی ضیاء الدین صفر بن یحیے بن صفر نے مقام حلب مین پانچوین ابو نصر اعز بن ابی الفضائل
بن ابی نصر نے مقام بغداد مین ان سبھون نے روایت کی شیخ الاسلام ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد بن محمد
سلفی اصفہانی سے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو احمد بن ابو العباس رازی نے کہا اونہون نے
کہ خبر دی ہمکو قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ قضاعی نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو العباس احمد بن محمد
بن عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام نے کہا اونہون نے کہ خبر دی ہمکو ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام مولف
مسند نے ان عبارات سے سند مسلسل خوارزمی سے تا بہ پندرہ مسانید کے مصنفین تک تو معلوم ہوئی اور
اوس طرف کی کیفیت یہ ہی کہ اونمین بعض تو تلامذہ امام کی تصنیف ہین جیسے مسند محمد و مسند حماد و مسند ابو یوسف
و مسند حسن بن زیاد و کتاب الآثار وغیرہ اور اونکا روایت کرنا امام سے ظاہر ہے اور بعض اونمین سے
انکے بعد محدثون کی تصنیف ہی بسند روایات اونمین موجود ہین پس یہ کہنا کہ اسناد خوارزمی سے
تا بہ امام اعظم بالکل نادارد ہے محض لغو و مہمل ہے علاوہ ازین ان مسانید امام کو بے سند کہنا ایسا ہے
جیسے کوئی کہے کہ مشکوۃ مین جتنی حدیثین ہین اون سب کی سند نادارد ہے اور جو حدیثین جامع الاصول
مین اور جامع صغیر اور جامع کبیر اور جمع الجوامع اور حصن حصین اور کنوز الحقایق فی احادیث خیر الخلایق
و تجرید صریح لاحادیث الجامع الصحیح وغیرہ اون کتابون مین ہین جنمین صرف حدیث بے سند کے بیان
کی ہے سب غیر معتبر ہین بسبب اسکے کہ سند سبکی نادارد ہے اصل یہ ہے کہ مصنفین مسانید امام اعظم
بعضون نے تو اپنے سے لیکے تا بہ امام اور اوسکے تا بہ صحابہ و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سند مسلسل
بیان کر دی ہی اور بعضون نے بخوف تطویل صرف امام سے آنحضرت اور صحابہ تک سند بیان کر دی اور
اوس طرف کی سند جو نکا ذکر کتب حدیث مین مذکور ہے چھوڑ دی چونکہ آپ کو اور آپ کے ہمراہیان غیر مقلدین
علمائے کو بجز مسند خوارزمی کے کسی اور مسند کی کیفیت کا اتفاق نہین ہوا اسوجہ سے حکم دیا کہ مسانید
امام کی بیاسناد ہین لیکن آپ کی ہماری دولت میں حنفیہ نے مسند خوارزمی کو اپنے دل کی تسکین کیلئے امام اعظم کے نام سے

اسلیے نسبت کردیا ہے کہ امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کی طرح یہ بھی حدیث کے جمع کرنے والے لوگون مین شمار کیے جاوین نقل مشہور ہے پیران نمی پرند مریدان مے پرانند اقول سے خوشا عقیدے کہ اگر لیگ دنیا ہوگا یہ تو دنیا ہے تو عقبے مین تبا کیا ہوگا + دیکھ بچہتائیگا تو کیون مجھے شرماتا ہے + آفت آئیگی زمانہ تو کیا آ آپ کی فہم ناقص مین جو مضمون آیا وہ محض غلط آیا مسند خوارزمی کو باین معنی کون حنفی مسند ابو حنیفہ کہتا ہے کہ اسکی حدیثین جمع کی ہوئی امام کی ہین یہ تو سب جانتے ہین کہ یہ مسند ابو حنیفہ کی تصنیف ہی نہین ہے اسکو مسند ابو حنیفہ باین معنی کہتے ہین کہ اسمین ابو حنیفہ کی روایات مذکور ہین پھر یہ امر حرف حنفیہ ہی نہین کہتے ہین تا یہ کہ نسبت تصنیف کے انکی طرف کیجاوے ذرا آنکھ کھول کے دیکھیے کہ محدثین بھی اپنی تصانیف مین کہ ان مسانید کو مسانید ابو حنیفہ کہہ رہے ہین اور اونکے مصنفین تک اپنی اپنی سندین پہونچا رہے ہین اور ہم نہین سمجھتے کہ مسانید ابو حنیفہ پر کیون اسقدر زور وشور ہے مسند امام احمد کب اونکی ترتیب سے ہے اور ایسیہی مسند امام شافعی کب اونکی تالیف ہے پھر اگر مسند ابو حنیفہ بہی اونکی تصنیف نہوئی بلکہ کسی شاگرد یا کسی مقلد کی جمع کی ہوئی ہوئی تو کیا حرج ہوا آپ نے کیا بستان المحدثین کی عبارت کو نہین دیکھا ہان ضرور دیکھا ہے اور اوسمین سے اپنے موافق کسیقدر صفحہ ۸۸ مین نقل کردیا اور بنظر فریب و دغابازی بقیہ کو درگذشت کیا ہے دیکھو وہ عبارت یہ ہے بابد دانست کہ از تصانیف ائمہ اربعہ امروز در دست مردم غیر از موطا موجود نیست و مسانید ائمہ دیگر کہ در عالم مشہور اند خود ایشان بتصنیف آن نپرداختہ اند بلکہ دیگران بعد ایشان آمدہ مرویات ایشان را جمع نمودہ مسند فلانی نام کردہ انتہی اور بہی بعد چند سطور کے اوسمین ہے مسند حضرت امام شافعی عبارت است از احادیث مرفوعہ کہ امام شافعی آنرا بحضور شاگردان خود بسند بیان مے فرمودند و روایت مے نمودند و آنچہ ازین احادیث در مسموعات ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم از ربیع بن سلیمان در ضمن کتاب الام و مبسوط واقع شدہ بود آنرا یکجا جمع کردہ مسند شافعی نام کردہ اند و ربیع بن سلیمان بمرادی شاگرد رشید شافعی است و جامع و ملتقط آن احادیث شخصے از نیشاپور است کہ او را ابو جعفر محمد بن مطر مے گویند و از ابو العباس اصم و مبسوط آن احادیث را جدا نوشتہ و چون اینہمہ بفرمودہ ابو العباس اصم بود او را مولف مسند شافعی مے انگارند و بعضے گویند کہ خود ابو العباس انتخاب کردہ و مسند امام احمد ہر چند کہ تسوید آن بکلام امام است لیکن در وی زیادت بسیار از پسر وے عبد اللہ است و بعضے از زیادات ابو بکر قطیعی کہ راوی آن از پسر ایشان است نیز است و امام احمد این کتاب را بطریق بیاض جمع کردہ بود ترتیب و تہذیب آن نامہ موفق نشدہ بحال مسودہ ماند بعد از وی بعد ترتیب داختہ لیکن از بعض جاہا اختلاط بسیار کردہ اند و بسیار از درشتاں درج کردہ اند و بالعکس انتہی کلامہ

قولہ آپ نے امام اعظم کی متعلق حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے چالیس برس تک ایک
وضو سے نماز عشاء اور صبح کی پڑھی اور ہر شب میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے جواب اسکا دو طرح پر دیتے ہیں
اول یہ کہ یہ بات بالکل غلط اور واہیات ہے اور جب مذمت امام کے ہو گیا انکو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ یہ مذمت ہے
کیونکہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھی اور نہ کبھی تمام
شب جاگے بلکہ تیسرا حصہ شب کا جاگتے تھے اور دو حصے سویا کرتے تھے اور اسپر زیادتی کرنے والوں کو فرماتے تھے
کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ایسا ہی ختم کرنا قرآن کا بھی سات
دن سے ورے درست نہیں رکھتے تھے اقول اس مقام پر کلام ہے چند طور پر اول یہ کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے
کہ کثرت عبادت کو امام سے صرف مقلدین اونکے نہیں نقل کرتے ہیں کہ اونپر شبہہ جانبداری و طرفداری کا ہو
اور حکم غلط اور واہی کا اوسپر درست ہو سکے بلکہ بڑے بڑے محدثین و مورخین معتبرین بھی اسکو ذکر کر گئے
جیسے نووی اور ذہبی اور ابن حجر اور سیوطی اور یافعی اور ابو نعیم اصفہانی اور خطیب بغدادی اور ابن خلکان
اور شعرانی وغیرہم چنانچہ بعض عبارات انکی سابقاً منقول ہو چکے اور تمتہ سی عبارتیں اقامۃ الحجۃ علی ان
الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ میں مسطور ہیں جسکو شوق ہو دیکھ لے اور اگر اوسپر کفایت ہو تو اور سنیے
ابن حجر خیرات حسان میں لکھتے ہیں قال الذہبی کہا ذہبی نے جو بڑے محدث و مورخ ہیں قد تواتر قیامہ
باللیل وتہجدہ وتعبدہ ای احیاءہ بقراءۃ القرآن فی رکعۃ ثلاثین سنۃ یعنے ثابت ہوئی بطریق تواتر امام اعظم کی
شب بیداری اور تہجد گذاری بلکہ پڑھنا اونکا تمام قرآن کو ایک رکعت میں تیس برس تک وحفظ عنہ صلوۃ الفجر
بوضوء العشاء اربعین سنۃ اور ثابت ہوا ہے اونسے صبح کی نماز ادا کرنا عشاء کی وضو سے چالیس سال تک
وحفظ عنہ انہ ختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ آلاف مرۃ اور ثابت ہوا اونسے ختم کرنا قرآن کا سات
ہزار مرتبہ اوس مقام میں جہاں اونکا انتقال ہوا ذکر رجل فیہ عند ابن المبارک فقال وکیف تقع فی رجل
صلی خمسا واربعین سنۃ خمس صلوات بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعۃ اور غیبت کی کسی شخص نے
ابو حنیفہ کی عبد اللہ بن مبارک کے سامنے پس خفا ہوئے وہ اور فرمایا کہ تو ایسے شخص کی شکایت کرتا ہے جسنے پینتالیس
برس تک پانچ وقت نماز ایک وضو سے ادا کیں اور ایک رکعت میں قرآن ختم کیا اے برادران دین و
حضرات غیر مقلدین ذرا آنکھ کھولو اور تعصب وغفلت اپنے منہ پر سے ہٹا دو یہ کیا غضب ہے کہ جس
فضیلت امام اعظم کو تمام محدثین ثابت کر رہے ہوں اور اوسپر حکم تواتر کا دیتے ہوں اوسکو آپ غلط اور
واہی ٹھہراتے ہیں اور سوائے مثل مشہور لا لحب علی بل لبغض معاویۃ حقیقت سے حسد و عناد پیدا کر کے محدثین کو
کیا جھٹلاتے ہیں دوم یہ کہ اسی قسم کی کثرت عبادت جو ابو حنیفہ سے منقول ہے بڑے بڑے محدثین سے بھی

کتب ثقات میں مذکور ہے اور صحابہ اور تابعین سے بھی ایسی کوشش عبادت میں ثابت ہے آپکو اپنے آپ
بھی خبر نہیں ہے جیسے اسکی تفصیل سنیے شیخ الاسلام ذہبی محدث جلیل و مورخ نبیل تذکرۃ الحفاظ میں ترجمہ
مسروق بن الاجدع ہمدانی کوفی میں لکھتے ہیں قال ابو اسحٰق حج مسروق فما نام الا ساجدا حتی رجع وعن امرأۃ
مسروق انہ کان یصلی حتی تتورم قدماہ۔ یعنے کہا ابو اسحٰق نے کہ حج کیا مسروق نے جو اجلہ تابعین سے ہیں اور وفات
انکی سنہ ۶۳ ہجری میں ہوئی واسطے حج کے پس تا زمانہ باقی رہا حج کبھی نہیں سوئے مگر اس حالت کو کہ جانب سجدہ
اور انکی زوجہ سے روایت ہے کہ مسروق اسقدر نماز پڑھتے تھے کہ دونوں پاؤں انکے ورم کر جاتے تھے اور
بھی ذہبی ترجمہ اسود بن یزید میں لکھتے ہیں کان عبد الرحمن بن الاسود یصلی کل یوم سبعمائۃ رکعۃ یعنے عبد الرحمن
بن اسود کوفی تابعی کہ پڑھتے تھے ہر روز سات سو رکعت۔ اور ترجمہ عمرو بن میمون تابعی میں لکھتے ہیں کان
لما کبر وتد لہ فی الحائط فاذا سئم من القیام امسک بہ او یتعلق بالوتد یعنی عمرو کہ جب سن رسیدہ ہوئے ایک کھونٹی دیوار
میں انکے واسطے قائم کی گئی اور وہ نماز پڑھا کرتے تھے یہانتک کہ جب تھک جاتے اس کھونٹی سے سہارا
کرتے اور ترجمہ سعید بن جبیر تابعی میں لکھتے ہیں۔ قام لیلۃ فی جوف الکعبۃ فقرأ القرآن فی رکعۃ وقال عبد الملک
بن ابی سلیمان عنہ انہ کان یختم القرآن فی کل لیلتین یعنی شب بیداری کی انہوں نے اندر کعبہ کے پس پڑھا
قرآن تمام ایک رکعت میں اور کہا عبد الملک نے کہ تھے ابن جبیر ختم کرتے قرآن ہر دو شب میں اور
ترجمہ خالد بن معدان تابعی میں لکھتے ہیں کان یسبح فی الیوم سبعین الف مرۃ تھے کہ تسبیح پڑھتے تھے ہر روز
ستر ہزار مرتبہ۔ اور ترجمہ وہب بن منبہ تابعی میں لکھتے ہیں لبث وہب عشرین سنۃ لم یجعل بین العشاء
والصبح وضوءا یعنے بیس برس تک وہب نے عشاء کی وضوء سے صبح کی نماز پڑھی ہے اور برابر شب بیداری کی اور
ترجمہ ابو اسحٰق سبیعی عمرو بن عبد اللہ تابعی میں لکھتے ہیں قال صلیت فاقرأ سورۃ البقرۃ فی رکعۃ نماز پڑھتا ہوں
لیکن ایک رکعت میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کرتا ہوں اور ترجمہ امام اہل بیت یعنی ابو جعفر باقر محمد بن علی بن
میں لکھتے ہیں کان یصلی فی الیوم واللیلۃ مائۃ وخمسین رکعۃ یعنے پڑھتے تھے امام باقر رات دن میں ڈیڑھ سو
رکعت نوافل اور ترجمہ ایوب سختیانی تابعی میں لکھتے ہیں کان یقوم اللیل کلہ یعنے وہ کہ تمام شب قیام کرتے اور
عبادت میں مصروف رہتے۔ اور ترجمہ صفوان بن سلیم تابعی میں لکھتے ہیں حلف صفوان ان لا یضع جنبہ
علی الارض [illegible] سنۃ فمات وھو جالس یعنی قسم کھائی تھی صفوان نے کہ نہ رکھینگے پہلو اپنا
زمین پر چالیس برس تک نہیں لیٹے بلکہ بیٹھے ہوئے عبادت میں مصروف رہے یہانتک کہ رحلت کی
اور ترجمہ منصور بن معتمر میں لکھتے ہیں قال زائدۃ صام منصور اربعین سنۃ وقام لیلہا وکان یبکی اللیل کلہ
[illegible] کہا زائدہ نے کہ روزے رکھے منصور نے چالیس برس اور شب بیداری کی اور

تھے کہ تمام شب روتے تھے پس جب صبح ہوتی تھی آنکھوں میں ورم

یا کسی کو اس جانفشانی کا حال نہ معلوم ہو اور ترجمہ ابو [illegible] بن [illegible] بروایت بسند متصل [illegible] کے باہر آتے

ستۃ لیصوم یوما ویفطر یوما ویصلی صلوۃ الفجر بوضوء العشاء [illegible] لکھتے ہیں مکث اربعین

روزہ رکھتے تھے اور ایک روز افطار کرتے تھے اور صبح کی نماز عشاء کی وضو سے ادا کرتے تھے چالیس برس تک کہ ایک روز

اور محدث شام

عبدالرحمن اوزاعی کے حال میں لکھتے ہیں قال ابو مسہر کان الاوزاعی یحیی اللیل صلوۃ وقرآنا وبکاء کہا

ابو مسہر نے تھے اوزاعی کہ شب بیداری کرتے تھے اور تمام شب نماز اور قراءت قرآن اور گریہ و زاری میں صرف

رہتے اور مسعر بن کدام کے حال میں لکھتے ہیں کان لا ینام الی ان یقرء نصف القرآن نہیں سوتے تھے وہ شب کو

یہانتک کہ پڑھ لیتے تھے پندرہ پارہ قرآن کے اور ابن ابی ذئب کے حال میں لکھتے ہیں کان یصلی اللیل اجمع

ویجتہد فی العبادۃ تھے کہ نماز پڑھتے تھے تمام شب اور عبادت میں بڑی محنت کرتے تھے اور حسن بن صالح بن حی

کے حال میں لکھتے ہیں قال وکیع جزء ہو واخوہ اللیل للعبادۃ فماتت فقسما اللیل بینہما فمات علی فقام الحسن

باللیل کلہ کہا وکیع نے تقسیم کیا تھا حسن نے اور ان کے بھائی اور والدہ نے شب کو تین حصے پر عبادت کے واسطے

ایک تہائی میں وہ عبادت کرتے تھے اور دوسری تہائی میں ان کے بھائی اور ایک حصہ میں ان کی والدہ پھر

جب ان کی والدہ نے انتقال کیا دونوں بھائیوں نے آدھی آدھی رات عبادت کرنا شروع کی پھر جب حسن کے

بھائی نے بھی انتقال کیا تمام شب انہوں نے عبادت کرنا شروع کر دیا اور محدث شام اسمعیل بن عیاش کے

حال میں لکھتے ہیں قال ابو الیمان کان یحیی اللیل یعنی کہ تمام شب عبادت کرتے تھے اور ابوبکر بن عیاش

کے حال میں لکھتے ہیں قال یزید بن ہارون کان خیرا فاضلا لم یضع جنبہ الی الارض اربعین سنۃ وقال یحیی

الحمانی لما احتضر ابوبکر بکت اختہ فقال لہا ما یبکیک انظری الی تلک الزاویۃ فقد ختمت فیہا ثمانی عشرۃ الف ختمۃ

کہا یزید بن ہارون نے تھے ابوبکر بن عیاش بڑے عالم نہیں رکھا انہوں نے اپنے پہلو کو زمین پر چالیس برس تک

اور کہا یحیی حمانی نے جب احتضار کا ان کے وقت آیا ان کی ہمشیرہ رونے لگیں پس کہا ابوبکر بن عیاش نے

کیوں روتی ہو تم دیکھو اس گوشہ مکان کو اس مقام پر میں نے اٹھارہ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا ہے اور

محدث کوفہ عبداللہ بن ادریس کے حال میں لکھتے ہیں قال حسین بن عمرو لما نزل بہ الموت بکت بنتہ فقال لا تبکی

قد ختمت فی ہذا البیت اربعۃ الاف ختمۃ کہا حسین بن عمرو نے جب کہ وقت آیا عبداللہ کے انتقال کا بیٹی ان کی

رونے لگیں پس کہا انہوں نے مت روؤ تم میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن کے کیے ہیں اور قاضی ابو یوسف

کے حال میں لکھتے ہیں قال ابن سماعۃ کان یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ کہا ابن سماعہ نے

تھے ابو یوسف کہ دو سو رکعت پڑھتے تھے ہر روز بعد قاضی ہونے کے اور محدث بصرہ یحیی بن سعید قطان کے حال میں

لکھتے ہیں قال ابن معین قام یحیی القطان اربعین سنۃ یختم ... ختم کرتے تھے اور محدث کوفہ وکیع بن جراح شیخ ترمذی کے
کی قطان نے چالیس برس تک ہر شب کو ایک ختم کیا الاسنادی کما فی السفر الاخر وکان یصوم الدہر ویختم القرآن کل لیلۃ
کے حال میں لکھتے ہیں قال یحیی بن اکثم صحبت وکیعا ... قال ابن ... نے اونکو روزہ رکھتے تھے ہمیشہ اور ختم کرتے تھے
کہا یحیی بن اکثم نے ساتھ رہا میں وکیع کے پس دیکھا نہیں ...
قرآن ہر شب کو اور محدث بصرہ بشر بن مفضل کے حال میں لکھتے ہیں قال علی بن المدینی کان یصلی کل یوم اربع مائۃ
رکعۃ کہا علی بن مدینی نے تھے بشر نماز پڑھتے تھے ہر روز چار سو رکعت اور محدث واسط یزید بن ہارون کے
حال میں لکھتے ہیں عن عاصم بن علی قال کان یزید یقوم اللیل ویصلی الصبح بوضوء العتمۃ نیفا واربعین سنۃ روایت
ہے عاصم بن علی سے کہا انھوں نے کہ تھے یزید کہ شب بیداری کرتے تھے اور نماز پڑھی صبح کی بوضوء عشا کی چالیس
برس سے زائد تک اور محدث بصرہ عبد الرحمن بن مہدی کے حال میں لکھتے ہیں کان یحیی اللیل کلہ ...
نفسہ الی الفراش حتی طلعت الشمس تھے وہ کہ تمام شب عبادت کرتے تھے پس جب طلوع ہوتی صبح عبادت
ختم جاتے بچھونے پر اور امام شافعی کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم فی رمضان ستین ختمۃ تھے کہ ختم کرتے تھے
ماہ رمضان میں ساٹھ مرتبہ اور محدث کوفہ ہناد بن السری کے حال میں لکھتے ہیں قال احمد بن سلمۃ جاء الی
المسجد فیصلی الی الزوال وانا معہ فی المسجد ثم رجع الی منزلہ فتوضا فصلی بنا الظہر ثم قام علی رجلیہ یصلی الی العصر
ویرفع صوتہ بالقرآن ویبکی کثیرا ثم صلی بنا العصر واخذ یقرأ فی المصحف حتی صلیت المغرب قلت لبعض جیرانہ ما اصبرہ
علی العبادۃ فقال ہذہ عبادتہ بالنہار منذ سبعین سنۃ فکیف لو رایت عبادتہ باللیل کہا احمد بن سلمۃ نے کہ تھے
ہناد مسجد میں اور میں ساتھ تھا ان کے پس نماز پڑھی دوپہر تک پھر گئے گھر میں اور وضو کر کے مسجد میں آئے
اور ظہر کی نماز ہم لوگوں کے ساتھ پڑھی پھر نوافل پڑھا کئے عصر تک اور پڑھتے تھے قرآن اور روتے تھے پھر عصر کی
نماز پڑھ کے تلاوت قرآن میں مصروف ہوئے تا بہ نماز مغرب پس کہا میں نے بعض ہمسایگان ہناد سے کہ کسقدر
ان کو قوت اور صبر عبادت پر حاصل ہے پس کہا اونہوں نے کہ یہی عبادت انکی ستر سال سے ہے اور اگر شب کی عبادت
تم انکی دیکھو تو اور بھی تعجب کرو اور محدث قرطبہ صاحب مسند و تفسیر بقی بن مخلد کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم القرآن
فی کل لیلۃ فی ثلاث عشرۃ رکعۃ ویسرد الصوم تھے کہ قرآن ختم کرتے تھے ہر شب کو تیرہ رکعت میں اور ہمیشہ
روزہ رکھتے تھے اور محدث شام علی بن عساکر دمشقی کے حال میں لکھتے ہیں قال المحدث بہاء الدین کان
ابی مواظبا علی الجماعۃ والتلاوۃ یختم کل لیلۃ جمعۃ ویختم فی رمضان کل یوم وکان کثیر النوافل والاذکار یحیی
لیلتی العیدین بالصلوۃ والذکر کہا اونکے فرزند بہاء الدین نے کہ تھے میرے باپ ختم کرتے ہر جمعہ کی شب کو ایک
قرآن اور ماہ رمضان میں ہر روز ایک قرآن اور نوافل اور اذکار میں کثرت کرتے تھے اور عیدین کی شب

تمام رات عبادت کرتے تھے اور محدث و متقی تقی الدین عبد الغنی مقدسی کے حال میں لکھتے ہیں کان لا یضیع شیئا
فجر و یقرئ القرآن و ربما اقرأ الحدیث ثم یقوم و یتوضأ و یصلی ثلث مائۃ رکعۃ الی قبیل الظہر یعنی نماز صبح کے بعد
قرآن و حدیث پڑھاتے تھے پھر وضو کر کے نماز تین سو رکعت قریب زوال تک پڑھتے تھے اور خطیب بغدادی
محمد بن علی کے حال میں لکھتے ہیں کان یختم القرآن کل یوم ختم قرآن کا کرتے تھے ہر روز اور ابو نعیم اصفہانی
نے حلیۃ الاولیاء میں بسند متصل روایت کی کان عثمان یصوم الدہر و یقوم اللیل الا ہجعۃ من اولہ یعنی حضرت
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور تمام شب عبادت کرتے تھے مگر تھوڑا سا اول شب
سوتے تھے اور بھی انہوں نے بسند متصل روایت کی بدو باہم القرآن فقرأ حتی ختم القرآن فرکع یعنی کھڑے ہوئے
حضرت عثمان مسجد حرام میں اور ایک رکعت میں اونہوں نے سارا قرآن پڑھا اور بھی ابو نعیم نے بسند متصل
روایت کی ان ابن عمر کان یحیی اللیل صلوۃ ثم یقول یا نافع اسحرنا فیقول لا فیعاود الصلوۃ فیقول یا نافع اسحرنا
فیقول نعم فیقعد و یستغفر اللہ و یدعو الی الصبح یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تمام شب عبادت کرتے تھے اور
آخر وقت اپنے نوکر نافع سے پوچھتے تھے کیا وقت سحر آیا یا نہیں اگر نافع کہتے کہ نہیں پھر نماز میں مصروف
ہوتے پھر نافع سے پوچھتے پس جب نافع خبر وقت سحر کی دیتے ابن عمر اوس وقت سے صبح تک ذکر اور دعا اور
استغفار میں صبح تک مصروف رہتے اور بھی ابو نعیم نے بسند متصل شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے حال
میں روایت کی کان اذا دخل الفراش یتقلب علی الفراش لا یاخذہ النوم فیصلی حتی یصبح جب وہ شب کو
بچھونے پر لیٹتے کروٹیں بدلتے اور نیند نہ آتی پس کھڑے ہوتے اور نماز پڑھتے صبح تک اور ابو سعد سمعانی
نے کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کان تمیم الداری یختم القرآن فی رکعۃ یعنی تمیم داری رضی اللہ عنہ ختم
کرتے تھے قرآن ایک رکعت میں اور جامع ترمذی میں بسند متصل عمیر بن ہانی کے حال میں مروی ہے
کان یصلی کل یوم الف رکعۃ و یسبح مائۃ الف تسبیحۃ یعنی عمیر رضی اللہ عنہ ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک لاکھ مرتبہ سبحان اللہ
پڑھتے تھے اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بسند متصل اویس قرنی کے حال میں جو سید تابعین ہیں روایت
کرتے ہیں کان اذا امسی یقول ہذہ لیلۃ الرکوع فیرکع حتی یصبح و کان اذا امسی یقول ہذہ لیلۃ السجود فیسجد
حتی یصبح یعنی اویس قرنی رضی اللہ عنہ شام کو کہتے تھے یہ رات رکوع کی ہے پس تمام شب رکوع میں رہتے تھے اور کسی شب کو کہتے
یہ رات سجدے کی ہے پس تمام شب سجدہ کیا کرتے اور بھی ابو نعیم بسند متصل روایت کرتے ہیں ان عامر بن
عبد اللہ کان من العابدین و فرض علی نفسہ فی کل یوم الف رکعۃ یعنی عامر بن عبد اللہ بڑے عابد تھے اپنے اوپر
لازم کیا تھا اونہوں نے ہر روز ہزار رکعت کا پڑھنا اور بھی ابو نعیم نے بسند متصل روایت کی حج مسروق
فما بات الا ساجدا یعنی حج کو گئے مسروق ہمدانی پس نہیں سوئے کسی رات کو مگر حالت سجدے میں اور بھی ابو نعیم نے

بسند مسلسل ابراہیم نخعی سے روایت کی کان الاسود یختم القرآن فی رمضان فی کل لیلتین وکان ینام بین المغرب
والعشاء وکان یختم فی غیر رمضان فی کل ست لیال یعنی اسود نخعی کہ ختم قرآن کرتے تھے دو رات میں ماہ رمضان میں
اور غیر رمضان میں چھ رات میں ختم کرتے تھے اور بھی ابو نعیم نے بسند مسلسل روایت کی صلی سعید بن المسیب
الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃ نماز پڑھی سعید بن مسیب نے کہ اجلہ تابعین سے تھے صبح کی عشاء کی وضو سے
پچاس برس تک اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل مالک بن مغول سے روایت کی کان بالبصرۃ
ثلاثۃ متعبدون صلۃ بن اشیم وکلثوم بن الاسود ورجل آخر یعنی بصرہ میں تین شخص بڑے عبادت کرنے والے
ایک صلہ بن اشیم دوسرے کلثوم بن الاسود تیسرے اور ایک شخص اور بھی حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل
ثابت بنانی کے حال میں مروی ہے قال انا [illegible] ادخلت ثابتا فی لحدہ ومعی حمید الطویل [illegible]
سقطت لبنۃ فاذا انا بہ یصلی فی [illegible]
فاجزنا ابنتہ فقالت کان یقوم اللیل خمسین سنۃ [illegible]
راوی نے کہ قسم ہے خدا کی میں نے ثابت بنانی کو قبر میں اتارا اور میرے ساتھ حمید طویل تھے پس جب ہم اوپر
خاک ڈال چکے اور قبر برابر ہو چکی ایک اینٹ اپنے مقام سے ہٹ گئی پس دیکھا میں نے ثابت کو کہ قبر میں
کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں پس کہا میں نے اپنے ہمراہی سے کہ دیکھتے ہو یہ کیا معاملہ ہے کہا اونہوں نے
چپ رہو پس بعد فراغت کے آئے ہم اونکی دختر کے پاس پس پوچھا اونسے کہ کیا عمل تھا تمہارے باپ کا
کہا اونہوں نے تم نے کیا دیکھا ہم نے سب حال بیان کیا پس کہا دختر نے کہ ثابت پچاس برس تک ہمیشہ قیام لیل کیا
کرتے تھے اور ہر شب کو بوقت سحر یہ دعا مانگتے کہ اے پروردگار اگر کسیکو اپنے بندوں سے تو نے نماز
پڑھنے کی قبر میں فضیلت دی ہو تو مجھکو بھی عنایت کر پس یہ دعا اونکی مقبول ہو گئی اور شیخ الاسلام
ذہبی کتاب العبر باخبار من غبر میں لکھتے ہیں کان عروۃ بن الزبیر یقرء کل یوم ربع الختم فی المصحف ویقوم اللیل
بہ یعنی عروہ کہ بیٹے تھے زبیر کے ہر روز ربع قرآن اور شب بیداری کرتے تھے اور بھی ذہبی عبر میں لکھتے ہیں کان
علی بن الحسین یصلی فی الیوم واللیلۃ الف رکعۃ الی ان مات یعنی امام حسین کے فرزند زین العابدین علی کہ
ہر روز و شب ہزار رکعت پڑھتے تھے یہاں تک کہ انتقال فرمایا اونکا اور حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل مروی ہے
کان یختم القرآن فی کل سبع لیال مرۃ [illegible]
[illegible] ختم کرتے تھے اور ماہ رمضان میں [illegible]
[illegible] اخیر عشرہ میں ہر شب ایک ختم کیا کرتے [illegible] سعید بن جبیر [illegible]
لکھتے ہیں انہ قرأ القرآن فی رکعۃ فی البیت الحرام اور حلیۃ الاولیاء میں بسند مسلسل محمد بن واسع سے [illegible]

جو اکابر علما اور اجلہ فضلا سے ہین اور محدثین کے نزدیک اونکا اعتبار ہے بعد ذکر کرنے مناقب کثیرہ کے
ترجمہ میں کان یصلی باللیل اجمع یعنی تمام شب وہ نماز پڑھا کرتے تھے اور ہی اوسمین بسند مسلسل مالک
بن دینار کے حال مین مروی ہے صلیت العشاء معہ جاء فاکل ثم قام الی الصلوۃ ثم اخذ بلحیتہ فجعل یقول اذا جمعت
الاولین والآخرین فحرم شیبۃ مالک علی النار فواللہ ما زال کذلک حتی غلبتنی عینی ثم انتبہت فاذا ہو علی تلک الحال
فما زال کذلک حتی طلع الفجر مالک بن دینار کے داماد سے مروی ہے کہ مین نے مالک کے ساتھ کھانا کھایا بعد اوسکے
وہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور داڑھی پر ہاتھ رکھکے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار جب کہ تو جمع کریگا
تمام کو تو بس دے حرام کردی مالک کو جہنم پر اور اسی طور پر وہ دعا مانگتے رہے یہانتک کہ مین سو گیا
پھر مین جاگا تو دیکھا کہ اونکا وہی حال ہے اور یہی کیفیت رہی تا بہ طلوع صبح اور ہی حلیہ مین سلیمان تیمی
کے حال مین مروی ہے اقام بالبصرۃ اربعین سنۃ یصلی العشاء والصبح بوضوء واحد یعنی چالیس برس تک
بصرہ مین اونہون نے عشا کی وضوء سے صبح کی نماز پڑھی اور ہی حلیہ مین منصور بن زاذان کے حال مین
مروی ہے کان اذا جاء رمضان ختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء ختمتین یعنی رمضان مین وہ درمیان
مغرب وعشا کے دو ختم قرآن کے کرتے تھے اور ہی اوسمین علی بن عبد اللہ بن عباس کے حال مین مروی ہے
کان یسجد کل یوم الف رکعۃ یعنی ہر روز وہ ہزار رکعت پڑھتے تھے اور اس بحث مین اگر کسیکو شوق زیادہ تفصیل کا ہو
تو اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ کا مطالعہ کرے اوس عبارات سے ان لوگون کی کثرت
عبادت ثابت ہے حضرت عثمان رض اور ابن عمر رض اور شداد بن اوس رض اور تمیم داری رض اور مسروق عبد الرحمن
بن اسود عمرو بن میمون سعید بن المسیب سعید بن جبیر رض خالد بن سعدان ابو اسحق سبیعی زبید بن عقبہ
امام باقر امام زین العابدین امام سجاد علی بن عبد اللہ قتادہ اویس قرنی ثابت بنانی صلہ بن اشیم عروہ
بن زبیر ابن عساکر خطیب بغدادی عبد الغنی مقدسی عمیر بن ہانی عامر بن عبد اللہ اسود نخعی ایوب
سختیانی صفوان بن سلیم منصور بن معتمر سلیمان بن طرخان اوزاعی مسعر بن کدام ابن ابی ذئب حسن
بن صالح اسمعیل بن عیاش امام شافعی ابو بکر بن عیاش عبد اللہ بن ادریس ابو یوسف یحیی قطان
وکیع بن جراح بشر بن مفضل یزید بن ہارون عبد الرحمن بن مہدی ہناد بن السری محمد بن واسع مالک
بن دینار سلیمان تیمی منصور بن زاذان رضوان اللہ علیہم اور سوا انکے اگر کتب اسماء رجال وکتب حدیث وتاریخ دیکھیے
تو صدہا محدثین کی کثرت عبادت ثابت ہوگی باقی اولیاء اللہ کی کثرت عبادت تو خارج از حیطہ تحریر ہے
کتب مناقب اولیاء کے مطالعہ سے کیفیت اوسکی منکشف ہوتی ہے اب ہم اولیاء اللہ کے احوال سے
قطع نظر کرتے ہین اسوجہ سے کہ آپکو اور آپکے شرکا کو انکو بدعتی کہدینا بہت آسان ہے مگر صحابہ

اور تابعین اور ایسے مجتہدین ہیں اور اہلحدیث بہی کہ حال ہے بحث کر رہے ہیں کہ اگر کثرت عبادت بدعت ہوتی تو یہ
لوگ کیا ایسے بات کرتے کیا بدعتیوں کی سی بات ہے کہ ہم آپکو اور آپکے شیخ کو معیار الحق کی [illegible]
سمجھ ہوتی کہ ہم کثرت عبادت کو امام ابو حنیفہ کی مذمت میں بدعت تو کہہ رہے ہیں مگر انجام اسکا یہ ہوگا کہ رد
مجتہدین اور بعد مجتہدین اور صحابہ و تابعین بہی بدعتی ہو جائینگے آپ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کثرت
عبادت مطلقا بدعت ہے یا نہیں جو امام ابو حنیفہ سے بطور مبالغہ منقول ہے اگر کوئی احمق بہی قائل ہوگا
بر تقدیر اول محدثین بہی بدعتی ہوے جاتے ہیں جب کہ یا تو آپ لوگ کثرت عبادت کو بدعت کہنے سے توبہ
کیجیے یا ان صحابہ اور مجتہدین اور تابعین اور محدثین کی بہی بدعتی ہونے کا اقرار کیجیے پہلے آپ ان سب کو بدعتی
ٹھہرا لیں پہر امام ابو حنیفہ کو بہی بدعتی کہیں ہمارے نزدیک ایسی بدعت یعنی کثرت عبادت جو ایسی قسمتی سے
ملتی ہے کہ جسمیں ایسے لوگوں کی شرکت ہو وہ بسے بہتر امام ابو حنیفہ آپ ایسے مشددین کے ساتہ جنت
بر جاوینگے تو ان محدثین کے ساتہ جنت میں جاینگے اگر یہ شبہہ ہووے کہ کثرت عبادت کی نسبت ان ائمہ
کی طرف قابل اعتبار نہیں ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ ان لوگوں کی کثرت عبادت بڑے بڑے محدثین
جیسے ذہبی اور سمعانی اور یافعی اور ابو نعیم اور خطیب بغدادی وغیرہ نقل کرگئے اب یا تو ان سب کی
تکذیب کیجیے یا کثرت عبادت کے قائل ہو جیے اور یہ بہی یاد رکہیے کہ اگر ان سب کے اقوال کو باب کثرت
عبادت میں نہ مانیےگا تو بڑی مشکل پیش آویگی اسوجہ سے کہ یہی محدثین اور مورخین بخاری اور مسلم
وغیرہ کے مناقب لکہہ گئے جب انکی تکذیب کیجاویگی یا انکی نقل غیر معتبر سمجھی جاویگی بخاری اور مسلم کی
مناقب بہی ہوا ہو جائینگے اور اگر یہ کہیے کہ [illegible]
اسکا یہ ہے کہ حلیۃ الاولیاء اور ایسی اور کتب حدیث میں انہی سند موجود ہے اور اگر مجرد بے سند ہونے
سے کسی کتاب میں اسکا غیر معتبر ہونا ثابت ہو تو تمام مناقب بخاری اور مسلم کے جو بے سند کتب تواریخ
میں مذکور ہیں سب غیر معتبر ہو جاوینگے الحاصل یہ قول آپکا کیا ان کو یعنی ابو حنیفہ کو اتنی خبر نہتی کہ
یہ بدعت ہے بعینہ بڑے بڑے محدثین پر عائد ہوتا ہے پس جو جواب آپ انکی طرف سے دیجیےگا
وہی جواب ہمارا ابو حنیفہ کی طرف سے ہوگا سوم یہ کہ کثرت عبادت کو مطلقاً بدعت اور ممنوع کہنا
جیسا کہ آپنے اور شیخ الشیخ نے معیار الحق میں لکہا محض غلط ہے تحقیق اسکی اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار
فی العبادۃ لیس ببدعۃ میں موجود ہے جسکو شوق ہو دیکہ لے آپکو یہ بہی خبر نہیں کہ جو فعل صحابہ کرام
سے پایا گیا ہو اور اوسپر انکار نہوا ہو وہ بدعت ضلالت نہیں ہے علی الخصوص جب کہ خود صحابہ سے
کوئی فعل صادر ہو اور صحابہ سے اوسپر انکار ثابت ہو تحقیق اس بحث کی [illegible]

اور رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار اور رسالہ التحقیق العجیب فی مسئلۃ التثویب اور رسالہ اکام
اور رسالہ تحقیق تراویح میں ۱۴۲
النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس میں موجود ہے جسکو شوق زیادہ ہو انکا مطالعہ کرے فائدہ اوٹھاوے
چہارم یہ کہ یہ قول آپ کا کہ ان حضرت نے عمر بہر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھی
اور نہ کبھی تمام شب جاگے الخ غلط ہے ان حضرت اکثر گیارہ یا تیرہ رکعت ادا فرماتے تھے اور اس سے زیادہ پڑھنا
پندرہ رکعت تک بعض شبوں میں آپ سے ثابت ہے چنانچہ اسکی تصریح نووی شارح صحیح مسلم وغیرہ نے کی ہے
بلکہ بروایت ابن ابی شیبہ و طبرانی و بیہقی وغیرہ آپ سے ایام رمضان میں بیس رکعت پڑھنا بھی ثابت ہے
اور سند اوسکی اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل صحابہ باب تراویح میں اسکا موید ہے اور تمام شب آپ کا جاگنا اور
عبادت میں مصروف رہنا اس روایت بخاری و مسلم و ابو داود و نسائی و ابن ماجہ سے ثابت ہے عن عائشۃ
قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر الاواخر من رمضان شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اہلہ
روایت ہے عائشہ سے کہا اونہوں نے کہ تھے ان حضرت جب کہ ہوتا اخیر عشرہ رمضان میں باندہ لیتے تھے
اپنے ازار کو یعنی بیبیوں سے کنارہ کشی کرتے اور عبادت میں مصروف رہتے اور زندہ کرتے شب کو
یعنی شب بیداری کرتے اور جگاتے اپنے گہر والوں کو واسطے عبادت کے اس حدیث میں احیاء لیل دال
اس امر پر ہے کہ آپ شب کو نہیں سوتے تھے اور تمام شب عبادت میں مصروف رہتے تھے اسیوجہ سے
نووی اسکی شرح میں لکہتے ہیں ای استغرقہ بالسہر بالصلوۃ وغیرہا انتہی یعنی تمام رات جاگتے تھے نماز وغیرہ میں
مصروف رہتے تھے اور ابن اثیر جزری نہایہ میں لکہتے ہیں احیاء اللیل السہر فیہ بالعبادۃ وترک النوم انتہی
یعنی احیاء لیل عبارت ہے تمام شب جاگتے رہنے سے ساتہ عبادت کے اور نہ سونا ہے اور سوائے نظر ان تصریحات
محدثین کے عقل سلیم بھی مقتضی اسی امر کو ہے کہ احیاء لیل سے مراد تمام شب جاگنا ہے کیونکہ کسقدر سونا اور کچھ
جاگنا اور تیرہ یا گیارہ رکعت ادا کرنا تو طریقہ دائمہ یا غالبہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تہا عشرہ اخیرہ
رمضان کے خصوصیت نہیں پس اسکے خبر دینے سے اور عشرہ اخیرہ کے ساتہ خاص کرنے میں حضرت عائشہ کو کیا
فائدہ ملتا اور یہی آپ کا تمام شب جاگنا اس حدیث سے ثابت ہے جو عبد بن حمید اور ابن ابی الدنیا
نے کتاب التفکر میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور اصبہانی نے کتاب الترغیب والترہیب میں اور ابن
عساکر اور ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے انہ اتانی لیلۃ فدخل معی فی لحافی ثم قال ذرنی
اتعبد لربی فقام فتوضا ثم قام یصلی فبکی حتی سال دموعہ علی صدرہ ثم رکع فبکی ثم سجد فبکی ثم رفع راسہ فبکی فلم یزل
کذلک حتی جاء بلال یوذنہ بالصلوۃ یعنی ایکشب کو ان حضرت میرے پاس بقصد سونے کے آئے اور
لحاف میں داخل ہوئے پہر فرمایا کہ چہوڑ دو مجکو کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں پس کہڑے ہوئے اور وضو کیا

پھر نماز پڑھنے لگے اور اسقدر روئے کہ آنسو آپکے داڑھی سینہ پر بہنے لگے اور تمام شب نماز پڑھتے تھے اور رکوع اور سجدہ وغیرہ مین روتے رہے یہانتک کہ صبح کی نماز کے وقت کی خبر بلال نے دی اور یہی اس روایت سے ثابت ہے جو سنن بیہقی مین عائشہؓ سے مروی ہے دخل علی رسول اللہ صلعم فوضع عنہ ثوبیہ ثم لم یستتم ان قام فلبسہما فاخذتنی غیرۃ شدیدۃ ظننت انہ یاتی بعض صویحباتی فخرجت اتبعہ فادرکتہ بالبقیع بقیع الغرقد یستغفر للمؤمنین والمؤمنات ثم قال یا عائشۃ تاذنین لی قیام ہذہ اللیلۃ فقلت نعم الخ حاصل اس حدیث کا جو ترجمہ رسائل فضیلت شب برات میں مذکور ہے یہ ہے کہ آنحضرتؐ ایک شب کو عائشہ کے پاس آئے اور کپڑے اپنے اوتارے پھر تھوڑی دیر ٹھہرے ہوئے کھڑے ہوگئے اور کپڑے پہن کے باہر چلے گئے پس عائشہؓ کو یہ خیال آیا کہ شاید آپ کسی اور بی بی کے پاس گئے ہین اس خیال مین تلاش کرنے نکلین اور سب بیبیوں کے مکانات کو دیکھا پھر بقیع کی طرف جو مقبرہ مدینہ منورہ کا ہے گئین تو دیکھا آنحضرتؐ وہان کھڑے ہوئے دعا اموات کے واسطے مانگ رہے ہین بعد ازان جب آپ تشریف لائے فرمایا اے عائشہؓ تم اجازت دیتی ہو کہ آج مین نہ سوؤن اور عبادت مین مصروف رہون کہ آج کی شب متبرک ہے پس آپ نماز پڑھنے لگے تا صبح اوسمین مصروف رہے اور اسکے سوا اور بھی احادیث کتب حدیث مین موجود ہین جنسے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے تمام شب بھی عبادت کی ہے اگر یہ شبہہ ہووے کہ صحیح مسلم وغیرہ مین عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے کبھی تمام شب نماز نہین پڑھی اور نہ ایک شب مین تمام قرآن پڑھا تو اب جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ خبر حضرت عائشہؓ کی ایسی ہے جیسے اونہین سے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ ما کان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یعنی نہ تھے آنحضرت کہ گیارہ رکعت سے زائد پڑھتے ہون نہ رمضان مین نہ غیر رمضان مین حالانکہ اونہین سے اور اور صحابہ سے کتب صحاح ستہ وغیرہ مین آنحضرتؐ کا تیرہ رکعت پڑھنا بلکہ پندرہ ثابت ہے اور جیسے اونہین سے صحیحین مین روایت ہے کہ مین نے آنحضرتؐ کو نہین دیکھا کہ نماز چاشت پڑھتے ہون اور مین پڑھتی ہون حالانکہ کتب حدیث مین بروایات متعددہ آنحضرتؐ کا نماز چاشت پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ سیوطی نے مفصلاً رسالہ صلوۃ الضحی مین ذکر کیا ہے پس تطبیق روایات یون دینا چاہیے کہ آنحضرتؐ کے نماز چاشت پڑھنے کی اور گیارہ سے زائد رکعت پڑھنے کی اور تمام شب عبادت کرنے کی عادت اکثر نہ تھی بلکہ کبھی کبھی ایسا کیا اس وجہ سے عائشہؓ نے نفی ان امور کی کر دی اور ان روایات سے یہ سمجھنا کہ آپ نے فی عمرہ کبھی گیارہ پر زیادتی نہین کی اور نماز چاشت کبھی نہین پڑھی اور تمام شب کبھی عبادت نہین کی ادنی شخص کا کام ہے جو فن حدیث مین نظر وسیع نہ رکھتا ہوگا اور سوا ان اخبار کے اور احادیث کا مطالعہ جسکو نصیب نہوا ہوگا ثم یہ کہ اگر تسلیم ہی کر لیا جاوے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدت العمر

تمام شب عبادت نہین کی اور ایسی کثرت عبادت جیسی ائمہ مجتہدین اور محدثین اور اولیاء اللہ سے منقول ہے
آپ سے نہین صادر ہوئی تو بھی اس سے اوسکا بدعت اور ضلالت اور ممنوع ہونا نہین لازم آتا ہے
دیکھو صحیح بخاری مین کتاب فضائل القرآن مین زید بن ثابت سے مروی ہے قال ابوبکر ان عمر اتانی
فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذہب
کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ قال عمر ہذا واللہ
خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتے شرح اللہ صدری لذلک ورائیت فی ذلک الذی رأے عمر الحدیث حاصل اسکا یہ ہے
کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زید بن ثابت سے بیان کیا کہ میرے پاس عمر فاروقؓ آئے اور کہنے لگے کہ یمامہ
کی لڑائی مین بہت صحابہ جو قرار قرآن تے شہید ہو گئے اور مجکو خوف ہے کہ قتل قراء قرآن کا مقامات
مختلفہ مین ہووے اور بہت سا قرآن جاتا رہے اسوجہ سے کہ قرآن جمع نہین ہے پس میری رائے یہ ہے
کہ آپ قرآن کو ایک جا جمع کر دیجیے پس کہا مین نے عمر سے کیونکر ایسی بات تم کروگے جسکو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے نہین کیا پس کہا عمر نے کہ اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن جمع نہین کیا
لیکن یہ جمع کرنا ایک فعل نیک ہے اسکو اختیار کرنا لازم ہے پس گفتگو کرتے رہے مجھسے عمر فاروق
اس باب مین یہانتک کہ حق جل شانہ نے میرے بھی دل کو اس طرف متوجہ کر دیا اور رائے میری موافق عمر کے
رائے کے ہوگئی کہ قرآن ایک جگہ جمع کر دیا جاوے اور بہی صحیح بخاری مین کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین
مین ابوہریرہؓ سے مروی ہے لما توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم استخلف ابوبکر وکفر من کفر من العرب
قال عمر یا ابابکر کیف تقاتل الناس وقد قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتے یقولوا لا الہ
الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہ علے اللہ قال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق
بین الصلوۃ قال عمر فواللہ ما ہو الا ان رائیت ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ الحق حاصل اسکا
یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے اور عرب مین بعض
لوگ کافر ہوگئے اور بعضون نے زکاۃ دینا موقوف کر دیا پس حضرت ابوبکرؓ نے قصد کیا کہ ان سب سے قتال
کرین پس کہا حضرت عمرؓ نے کیونکر مقاتلہ درست ہے ایسے لوگون سے جو کلمہ گو ہین حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین حکم کیا گیا ہون قتال کرنے کا یہانتک کہ کہین لا الہ الا اللہ پس جسنے
یہ کلمہ توحید کہا محفوظ کر لیا مجھسے اوسنے اپنے خون اور اپنے مال کو یعنے اوسکا قتال اور مال غارت کرنا نہین
درست ہے مگر بحق اسلام یعنے ایسی صورتون مین قتال درست ہے جنمین دین اسلام مین قتال کا
حکم ہے پس کہا ابوبکر صدیقؓ نے قسم ہے خدا کی مین مقاتلہ کرونگا اوس سے جسنے فرق کیا درمیان نماز

نہ دیکھا تھا کہ کیا حضرت عمرؓ نے کہ اس میں بہتر کیا کہ یہی حق ہے آپ غور کرو کہ مقاتلہ کا خوف ہے کہیں ان حضرت
نے جمع نہیں کیا اور جمع قرآن کا اہتمام کیا مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دونوں امر خیر پر اتفاق کر لیا
اور عمرؓ نے یہ یقین کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کو سمجھایا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے کرنے سے منع نہیں فرمایا
کہ ہم بھی اسکو نہ کریں بلکہ اگر وہ امر خیر ہوگا تو اختیار کرنا اس کا بہتر ہوگا ہمکو بھی یہ بات بہتر معلوم ہوئی اور ان کو
جمع کیا صحیح بخاری میں یہ بیان ہے اور ... حضرت زید بن ثابت ... قرآن
نے جمع نہیں کیا یہ بدعت ہے اور ... ہے اور ... دیکھنا کہ صحیح بخاری میں ... قول ...
اور بھی صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے ... حضرت علیؓ ...

و امرۃ ابی بکر و صدرا من خلافۃ عمر فنقوم الیہ بایدینا و نعالنا و اردیتنا حتی کان آخر امرۃ عمر فجلد اربعین حتی
اذا عتوا و فسقوا جلد ثمانین یعنی ان حضرت کی زمانے میں شرابی لاتے تو ہاتھ سے مارا کرتا تھا اور جوتیوں سے
اور کپڑوں سے مارتے تھے ایسا ہی خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور شروع زمانہ حضرت عمرؓ میں پھر حضرت
عمرؓ نے آخر زمانہ خلافت میں چالیس درے مقرر کیے پھر جب لوگ بہت شراب پینے لگے اور نہ
مانے تو اسی کوڑے بطور حد کے مقرر کر دیے اور بھی صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے جلد النبی صلی
اللہ علیہ وسلم اربعین و ابوبکر اربعین و عمر ثمانین وکل سنۃ یعنی شرابی کو ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
ابوبکر صدیقؓ نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے مقرر کیے اور دونوں سنت ہیں
دیکھو اس حدیث میں بھی مرتضیٰؓ نے اس فعل کو جو ان حضرت سے نہیں ثابت ہے سنت کہہ گئے اور بھی
صحیح بخاری وغیرہ میں روایت ہے فلما کثر الناس زاد النداء الثالث عثمان ... یعنی جمعہ کے
روز ان حضرت اور ابوبکر و عمرؓ کے زمانے میں ایک ہی اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے واسطے
بیٹھتا تھا لیکن جب کثرت ہوئی لوگوں کی اور ایک اذان کفایت نہ ہوئی حضرت عثمانؓ نے پہلی اذان مقرر کی
اور تمام علماء نے اسکو مستحسن سمجھا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ امر نہ تھا خلاصہ
یہ ہے کہ کسی فعل کا ان حضرت سے نہ ثابت ہونا ثبوت ممنوع ہونے کا نہیں لازم ہے کہ وہ بدعت ہو جاوے ... امور
ایسے ہیں کہ ان حضرت نے انکو نہیں کیا بلکہ صحابہ یا تابعین نے ان کا احداث کیا اور بالاتفاق
علماء امت محمدیہ وہ امور مستحبات میں شمار کیے گئے جو شخص انکا بدعت ضلالت کہیگا وہ ...
مخطی ہوگا پس ایسی کثرت عبادت جیسے شب بھر جاگنا اور روز ایک ختم کرنا یا ہزار رکعت نماز روز
پڑھنا اگرچہ ان حضرت سے منقول نہ ہو کیا نقصان ہے اس سے انکا بدعت ہونا نہیں لازم ہے
... یہ کہ اکثر ... ہمارے زمانے کے خواص کالعوام یہ سمجھتے ہیں کہ جو فعل ان حضرت یا صحابہ

نہین کیا وہ قبیح ہی حالانکہ یہ امر محض غلط ہی اصل بدعت سیئہ وضلالت وہ ہی کہ جسکا استحسان پر دلیل شرعی
قائم نہو نہ صریحاً نہ اشارۃً نہ قولاً نہ فعلاً پس جس فعل کو صحابہ یا تابعین نے کیا اور اونکے زمانے مین کسی نے
اوسپر انکار نہ کیا اور ایسہی وہ امر جسکا استحسان وجواز کسی دلیل شرعی سے ثابت ہوتا ہی اگرچہ ثبوت بطور
اشارہ ہی کے ہو ہرگز مذموم وضلالت نہین ہے سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد مین لکھتے ہین البدعۃ
المذمومۃ ہو المحدث فی الدین من غیر ان یکون فی عہد الصحابۃ والتابعین ولا دل علیہ الدلیل الشرعی انتہی یعنے
بدعت مذموم وضلالت وہ ہے جو دین مین کوئی بات نئی پیدا کیجاوے اصطلاح کی کہ زمانہ صحابہ اور تابعین
مین اوسکا وجود نہوا اور نہ اوسپر کوئی دلیل شرعی قائم ہوئی ہو اور مجالس الابرار مین ہے البدعۃ لہا معنیان
احدہما لغوی عام وہو المحدث مطلقا سواء کان من العادات او العبادات والثانی شرعی خاص وہو الزیادۃ
فی الدین او النقصان منہ بعد الصحابۃ بغیر اذن الشارع لا قولا ولا فعلا ولا صریحا ولا اشارۃ وعمومہا فی الحدیث
بحسب معناہا الشرعی انتہی یعنے بدعت کے دو معنی ہین ایک لغوی عام وہ یہ کہ جو نئی بات ہو اوسکو لغت مین
بدعت کہتے ہین عبادات کی قبیل سے ہو یا عادات سے اور دوسری شرعی خاص وہ یہ عبادت سے زائد کرنے
امر عبادت کو یا اوسکا نقصان کرنا بعد زمانہ صحابہ کے بدون اجازت شارع کے نہ قولاً اور نہ فعلاً نہ صراحۃً
اور نہ اشارۃً اور حدیث مین جو وارد ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے اوس سے مراد یہی معنی شرعی ہے نہ معنی
اول ہر گاہ یہ امر معلوم ہوا پس سمجھنا چاہیے کہ کثرت عبادت جیسی ائمہ سے اور محدثین سے منقول ہی ہرگز
بدعت وضلالت نہین ہے چند وجوہ سے اول یہ کہ کثرت عبادت صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے اور
کسی سے اوس زمانے مین اوسپر انکار منقول نہین ہے اور جو امر اوس زمانے مین حادث ہوا اور انکار اوسپر نہوا
وہ ضلالت نہین ہے حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور حدیث مارآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن
اور حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم وغیرہ سے یہ امر ثابت ہے جیسا کہ مولف اقامۃ الحجۃ
علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ نے اسکو بشرح وبسط بیان کیا ہے دوم یہ کہ اس قسم کی کثرت عبادت
جیسے تمام قرآن ایک شب مین پڑھنا حضرت عثمان وغیرہ خلفاء سے ثابت ہے اور حدیث علیکم بسنتی و
سنۃ الخلفاء الراشدین جو سنن ابوداود وغیرہ مین مروی ہے اس امر پر دال ہے کہ جس امر کو خلفاء راشدین
ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم کرین اوسکے ساتھ اقتدا کرنا چاہیے پس باینہمہ اوسکا بدعت وضلالت ہونا
کیونکہ ہوسکتا ہے سوم یہ کہ عبادت مین کوشش کرنا اور اوسمین تکلیف اوٹھانا خود ذات حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے صحیح بخاری وجامع ترمذی وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ وغیرہ مین مروی ہے
کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیقوم یصلی حتی ترم قدماہ آنحضرت تھے کہ قیام کرتے تھے اور شب بیداری کرتے کہ

یہانتک کہ ورم ہو جاتے پانوں آپکے پہول جاتے اور ورم کر آتے چہارم یہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اون حضرت طاقت اجازت عبادت کی دی ہی سنن ابو داؤد میں مروی ہے اکلفوا من العمل ما تطیقون اور نسائی کتاب
مین مروی ہے علیکم بما تطیقون من الاعمال اور حلیۃ الاولیاء میں وارد ہے لیکلف احدکم من العمل ما یطیق
حاصل ان سب کا یہ ہے کہ بقدر طاقت انسان کو عبادت کرنا چاہیے اور یہ ظاہر ہے کہ طاقت بنی آدم کی
مختلف ہے بعض لوگ پنجوقتہ نماز اور سنن مقررہ میں تھک جاتے ہیں اور بعض شب و روز عبادت پر
قادر ہیں علی الخصوص وہ لوگ جنکا قلب صافی ہے اور لذت عبادت انکو حاصل ہوتا ہے پس انکو
بقدر انکی طاقت کے بالضرورۃ عبادت جائز ہوگی گو دوسرون کی نسبت سے وہ باہر ہووے الحاصل
کثرت عبادت کو مطلقاً ہر شخص کے حق میں بدعت کہدینا خالی حماقت و ضلالت سے نہیں ہے ایسی بات
وہی کہیگا جسنے کتب حدیث کا مطالعہ نہ کیا ہوگا یا احادیث کے سمجھنے کا مادہ اوسمین نہوگا یا وہ شخص کہ اپنا
سا کاہل و غافل ہر بندہ خدا کو سمجھتا ہوگا اور بندگان خدا کے فضائل و مراتب مین اوسکو مطلقاً فرق
نہ معلوم ہوتا ہوگا ہشتم یہ کہ یہ قول اونکا کہ آن حضرت تیسرا حصہ شب کا جاگتے اور دو حصہ سویا کرتے تھے
اور اسپر زیادتی کرنے والے کو فرماتے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور وہ ہم میں سے نہیں الخ
بالکل غلط آن حضرت صلعم نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ جو اسپر زیادتی کرے وہ میری سنت سے نفرت کرتا ہے ہان یہ
فرمایا ہے کہ جو میری سنت سے نفرت کرے وہ مجھسے نہیں پس جو شخص کثرت عبادت اسطرح پر کرے گا کہ
طریقہ نبویہ سے نفرت کریگا وہ بلا شبہہ گناہگار ہوگا ہشتم یہ کہ آپکی اور آپکے برادران کی مثل
ایسی ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ پڑہ کے وانتم سکاری کو چھوڑ دیتے ہیں جو حدیثیں موافق اپنی سمجھ کے
معلوم ہوتی ہیں وہ جھٹ پٹ لکھ دیتے ہیں اور باقی احادیث کو ترک کر دیتی ہیں اور یہ جو مسلم کی حدیث
لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ آن حضرت صلعم نے کبھی سارا قرآن ایک رات میں نہیں پڑہا اور نہ کبھی تمام شب
نماز پڑہی اور کبھی سارا مہینہ روزے رکھے سوائے رمضان کے اس سے بدعت ہونا کثرت عبادت کا کہاں
ثابت ہوا اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ آن حضرت صلعم سے ایسی جانفشانی نہیں ثابت ہے مگر اس سے اوسکا
ممنوع ہونا نہیں لازم آتا ہے دیکھو کتب صحاح ستہ میں عایشہ سے روایت موجود ہے جسکا حاصل یہ ہے
کہ آن حضرت صلعم کبھی بعض افعال کو بہتر سمجھتے تھے مگر امت پر شفقت فرماکے اون اعمال کو نہیں کرتے تھے
بایں خیال کہ ایسا نہو کہ اگر ہم یہ عبادت کریں تو امت پر بار گران ہو جاوے بسبب اسکے کہ وہ لوگ بھی
آپکی اتباع کرینگے یہی حاصل ہے اس روایت صحیح بخاری و سنن ابو داؤد کا ان کان رسول اللہ لیدع العمل
وہو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیہم اور ماجہ ترمذی اور شمائل ترمذی اور سنن ابو داؤد

مین کیا وہ ہے کہ آن حضرتؐ نے ایک روز پیشاب سے فراغت کی حضرت عمرؓ ایک کوزہ پانی لیکر کہڑے ہوگئے تاکہ شاید
قائم ہو نہ صرین باین خیال کہ ہر وقت باوضو رہنا بہتر ہے آپ نے پوچہا کیا ہے یہ اے عمر عرض کیا اونہون نے
اوسپا کے وضو کے واسطے پانی لایا ہون پس آپ نے فرمایا ما امرت کلما بلت ان اتوضأ ولو فعلت لکانت سنۃ
اسکا مین مامور نہین ہون کہ جب مین پیشاب کرون تو فی الفور وضو کرون اور اگر ایسا مین کرتا تو امت پر یہ
السنت ہوجاتا اس سے معلوم ہوا کہ بعض امور آپ کے نزدیک محبوب ہوتے تہے اور آپ اون افعال کو پسند
فرماتے تہے مگر بخیال اسکے کہ ایسا نہو اگر مین یہ افعال کرون تو میری امت پر مشقت ہوجاوے آپ ترک کردیتے
اور یہ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت آپ نے لکہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تین شخص آن حضرتؐ کی عبادت
کی کیفیت دریافت کرنے کے واسطے آن حضرتؐ کی بیبیون کے پاس حاضر ہوئے اور بیبیون نے آپ کی عبادت
بیان کردی پس اونہون نے کم سمجہا اوس عبادت کو اور کہنے لگے کہ ہمکو آن حضرتؐ کے ساتہ کیا نسبت ہے آپ کے
سارے اگلے اور پچہلے گناہ بخشے ہوئے ہین آپ کو زیادہ عبادت کی کیا ضرورت ہے پس اونمین سے ایک نے
کہا کہ مین تمام شب نماز ادا کرونگا اور دوسرے نے کہا مین ہمیشہ روزہ رکہونگا اور تیسرے نے کہا مین کبہی نکاح
نکرونگا پس سنی آن حضرتؐ نے یہ سب گفتگو اور فرمایا آپ نے کہ قسم ہے خدا کی مین تم سب سے بڑہ کے
پروردگار سے ڈرتا ہون اور تقوے کرتا ہون لیکن میری کیفیت یہ ہے کہ مین روزہ بہی رکہتا ہون
اور ترک بہی کرتا ہون اور شب کو نماز بہی پڑہتا ہون اور سوتا بہی ہون اور نکاح بہی کرتا ہون پس جو شخص
میری سنت سے نفرت کرے وہ ہم مین سے نہین پس اس روایت سے بہی مطلقاً کثرت عبادت کی ممانعت
ہر شخص کے واسطے ثابت نہین ہوتی ہے بلکہ ممانعت آن حضرتؐ کے طریقہ سے نفرت کرنے کی اور آپ کے
طریقہ کی ناپسند کرنی کی جیسا کہ اون صحابہ سے واقع ہوا تہا اسیوجہ سے آپ نے یہ فرمایا فمن رغب عن سنتی
فلیس منی یعنے جو میرے طریقہ سے اعراض کرے اور اوسکو برا سمجہے یا غیر معتبر سمجہے وہ مجہسے نہین ہے
اور یہ نہین کہا کہ فمن زاد علے ہذا فلیس منی تا یہ معنی ہوتے کہ جو اسپر زائد کرے وہ مجہسے نہین ہے اور یہ جو
حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی آپ نے لکہی جسکا حاصل یہ ہے کہ آن حضرتؐ کو خبر پہونچی کہ عبداللہ بن عمرو
بن العاص ہمیشہ روزہ رکہتے ہین اور تمام شب جاگتے ہین پس آپ نے کہا کہ ایسی جانفشانی نکرو کبہی روزے
رکہو اور کبہی افطار کرو اور شب کو نماز بہی پڑہو اور سوتے بہی رہو اسوجہ سے کہ تمہارے بدن کا تمپر حق ہے ایسا نہو
تم بیمار ہوجاؤ اور تمہاری آنکہون کا بہی تمپر حق ہے ایسا نہو کہ جاگتے جاگتے آنکہون کو ایذا پہونچے اور تمہاری
بی بی کا بہی تمپر حق ہے رات بہر نماز پڑہنے مین اوسکی حق تلفی ہوگی اور تمہارے مہمان کا بہی تمپر حق ہے
پس اس روایت سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اسقدر کہ ایسی کثرت عبادت جسمین سے احد امور شرعیہ مین

محال واقع ہو تو ہے اور خوارق عادت سے لذا بہ حکیمین وہ ممنوع ہے نہ یہ کہ بیجا کثرت عبادت منع کرے اور تفصیل
اسکی رسالہ التقاء السجدہ میں جو ہوا ہے جسکو شوق انصاف و تحقیق ہو وہ اوسکا مطالعہ کرے **قولہ** عدم ہر کہ
ہر شب میں ہزار رکعت پڑھنی عقلاً بھی دشوار ہے اسلیے کہ تمام رات کے درمیان اوسط میں بارہ گھنٹے ہوتے ہیں
اور چار گھنٹے اوسمیں سے منہا کرنے چاہیے تین گھنٹے اول سے شب کے کہ اونمیں کھانا پینا شب کا اور استنجا بول و براز
اور وضو اور نماز عشا کی ادا ہوا اور ایک گھنٹہ آخر سے شب کے کہ اوسمیں وقت فجر کی آمد ہوتی ہے اور نوافل
نہیں پڑھی جاتی رہے آٹھ گھنٹے تو اونمیں اگر ہزار رکعت پڑھیگا تو فی گھنٹہ سوا سو رکعت ہوئی اور وہ سوا سو رکعتیں
مع ارکان کے اور مع لحاظ واجبات کے اور سنن اور مستحبات کے ایک گھنٹے کی میعاد میں عقل سلیم محال جانتی ہے
اقول یہ تقریر آپکی بالکل معیار الحق سے مسروق ہے مگر برین عقل و فہم باید گریست آپکی عقل اگر قبول
نکرے تو کچھ عجب نہیں آپ نے اسلام کو جسکی حقیقت ہر ذی عقل ابتدا سے سمجھ سکتا ہے اور جو اسکو باطل کہتا
اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ یا معاند و متمرد ہے یا سفیہ ویسے توقف سے ایک عمر کے بعد آپنے قبول کیا جب ایسی
چیز کہ جسکو ہر عقل سلیم جھٹ پٹ قبول کرتی ہے آپکی عقل سلیم نے نہ قبول کیا تو بھلا ان کرامات کو آپکی عقل
سلیم کیونکر قبول کریگی مگر ہمکو عجب شیخ المشائخ مؤلف معیار سے ہے کہ ابتدا سے اونکو شرف اسلام حاصل ہے
اور ایک عرصہ سے وہ حدیث دانی و درس حدیث میں مشہور ہیں اور علم کتاب و سنت میں اونکی استعداد
معروف ہے باایں ہمہ ایسی بات وہ لکھ گئے جیسے کوئی ناواقف ہوتا ہے ذرا آنکھ کھولکے دیکھیے کہ صحیح بخاری
کی کتاب الانبیاء میں باب قول اللہ وآتینا داؤد زبورا میں بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے قال

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم خفف علی داؤد القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرء القرآن قبل ان تسرج دوابہ
یعنے فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آسان کر دیا گیا تھا حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام پر قرآن
یعنے توراۃ یا زبور کا پڑھنا ایسے تھے وہ کہ حکم کرتے تھے اپنے خادموں کو کہ سواریاں تیار کیجاویں اور گھوڑوں کے
زین کسے جاویں اور وہ کتاب اللہ پڑھنا شروع کرتے تھے پس پڑھ چکتے تھے ساری کتاب قبل اسکے کہ
زین گھوڑوں پر کسے جاویں اب غور کیجیے کہ سواریاں تیار کرنے میں دس بارہ گھنٹے تو صرف ہوتے نہ تھے
اور نہ زبور اور توراۃ دو تین ورق کی کتاب تھی کہ جھٹ پٹ انسان اوسکو پڑھ سکے اور نہ داؤد ویسی کہ اتنا
کمر میں تھے ہیں یہ استبعاد ہے کہ ایسا پڑھتے ہوں کہ سوا اسکے بعض مخلوق کے اور کچھ سمجھ میں نہ آوے مگر ہاں
یہ قوت ربانیہ اور خرق عادت تھی کہ تھوڑے عرصہ میں اونسے ایسی عبادت صادر ہوتی تھی کہ دوسرے سے
ایک عرصہ میں ہووے اور نظیر اسکی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شب معراج کا قصہ ہے کہ آپ بعد
نماز عشا کے مکہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمان سے اوپر تک کہ ہزار ہا سال کی مسافت طے کر گئے

اور وہان بالمشافہ تمام سب آسمانون کا اور جنت کا حال دریافت کیا اور ملائکہ سے ملاقات کی پہر آپ اوس قدر بعید
مسافت طے کرکے مکہ معظمہ مین قبل نماز صبح کے داخل ہوگئے یہ کیا تہا بجز اسکے کہ بطور خرق عادت کے تہوڑے
زمانے مین ایسی چیزین آپ سے صادر ہوئین کہ اورون سے ہزارہا سال مین نہوسکین اور یہ امر کتب عقائد سے
اچہی طرح ثابت ہے کہ جو انبیا سے بطور خرق عادت کے صادر ہو وہ اولیاء اللہ سے بطور خرق عادت کے
صادر ہوسکتا ہے کرمانی شرح صحیح بخاری مین حدیث سابق کی شرح مین لکہتے ہین دل الحدیث علے ان اللہ یطوی
الزمان لمن یشاء من عبادہ کما یطوی المکان انتہی یعنی اس حدیث نے دلالت کی اس امر پر کہ اللہ جل شانہ اپنے
خاص بندون کے واسطے طے زمان فرمادیتا ہے جیسا کہ طے مکان عنایت کرتا ہے قرآن پاک مین سورہ نمل
مین قصہ آصف بن برخیا کو دیکہیے کہ ایک لمحہ مین اونہون نے تخت بلقیس کو ملک یمن سے بمقام قیام
حضرت سلیمان علے نبینا وعلیہ السلام مین پہونچا دیا حالانکہ آصف نبی نہ تہے مگر اونسے ایسی خرق عادت
صادر ہوئی کہ ایک چشم زدن مین اونہون نے وہ کام کیا جو اورون سے مہینون مین نہین ہوسکتا ہے
کتب مناقب اولیاء اللہ کو دیکہیے تو صدہا حکایتین اس قسم کی نکلین گی کہ حضرات ابرار سے تہوڑے
زمانے مین بہت سا کام ہوا کیا اور مسافت بعیدہ طے ہوا کی مگر ہم اوس سے قطع نظر کرتے ہین باین خیال
کہ آپ لوگون کو اون سب کی تکذیب چندان بار گران نہین ہے فی الفور آپ کہ سکتے کہ وہ سب قصے
جہوٹے ہین ہم صرف انہین قصون پر جو قرآن وحدیث سے صاف ثابت ہین کفایت کرکے
کہتے ہین کہ اب یا تو آپ صحیح بخاری اور کتاب اللہ کی تکذیب کردیجیے اور مثل ملاحدہ و زنادقہ دنیا بہر
سے کہہ دیجیے کہ یہ سب باتین معتبر نہین ہین اور خارج از عقل ہین اگر ایسا کیجیے گا تو نام آپ کا دفاتر
اہل اسلام سے خارج کردیا جاویگا اور آپ سے اوس طرح کی گفتگو کیجاویگی جیسے کفار اور اتباع ملاحدہ
زنادقہ سے گفتگو کیجاتی ہے اور یا آپ اس قاعدہ کو تسلیم کیجیے کہ انبیاء کی خرق عادت اولیاء مین
ہوسکتی ہے یا یہ کہ مطلقًا اولیاء اللہ مین کرامت ہوتی ہی نہین ہے اگر ایسا ہوگا تو نام آپ کا دفاتر
اہل سنت سے خارج کرکے اوس طرح کی آپ سے گفتگو کیجاویگی جیسے معتزلہ اور فرق ضالہ سے گفتگو
ہوتی ہے اگر ان دونون شقون کو آپ نہ پسند کرین تو اپنے ان اقوال باطلہ کو اپنی کتابون سے
نکال ڈالیے اور اپنے بیان کی خود تکذیب کیجیے اور یہ تو کوئی کہ نہین سکتا ہے کہ اورون سے اوس
قسم کی بات ہوسکتی ہے لیکن ابوحنیفہ سے نہین ہوسکتی ہے اس وجہ سے کہ اگر عقل سلیم اسقدر کثرت
عبادت اور سرعت تلاوت اور طے مسافت وغیرہ کو تہوڑے زمانے مین بعضون کے واسطے تجویز کریگی
تو ابوحنیفہ کے حق مین بہی اسکے امکان کو تجویز کرے گی اگر یہ کہیے کہ ابوحنیفہ کچہ ولی تہے کہ اون سے ایسی خوارق عادات

ہوئی تو جواب اوسکا اولاً تو یہ ہے کہ یہی شبہ اور محدثون پر بھی ہوتا ہے جنسے کثرت عبادت عرصۂ قلیل مین
ثابت ہے جیسا کہ سابقاً معلوم ہوچکا آپ آپکی ولایت ثابت کیجیے ہم ابو حنیفہ کی ولایت ثابت کردینگے
ثانیاً یہ ہے کہ بعد اتباع شریعت کے جب کسی سے خرق عادت ہوئی تو یہی دلیل ولایت کی ہوتی ہے
اور اسکی احتیاج نہین ہوتی ہے کہ کرامت جب عالی جاوے جب ولایت پہلے سے ثابت ہووے پس
ہرگاہ امام سے کہ اتباع شریعت مین اونکا بے مثل ہونا بتصریح محدثین ثابت ہے ایسی خرق عادت
ہوئی تو اونکی ولایت مین کسکو شبہ ہوگا + اور اگر یہ کہیے کہ یہ سب تقریرین تو موقوف اس امر پر ہین
کہ امام سے ایسی کثرت عبادت بسند صحیح ثابت بھی تو ہو تو جواب اسکا یہ ہے کہ اسکو ہم سابقاً ثابت
کرچکے ہین حاجت اعادہ کی نہین ہے الحاصل ارباب قوی ربانیہ و اصحاب نفوس قدسیہ کو حق جل و علے
کی طرف سے ایسی قوت عنایت ہوتی ہے کہ تھوڑے سے زمانے مین اونسے ایسی عبادتین صادر
ہوتی ہین اور وہ وہ امور اونسے سرزد ہوتے ہین جو عوام سے مہینون اور برسون مین بھی نہین
ہوتے ہین پس اگر ایسے امور کو عقل سلیم عوام تجویز نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر
مطلقاً تجویز نہین کرتی ہے تو وہ عقل سلیم نہین ہے آگے نظیر حال عباد و زہاد کی حال علماء و محدثین ہے
کہ بعض علماء کو مرتبہ طے زمان کا عنایت ہوتا ہے کہ وہ تھوڑی سی عمر مین ایسی بڑی بڑی تصنیفین کرجاتے ہین
کہ اور علماء سے برسون مین نہو سکین دیکھیے جلال الدین سیوطی کو کہ جنکی ولادت ۸۴۹ھ مین اور وفات
۹۱۱ھ مین ہے اسقدر عمر مین پانسو تصانیف اونہون نے کین اور اونمین سے بعضی ایسی ہین جیسے
در منثور و تفسیر مسند وغیرہ کہ اونکا تمام کرنا اسقدر عمر مین باوجود دیگر اشغال کے عوام کے نزدیک مستبعد ہے
صاحب ہدایہ کی کفایۃ المنتہی کو دیکھیے کہ اسی جلدون مین ہے مجد کو ملاحظہ کیجیے کہ چالیس جلدون مین ہے
اغانی کو دیکھیے کہ بیس جلدون مین ہے تفسیر ابن جریر طبری کو آنکھ کھول کر دیکھیے غرض اتنی بڑی بڑی
تصانیف ان علماء سے عرصۂ قلیل مین ہونا کیا مستبعد نہین بیشک مستبعد ہے عوام کیا بلکہ بہت سے
خواص ایسے امور سے عاجز ہین آپکے شیخ الشیوخ باوجود اتنی عمر کے آج تک کسی تصنیف پر قادر نہوے
بجز دو چار رسالون کے کہ چند اجزا کے ہین پس معلوم ہوا کہ تھوڑے زمانہ مین بہت کام کرنا صدہا بندون کو
حاصل ہوا ہے اور ہمکو شیخ المشایخ مولف معیار کے اس حساب پر سے جسکو آپ نے نقل کردیا ہے بہت تعجب
ہوتا ہے کہ اپنے پر قیاس کرکے خواص بندگان خدا کی قدرت کا بھی انکار کر گئے بیچارے گنتے اول شب کے سورہ
منہا کیے کیا خاص بندون کا کہنا پینا ایسا ہوتا تھا جیسے آپ لوگ کھاپی مدافعت کرتے ہین کیا اونکا استنجا
اسی طرح کا تھا جیسے آپ استنجا کرتے ہین کیا وہ اسطرح سے آرام کرتے تھے جیسے آپ لوگ ٹانگ پھیلا کے

سوتے ہین کیا وہ لوگ ایسے غافل تہے جیسے آپ لوگ عمر ضائع کرتے ہین کیا اونکا ہر وقت وضو شکست
ہوا کرتا تہا اور حاجت استنجے کی ہر وقت ہوا کرتی تہی جیسے آپ لوگون کی کیفیت ہی جیسا انسان آپ ہوتا ہے
ویسا دوسرون کو بہی سمجہتا ہے حضرت ائمہ اور اولیاء اللہ کی یہ کیفیت تہی کہ ایک لمحہ اونکا ضائع نہین ہوتا تہا
اور کسی حالت مین اونکو رتبہ غفلت کا حاصل نہین ہوتا تہا اور بسبب تصفیہ نفس کے اونکو قدرت حاصل تہی
کہ عرصہ قلیل مین بڑی بڑی جانفشانیان کرتے تہے اور پہر اونپر بار نہین ہوتا تہا نہ یہ کہ آٹھ رکعت تراویح
اور ایک رکعت وتر پڑہ کے تمام رات سوئین اور سوائے فرائض پنجگانہ کے اور سنتین و نوافل سب کو بالائے
طاق رکہدین اور پہر دعوے اتباع سنت کا کرین اللہم احفظنا من شرور انفسنا قولہ ہان جس طرح سے
کہ قفال مروزی نے امام ابوحنیفہ کی نماز سلطان محمود بادشاہ کو پڑہ کے دکہلائی تہی اگر اس طرح سے پڑہی جاوے
تو ایک ہزار نہین ایک گہنٹہ مین دو ہزار رکعت سے بہی زیادہ پڑہی جاتی ہین اور امام ابوحنیفہ کی نماز جو قفال مروزی
نے پڑہی تہی وہ یہ ہے امام الحرمین نے اپنی کتاب مغیث الخلق فی اختیار الحق مین لکہا ہے کہ سلطان محمود
بادشاہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر تہا اور علم حدیث کی حرص رکہتا تہا اور مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کرتا تہا
پس اکثر احادیث کو اوسنے موافق مذہب شافعی کے پایا تو اوسکے دل مین محبت اس مذہب کی پڑگئی پس
اوسنے فقہاء کو جمع کیا اور اونسے ایک مذہب کی دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالبہ کیا تو اس بات پر سب کا
اتفاق ہوا کہ دونون مذہب کے موافق دو رکعت نماز پڑہی جاوے پس اوس نماز مین نظر اور فکر کرنے سے
جو مذہب اچہا معلوم ہو اوس مذہب کو اختیار کرنا چاہیے پس قفال مروزی نے نماز پڑہنی شروع کی تو
وضو کو پوری شرطون سے ادا کیا اور لباس اور استقبال قبلہ بہی بخوبی کیا اور نماز کے ارکان اور فرض اور
سنتین اور آداب کو بوجہ کمال ادا کیا اور ایسی نماز پڑہی جس سے کمی کرنا شافعی کے نزدیک نہین درست ہے
پہر دو رکعت اسطور پر ادا کین کہ کتے کی کہال دباغت کی ہوئی کو پہن لیا اور اوسکی چوتہائی کو نجاست سے
آلودہ کیا اور کہجور کے نچوڑے سے بدون نیت وضو کیا ایسے موقع پر کہ موسم گرم تہا اور میدان فراخ تہا
پس مکہیان اور مچہر اونپر جمع ہوگئے اور وضو بہی اولٹا کیا یعنے پہلے بایان پانون دہویا پہر داہنا پہر بایان
ہاتہ کہنی تک پہر داہنا پہر چوتہائی سر کا اولٹا مسح کیا پہر منہ دہویا پہر ناک مین تین مرتبہ پانی ڈالا پہر کلی کی
پہر ہاتہ دہوئے پہر جب نماز مین داخل ہوئے تو بجائے تکبیر بزبان فارسی کہا کہ خدا سے بزرگ است اور پہر
قراءت فارسی آیت قرآن مدہامتان کا ترجمہ کیا برگ دو سبز پہر مرغ کی طرح سے سجدے کئے بغیر فرق کے دو ٹہونگین ماری
اور بجائے السلام علیکم کے گوز ماردیا اور کہا اے سلطان یہ نماز ابوحنیفہ کی ہے بادشاہ نے کہا کہ اگر اسطرح کی نماز
ابوحنیفہ کی نہولی تو مین تجہکو مارڈالونگا پس حنفیون نے اس طرح کی ابوحنیفہ کی نماز ہونے سے انکار کیا

پس قفال مروزی نے حنفی مذہب کی کتابیں غلط کین اور بادشاہ نے ایک نصرانی کو جو کہ ذی علم تھا شافعی اور
حنفی دونوں مذہب کی کتابوں کے پڑھنے کا حکم دیا تو ابوحنیفہ کی نماز ویسی ہی پائی گئی جس طرح کہ قفال مروزی
نے پڑھ کے دکھلائی تھی پس بادشاہ نے ابوحنیفہ کے مذہب کو چھوڑ دیا اور شافعی کے مذہب کو اختیار کیا انتہی

اقول یہ قصہ نماز قفال مروزی شافعی کا ہر چند کہ صاحب مغیث الخلق اور مرآۃ الجنان وغیرہ میں مذکور ہے
مگر اس سے شان مذہب حنفی میں کچھ بھی کمی منقص نہوئی بلکہ قفال غفال کی سبکی اور تعصب مذہبی اور
خبث نفسی واضح ہوگئی اس سے بڑھ کے کیا تعصب ہوگا کہ انہوں نے اپنی مذہب کے موافق کی دو رکعتیں
تو کمال آداب سے مع ادائے فرائض و واجبات و سنن و مستحبات ادا کی اور حنفیہ کے موافق مذہب کی جب
دو رکعتیں پڑھنے لگے تو وضو اور نماز میں کتنے واجبات اڑا گئے اور کتنے سنن و مستحبات کو چھوڑ گئے
اور کتنے مکروہات و محرمات کا ارتکاب کر گئے ایسی نماز نعوذ باللہ پڑھنا اور اوسکو امام ابوحنیفہ کی نسبت کرنا
یہ اونہیں کا کام تھا اور اوسکو اچھا سمجھنا اور اونکی اس حرکت کو بہتر جاننا اور اوسکو شائع کرنا اور بغرض
تحقیر مذہب حنفی اس قصہ کو پیش کرنا یہ آپ ایسے جاہلوں اور متعصبوں کے سوا کسی عاقل کا کام نہیں
خدا تعالے قفال کی مغفرت فرماوے اور اپنے لطف و کرم سے اونکے نامہ اعمال سے اس گناہ کو محو کرے
اور آپ لوگوں کو عقل و سمجھ دے تفصیل اس اجمال کی اون رسائل میں جو خاص قفال کے اس قصہ کی رد میں
تصنیف ہوئے ہیں موجود ہے جسکو شوق ہو دیکھ لے جیسے رسالہ ملا عبد النبی بن احمد بن ملا حمید القدوسی
گنگوہی کا اور رسالہ ابوالقاسم عبد العلیم بن عثمان قریشی یمنی کا اور رسالہ ملا علی قاری مکی کا مسمی بہ
تشنیع الفقہاء الحنفیہ بتشنیع سفہاء الشافعیہ ہم یہاں مختصراً کچھ بیان کیے دیتے ہیں تا عوام دہوکہ
سے محفوظ رہیں اور اس قصہ کو دیکھ کے وحشت میں نہ پڑیں پہلے اونکے وضو کو دیکھو اونہوں نے موافق
حنفی مذہب کے کیا تھا غور سے دیکھیے کہ کیا کچھ خرابیاں اوسمیں موجود ہیں اول یہ کہ وضو اونہوں نے
اولٹا کیا اور اوس ترتیب کو جو قرآن پاک میں مذکور ہے چھوڑ دیا اور وضو میں ترتیب اگرچہ ابوحنیفہ
کے نزدیک فرض نہیں ہے مگر اوسکے مستحب بلکہ سنت موکدہ ہونے میں شبہہ نہیں ہے بعض حنفیہ نے
جیسے قدوری نے اسکو مستحبات میں شمار کیا مگر اس قول کو ابن ہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں رد

کر دیا اور صاف لکھدیا لا شبہۃ فی جعل ہذہ الامور الثلاثۃ من مستحبات انما ہی الروایۃ واما فی الدرایۃ فینبغی
لینے میں کوئی شبہہ نہ قدوری کے پاس ان تین چیزوں کے مستحبات سے گننے کی یعنی مسح کل
اور نیت اور ترتیب نہ بروایت اور نہ درایت جیسے نہ باعتبار روایت مذہب کے اور نہ باعتبار درایت کے
پس معلوم ہوا کہ صحیح نزدیک حنفیہ کے یہ ہے کہ ترتیب وضو میں سنت موکدہ ہے اور سنت موکدہ

ترک کرنا بلا عذر شرعی باعث ملامت ہے اور دلیل سنیت اس پر کہ ترتیب فرض یا واجب نہین یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے بھی بے ترتیب وضو کرنا بعض روایات مین وارد ہو گیا ہے سنن ابو داؤد مین مقدام بن معدیکرب سے
مروی ہے اتی رسول اللہ بوضوء فتوضأ فغسل کفیہ ثلاثا وغسل وجہہ ثم غسل ذراعیہ ثلاثا ثم تمضمض واستنشق ثلاثا ثم
مسح برأسہ واذنیہ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی وضو کرنے کے واسطے آیا پس آپ نے وضو
کیا اسطور پر کہ پہلے دونون ہتیلی دہوئین اور منہ دہویا پہر دونون ہاتہ دہوئے پہر کلی کی پہر ناک مین پانی
ڈالا پہر سر اور کان کا مسح کیا اور سنن دارقطنی مین لیث بن سعد سے مروی ہے قال اتی عثمان المقاعد فدعا
بوضوء فتمضمض واستنشق ثم غسل وجہہ ثلاثا ورجلیہ ثلاثا ثم مسح رأسہ ثم قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یتوضأ ہکذا یعنے حضرت عثمان بن عفان مقاعد مین آئے اور پانی طلب کیا پس کلی کی اور ناک مین پانی ڈالا پہر
منہ دہویا تین مرتبہ پہر دونون پاؤن دہوئے پہر سر کا مسح کیا پہر فرمایا کہ ایسے ہی مین نے آنحضرت کو دیکہا کہ
وضو کرتے تہے ان اخبار سے معلوم ہوا کہ اگر وضو اولٹا بہی کریگا تو نماز اوس سے جائز ہو جاویگی مگر چونکہ اکثر
احادیث سے مواظبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوپر ترتیب کی ثابت ہوتی ہے اس وجہ سے جمہور
حنفیہ بلکہ جمہور علماء امت محمدیہ اسکی سنت موکدہ ہونے کے قائل ہین کتب حنفیہ کو آنکہہ کہول کے دیکہو کہ منجملہ سنن
موکدہ کے ترتیب مذکور ہے پس عمداً وضو اولٹا کرنا اور سنت موکدہ کو قصداً چہوڑ دینا کسی عقلمند کا کام نہین ہے
اور پہر نسبت اسکے حنفیہ کی طرف کرنا اور بہی خلاف عقل ہے دوسرے یہ کہ قفال نے مسح سر کا صرف چوتہائی کا کیا
اور عمداً سنت موکدہ کو چہوڑ دیا حنفیہ کے نزدیک اگرچہ فرض بقدر چوتہائی کے ہی ہے لیکن کل سر کا مسح کرنا سنن موکدہ
مین شمار کیا ہے وقایہ بلکہ تمام کتب حنفیہ مین بحث سنن موکدہ مین مذکور ہے ومسح کل الراس مرۃ اور اسقام نے
ایک فریب دہی یہ کی کہ مذہب حنفی کے وضوء مین تو صرف چوتہائی سر کے مسح پر کفایت کی اور مذہب شافعی کے وضوء مین پورے
سر کا مسح کیا حالانکہ شافعی کے نزدیک بقدر چوتہائی بہی فرض نہین ہے بلکہ بقدر ایک بال دو بال تین بال
کے بہی کافی ہے اقناع شرح مختصر ابی شجاع شافعی مین بحث فرائض وضوء مین ہے ومسح بعض الراس بما یسمی
مسحا ولو بعض شعرۃ راسہ او بعض شعرہ او واحدۃ انتہی تیسرے یہ کہ چوتہائی سر کا مسح اولٹا کیا اور سنت موکدہ کو چہوڑ دیا
حنفیہ کے نزدیک چوتہائی سر کا مسح اگرچہ گدی کی طرف سے ہو یا داہنے بائین ہو کافی ہے مگر مسنون یہی ہے
کہ سامنے پیشانی کی طرف کے چوتہائی سر کا مسح کیا جاوے اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یون ہی ثابت ہے
صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے فمسح بناصیتہ چوتہے یہ کہ بدون نیت کے وضو کیا حالانکہ نیت وضوء مین حنفیہ
کے نزدیک اگرچہ فرض نہین مگر سنت موکدہ ہونے مین اسکے شبہہ نہین ہے جیسا کہ مطالعہ کتب حنفیہ سے
واضح ہے پانچوین یہ کہ بوسر درست باوجود قدرت کے پانی پر کہجور کے نچوڑے ہوے پانی سے وضو کیا حالانکہ

ابوحنیفہ سے اس باب میں تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ نبیذ تمر یعنے کھجور بھیگے ہوئے پانی کھجور سے مطلقاً وضو
ناجائز ہے اور یہی مذہب امام ابو یوسف کا ہے دوسرے یہ جب پانی نہ ملے تو وضو کرے تیسرے یہ کہ وضو کرے اور
تیمم بھی کرے عینی کی شرح ہدایہ میں قال ابو بکر الرازی فی کتاب احکام القرآن کہا ابو بکر رازی نے کتاب احکام القرآن
میں عن ابی حنیفۃ فیہ ثلاث روایات ابو حنیفہ سے اس باب میں تین روایتیں ہیں وجواز التوضی بہ ہو الروایۃ المشہورۃ
اور جائز ہونا وضو کا یہی مشہور روایت ہے ابو حنیفہ سے وقال قاضیخان وہو قولہ الاول اور کہا قاضی خان نے
یہی اول قول انکا ہے وہو قول زفر اور یہی قول ہے زفر کا وروی عنہ الجمع کسور الحمار وبہ قال محمد اور روایت
کیا گیا ہے انسے جمع کرنا درمیان تیمم اور وضو کے اور یہی مذہب ہے امام محمد کا وروی عنہ نوح بن ابی مریم
واسد بن عمرو والحسن انہ یتیمم ولا یتوضأ اور روایت کیا ہے نوح بن ابی مریم اور اسد بن عمرو اور حسن بن
زیاد نے انسے کہ تیمم کرے اور وضو نکرے قال قاضیخان ہو الصحیح وہو قولہ الاخیر وقد رجع الیہ کہا قاضی خان نے
کہ یہی صحیح ہے اور یہی آخر قول ہے ابو حنیفہ کا اور اسی کی طرف رجوع ثابت قول اول سے وہو اختیار الطحاوی
اور یہی مختار ہے طحاوی کا وبہ قال الشافعی ومالک واحمد وعامۃ العلماء اور یہی مذہب ہے شافعی اور مالک
اور احمد اور اکثر علماء کا اور فتاوے تاتارخانیہ میں ہے اما التوضی بالانبذۃ فقد اتفقوا انہ لا یجوز
حال وجود الماء واما حال عدم الماء فقد قال ابو حنیفۃ یجوز التوضی بنبیذ التمر انتہی یعنے اتفاق کیا ہے
تمام فقہاء ومجتہدین نے اس امر پر کہ نہیں جائز ہے وضو نبیذ تمر وغیرہ سے بوقت قدرت کے پانی پر اور
بوقت نہ ملنے پانی کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے اور ائمہ کے نزدیک نہیں ان
عبارات سے معلوم ہوا کہ ابو حنیفہ کے نزدیک موافق قول قدیم کے وضو ساتھ نبیذ تمر کے جائز ہے
مگر بشرط نہ ملنے پانی کے اور موافق قول جدید کے کہ طرف انہوں نے رجوع کیا ہے مطلقاً جائز نہیں
پس قفال کا نبیذ تمر سے وضو کرنا باوجود موجود ہونے پانی کے اور نسبت اوسکی امام کی طرف کرنا خالی
جہالت سے نہیں ہے چھٹے یہ کہ بر تقدیر جواز وضو کے ساتھ نبیذ تمر کی نیت اوسمین حنفیہ کے نزدیک بھی
شرط ہے کافی وغیرہ میں ہے ذکر القدوری فی شرحہ عن اصحابنا ان الوضوء بنبیذ التمر لا یجوز الا بالنیۃ
کالتیمم لانہ بدل عن الماء کالتیمم حتے لا یجوز التوضی بہ حال وجود الماء انتہی یعنے قدوری نے اپنی شرح میں
ہمارے ائمہ اور مشائخ سے نقل کیا ہے کہ وضو ساتھ نبیذ تمر کے بدون نیت کے نہیں جائز ہے مثل تیمم کے
کیونکہ وہ بدل ہے پانی کا اسی وجہ سے بر تقدیر ملنے پانی کے نہیں جائز ہے پس نبیذ سے وضو بدون نیت
کے کرنا اور اوسکو امام کی طرف منسوب کرنا عین سفاہت ہے الغرض جیسا وضو قفال نے کیا بمذہب
ابو حنیفہ ہرگز وہ وضو صحیح نہیں ہوا اور نماز اوسنے بے وضو پڑھے آپ اوسکی نماز کا حال سنیے کہ کسقدر

خرابیاں اوسمین موجود ہین ایک یہ کہ اونہون نے کتے کا چمڑا دباغت کیا ہوا پہن لیا حالانکہ حنفیہ اس
باب مین مختلف ہین کہ کتا نجس ہو کے نجس العین ہے یا نہین ہے ایک جماعت فقہا نے تو فتوے اسپر
دیا ہے کہ نجس العین ہے اور چمڑا اوسکا دباغت سے پاک نہین ہوتا ہے اور ایک جماعت نے فتوے عدم
نجاست عینیہ پر دیا اور چمڑے کو اوسکے بعد دباغت کے طاہر کہدیا نہایہ مین ہے اما جلد الکلب فعن اصحابنا
فیہ روایتان فی روایة یطہر بالدباغ وفی روایة لا یطہر وہو الظاہر من المذہب انتہی یعنے کتے کے چمڑے کے
باب مین ہمارے ائمہ سے دو روایتین ہین ایک یہ کہ دباغت سے طاہر ہوجاتا ہے دوسرے یہ کہ نہین
اور یہی ظاہر مذہب ہے اور ابو المکارم کی شرح مختصر وقایہ مین ہے فی فتاوی قاضی خان ما یدل علے ان الکلب
نجس العین وفی موضع آخر ما یدل علے انہ لیس بنجس العین وسمعت ان الروایة الصحیحة عندنا ہو الاول انتہی یعنے
فتاوے قاضی خان کے بعض مسائل دلالت کرتے ہین اس امر پر کہ کتا نجس العین ہے اور بعض مسائل
اس امر پر کہ نجس العین نہین ہے اور سنا ہے مین نے مشائخ سے کہ روایت صحیحہ نزدیک ہمارے روایت
اولے ہے اور تنویر الابصار اور در مختار مین ہے اعلم ان الکلب لیس بنجس العین عند الامام وعلیہ
الفتوے وان رجح بعضہم النجاسة انتہی یعنے کتا نجس العین نہین ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور اسی
فتوے ہے اگرچہ بعض فقہا نے نجاست کو ترجیح کیا ہے اور بدائع مین قول عدم نجاست عینیہ کے حق مین
کہا ہے وہو الصحیح والاقرب الی الصواب انتہی یعنے یہی صحیح ہے اور قریب ہے صواب کے اور بحر رائق
مین اسی قول کے حق مین مرقوم ہے وہو ظاہر المتون انتہی یعنے یہی ظاہر متون فقہیہ ہے اور فتح القدیر مین
مرقوم ہے وہو مقتضی عموم الادلة انتہی یعنے یہی مقتضی ہے ادلہ شرعیہ کا کہ کتا نجس العین نہین ہے
ان عبارات سے معلوم ہوا کہ درباب نجاست عینیہ وطہارت جلد کلب کی ائمہ حنفیہ سے دو روایتین ہین
اور مشائخ حنفیہ کا فتوے بھی اس باب مین مختلف ہے بہر تقدیر قفال کو الزام سے نجات نہین ہے لیکن
بر تقدیر روایت نجس العین ہونے کتے کے پس ظاہر ہے کیونکہ اس روایت پر چمڑا اسکا نجس ہے دباغت
سے پاک نہین ہوتا ہے پس اوسکو پہن کے نماز پڑھنا کسیطرح سے درست نہین ہے اور بر تقدیر روایت
عدم نجاست کے اگرچہ اوسکا چمڑا پہن کے نماز ہوجاویگی لیکن اس قسم کے لباس مین کہ امرا اور روساء کے
پہننے الانسان بسبب دناءت ورذالت کے پہن کے نجاستکے نماز حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہوتی ہے در مختار
مین بحث مکروہات نماز مین مرقوم ہے وصلاته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته ومهنة انتہی دوسرے یہ کہ
مالی کو نجاست سے آلودہ کیا یہ جرأت اور بے حیائی قابل غور ہے کہ عمداً نجاست کے ساتھ نماز پڑھی اور
حنفیہ کی طرف نسبت کردیا کہ ایسی نماز انکی نزدیک جائز ہے حالانکہ ایسی نماز سے حنفیہ کے نزدیک

سخت گناہ لازم ہوتا ہے اسوجہ سے کہ انکے نزدیک یہ امر محقق ہے کہ نجاست غلیظہ جیسے پلید اور پیشاب
آدمی کا اگر کپڑے مین اتفاقی لگ جاوے تو بقدر درہم کے اگر ہو اور اوسکو بغیر دھوئے نماز پڑھے تو نماز
ہوجاوے گی اور اگر نجاست خفیفہ ہے جیسے بکری کا پیشاب تو چوتھائی کپڑے سے کم اگر ہو تو معاف ہے
بدون دھوئے اگر نماز پڑھ لیگا تو نماز ہوجاویگی اور معنی درست ہوجانے نماز کے ان دونون صورتون مین
یہ نہین ہین کہ کچہ گناہ نہوگا یا دہونا نہ دہونا دونون برابر ہے بلکہ باوجود قدرت کے نہ دہونا اوسکا مکروہ تحریمی
قریب حرام ہے صرف اوس سے مراد اسیقدر ہے کہ اوس نماز کے قضا کی ضرورت نہوگی اور اگر درہم سے زائد
نجاست غلیظہ ہو اور ربع یا ربع سے زائد خفیفہ ہو تو معاف نہین بدون دہوئے ہوئے اوسکے کسیطرح نماز
درست نہین اور عمداً نجاست کپڑے مین لگا لینا اور قصداً نماز اوسکے ساتھ پڑھنا کسیطرح درست نہین
بلکہ ایسا فعل شان اسلام سے بعید ہے تنویر الابصار اور اوسکی شرح درمختار مین ہے وعفی الشارع عن قدر
درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ وما دونہ تنزیہا فیسن وفوقہ مبطل فیفرض وہو مثقال فی کثیف لہ جرم وعرض مقعر الکف
فی رقیق من مغلظۃ کعذرۃ آدمی وکذا کل ما خرج منہ موجبا للوضوء او الغسل مغلظ وبول غیر ماکول ولو من صغیر
لم یطعم ودم وخمر وخرء دجاج وعفی دون ربع ثوب من مخففۃ کبول ماکول لحمہ وخرء طیر غیر ماکول انتہی حاصل اسکا یہ ہے
کہ جو نجاست غلیظہ ہو جیسے آدمی کا پائخانہ اور پیشاب اور جو نجاست اوس سے نکلے کہ باعث واجب ہونے وضو
اور غسل کا ہووے اور خون اور شراب اور پیشاب اون جانورون کا جنکا کھانا حرام ہے اور پیشاب چھوٹے
لڑکے کا جو صرف دودھ پیتا ہو اور پائخانہ مرغی کا سو مین جو کثیف جرم دار ہو اوس سے بقدر درہم کے معاف ہے
اور جو رقیق ہو اوس سے بقدر ہتھیلی کے گڑھے کے معاف ہے اور نجاست خفیفہ سے جیسے پیشاب اون
جانورون کا جسکا گوشت حلال ہے اور پائخانہ اون جانورون کا جنکا گوشت حلال نہین ہو چوتھائی کپڑے سے کم
معاف ہے مگر دونون صورتون مین باقی رکھنا اسقدر نجاست کا مکروہ تحریمی ہے اور دہونا اوسکا واجب
ہے اور اگر اس سے نجاست کم ہو تو اوسکا نہ دہونا مکروہ تنزیہی اور دہونا اوسکا مسنون ہے اور اگر اس سے
زیادہ ہو تو نماز بدون دہوئے اوسکے باطل ہے اور دہونا اوسکا فرض ہے اور محیط مین ہے یکرہ ان
یصلی ومعہ قدر درہم او دونہ من النجاسۃ عالما بہ انتہی یعنی مکروہ ہے نماز ایسی حالت مین کہ اوسکے کپڑے
یا بدن مین بقدر درہم یا اوس سے کم نجاست ہووے اور اوس شخص کو معلوم ہووے اور فتح القدیر مین ہے
والصلوۃ مکروہۃ مع مالا یمنع انتہی اور نماز مکروہ ہے اوسقدر نجاست کے ساتھ جسقدر عفو ہے اور ایسی
ہی نہایہ اور بحر الرائق اور شرح منیہ وغیرہ مین ہے پس معلوم ہوا کہ قفال غفال نے چند امر خلاف حنفیہ کے
ایک تو عمداً اپنے کپڑے کو نجس کر لیا جانا کہ اوسکو کوئی حنفی جائز نہین رکھتا ہے دوسرے یہ کہ جو چوتھائی

نجاست سے آلودہ کیا معلوم نہیں کہ کون سی نجاست لگائی عجب نہیں ہے کہ پاخانہ غلیظ یا پیشاب لگا لیا ہو اگر
وہ نجاست غلیظہ ہو تو بقدر درہم حنفیہ کے نزدیک معاف نہ چوتھائی اور اگر خفیفہ ہو تو چوتھائی حصے کم معاف ہے نہ بقدر چوتھائی
پس چوتھائی کے ساتھ نماز کا ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے تیسرے یہ کہ بقدر درہم یا قریب چوتھائی کے نجاست کے ساتھ
اگر نماز پڑھی ہے تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے بڑا تعجب ہے کہ ابو حنیفہ کے مذہب سے تو انکو واقفیت نہ تھی تہمت
لگانے پر تیار ہو گئے اور حرام افعال کا ارتکاب کر کے نسبت انکی حنفیہ کیطرف کرنے لگے اور اپنے مذہب کی نماز میں ایسے امور کا
ارتکاب نہ کیا منی آدمی کی اور ایسے ہی سب جانوروں کی مذہب شافعی میں پاک ہے تو قفال اگر اپنے مذہب کی نماز پڑھتے تو گدھے کی
منی یا اپنی منی تمام بدن میں لگا لیتے اور تھوڑا سا اوسکو پانی میں گھولکر اوسی سے وضو کرتے اور تھوڑا سا بطور تبرک کے اوسکو
تناول بھی فرما لیتے تو نہایت لطف ہوتا تیسرے یہ کہ بجائے اللہ اکبر شروع نماز میں خدائے بزرگ کا استعمال کیا حالانکہ ابو حنیفہ کے
نزدیک اگرچہ فارسی ہندی وغیرہ کسی زبان میں اگر ترجمہ اللہ اکبر کا کرے تو نماز درست ہے مگر خالی کراہت سے نہیں اور [illegible]

زبان عربی بلکہ خاص لفظ اللہ اکبر ہے رد المحتار میں ہے واما صحۃ الشروع بالفارسیۃ وکذا جمیع اذکار الصلوۃ فہی علی الخلاف

فعندہ تصح الصلوۃ بہا مطلقا خلافا لہما والظاہر ان الصحۃ عندہ لا تنفی الکراہۃ انتہی اپنے شروع کرنا
نماز کا فارسی زبان میں اور ایسے ہی اور اذکار نماز جیسے التحیات و تسبیح وغیرہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک زبان
فارسی میں درست ہے مطلقاً اور امام اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک اگر زبان عربی سے عاجز ہو تو
دوسری زبان میں ان اذکار کا ادا کرنا درست ہے ورنہ نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ امام کے نزدیک صحت
نہیں نفی کرتی ہے کراہت کو یعنی ذاکر ان اذکار کا اگرچہ نماز کی صحت کے واسطے کافی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں ہے
چوتھے یہ کہ تلاوت قرآن میں صرف ایک آیت پر کفایت کی حالانکہ اگرچہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرض ایک ہی آیت ہے
مگر نہ ایسی آیت جیسے مدھامتان یا ق یا ص اور امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک بقدر تین آیت چھوٹی
یا ایک آیت بڑی کے فرض ہے سعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ میں مبین سے منقول ہے

ثم کون فرض القراءۃ آیۃ انما ہو عند ابی حنیفۃ وقالا ثلاث آیات قصارا او آیۃ طویلۃ ولو کانت

الآیۃ کلمۃ مثل مدہامتان او حرفا واحدا مثل ق ون اختلف فیہما وقال المرغینانی
الاصح انہ لا یجوز لانہ یسمی عادا لا قاریا انتہی یعنی فرض ہونا بقدر ایک آیت کے
امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور کہا صاحبین نے کہ فرض بقدر تین آیت چھوٹی
یا ایک آیت بڑی کے ہے اور اگر ہووے آیت ایک کلمہ جیسے مدھامتان یا ایک حرف
جیسے ق یا ن اسمیں موافق مذہب امام کے اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ نہیں
جائز ہے کیونکہ اسقدر پڑھنے والا پڑھنے والا نہیں سمجھا جاتا ہے اور یہی اوسمیں

بحرالرائق سے منقول ہے اختلف المشائخ فیہ والصحیح انہ لا یجوز انتہی یعنے اگر بقدر ایک کلمہ کے پڑہی اختلاف کیا ہے
مشائخ نے اسمین اور صحیح یہ ہے کہ نہین جائز ہے اور اوسمین قنیہ سے منقول ہے الاصح عدم الجواز انتہی یعنے
اصح یہ ہے کہ اسقدر قرأت نہین جائز ہے یا تنبیہ یہ کہ اگرچہ ابو حنیفہ کے نزدیک ایک ہی آیت فرض ہے مگر اوسکا
پڑہنے والا گنہگار ہے شرح وقایہ مین ہے وفرض القراءۃ آیۃ والمکتفی بہا مسیئ لترک الواجب انتہی یعنے فرض قرأت
کی ایک آیت ہے اور کفایت کرنے والا اسپر گنہگار ہے بسبب ترک واجب کے تنبیہ یہ کہ سورہ فاتحہ کا پڑہنا چہوڑ دیا
حالانکہ تمام کتب حنفیہ مین ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑہنا واجب ہے اور عمداً اوسکے چہوڑنے سے فسق لازم آتا ہے
ساتوین تنبیہ یہ کہ سورت کا ملانا چہوڑ دیا حالانکہ تمام کتب حنفیہ مین ہے کہ سورت کا ملانا بعد فاتحہ کے واجب ہے
اور عمداً اسکا ترک کرنا بڑا گناہ ہے آٹھوین تنبیہ یہ کہ فارسی مین ترجمہ ہماستان کا پڑہا حالانکہ امام ابو حنیفہ
کی اس باب مین دو قول ہین پہلا قول یہ ہے کہ فارسی مین قرآن پڑہنا درست ہی عربی پڑہنے پر قادر ہو یا
نہ ہو مگر اس سے اونہون نے رجوع کیا اور آخر مین اسکے قائل ہوگئے کہ عربی پڑہنا ضرور ہے فارسی پڑہنا نہین درست
ہے اکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس مین تفصیل اس مسئلہ کی مذکور ہے جسکو شوق ہو اوسکا مطالعہ
کرے اور اوسمین ابن ملک کی شرح منار سے منقول ہے الاصح انہ رجع عن ہذا القول انتہی یعنے اصح یہ ہے کہ ابو حنیفہ نے
رجوع کیا اس قول سے یعنے جواز غیر عربی سے اور تحقیق شرح منتخب حسامی سے منقول ہے قد صح رجوع ابی حنیفۃ
الی قول العامۃ برواہ نوح ذکرہ فخر الاسلام فی شرح کتاب الصلوۃ وہو اختیار القاضی ابی زید وعامۃ المحققین انتہی
یعنے صحیح ہے ثابت ہونا رجوع ابو حنیفہ کا طرف قول اکثر کے کہ غیر عربی نہین درست ہے روایت کیا ہے اسکو
ابو حنیفہ سے نوح بن ابی مریم نے اور ذکر کیا اسکو فخر الاسلام بزدوی نے شرح کتاب الصلوۃ مین اور یہی مختار ہے
قاضی ابو زید دبوسی اور اکثر محققین کا اور اسیطرح تمام کتب اصول وفقہ مین موجود ہے پس بر قول صحیح ومفتی بہ
فارسی سے نماز نہین ہوگی اور بر تقدیر قول اول خالی کراہت سے نہین اکام النفائس مین نہایہ سے منقول ہے
عند ابی حنیفۃ یجوز ویکرہ وعندہما لا یجوز الا اذا کان لا یحسن العربیۃ انتہی یعنے ابو حنیفہ کے نزدیک فارسی پڑہنا
جائز ہے اور مکروہ ہے اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک نہین جائز ہے مگر جبکہ عربی پر قدرت نہو اور یہی
اکام النفائس مین عینی کی شرح ہدایہ سے منقول ہے قال محمد بن الفضل ہذا الخلاف فیما اذا جری علی لسانہ
من غیر قصد فمن تعمد ذلک فہو زندیق او مجنون فالمجنون یداوی والزندیق یقتل انتہی یعنے کہا محمد بن فضل بخاری
نے کہ یہ خلاف درمیان امام اور صاحبین کے اوس صورت مین ہے کہ کسیکی زبان سے فارسی عبارت بدون
قصد کے نکل جاوے اور جو شخص قصداً فارسی قرآن پڑہے پس وہ یا تو مجنون ہے پس اوسکی دوا کیجا
یا بد مذہب ملحد اور زندیق ہے پس وہ مار ڈالا جاویگا اکام النفائس مین ابو حنیفہ کے نزدیک مذہب صحیح تو فارسی پڑہنا درست نہین

اور بر قول اول اگر درست ہے تو خالی کراہت سے نہین اور درست ہونا بھی مطلقاً نہین بلکہ جب اتفاقاً فارسی
نکل جاوے اور قصد نہین جائز ہے پس قصداً فارسی پڑھنا اور اوسکو امام کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ قفال نے
ہا در ہوا خالی حماقت سے نہین نوین یہ کہ رکوع اور دونون سجدون مین اور درمیان رکوع اور سجدے کے اور درمیان
دو سجدون کے اطمینان چھوڑ دیا حالانکہ تعدیل ارکان یعنے اطمینان سے سب ارکان ادا کرنا اگرچہ ابو حنیفہ کے
نزدیک فرض نہین مگر اوسکی سنت موکدہ بلکہ واجب ہونا مین تو شبہہ نہین ہے وقایہ مین منجملہ واجبات نماز کے
تعدیل ارکان بھی مذکور ہے اور بحر الرائق مین ہے ہو واجب علی تخریج الکرخی وہو الصحیح کما فی شرح المنیۃ وسنۃ علی تخریج
الجرجانی انتہی یعنے تعدیل ارکان بمذہب ابو حنیفہ واجب ہے موافق استنباط و تحقیق کرخی کے اور یہی صحیح ہے اور
سنت ہے موافق تحقیق ابو عبد اللہ جرجانی کے اور فتاوے قاضی خان مین ہے ان المصلی اذا رکع ولم یرفع راسہ
من الرکوع حتے خر ساجدا اساء ہما تجوز صلوتہ عند ابی حنیفۃ ومحمد علیہ السہو انتہی یعنے نمازی اگر رکوع کرے اور نہ اوٹھاوے
سر کو رکوع سے بلکہ فی الفور گر پڑے سجدہ مین جائز ہوگی نماز اوسکی ابو حنیفہ و محمد کے نزدیک باین معنی کہ کوئی رکن
نماز اوس سے فوت نہین ہوا لیکن اوسپر سجدہ سہو واجب ہی بسبب ترک کر دینے واجب کے اور تحقیق اس مبحث کے
جوابات مسائل مین گذر چکے ہیں دسوین یہ کہ بوقت فراغت نماز السلام علیکم ورحمۃ اللہ کو چھوڑ دیا حالانکہ اس لفظ سے
نماز کو تمام کرنا ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے تمام کتب حنفیہ مین اسکی تصریح موجود ہے گیارہوین یہ کہ بجاے
السلام علیکم کے گوز مار دیا ایسی بیحیائی و بے ادبی عبادت الہی مین بجز قفال کے اور کس سے ہو سکے گی معلوم نہین کہ کب سے
اوسنے گوز دبا رکھا تھا کہ اوسوقت اوسنے اپنے سرین کا قفل کہول دیا یا اوسکو علاج بواسیر کا عارضہ تھا کہ ہر وقت
ریح اوسکے نکلا کرتی تھی معلوم نہین اوسنے اسی پر کفایت کیون کی برقع بیحیائی کا جب اوڑھ لیا تھا تو براز
کیون نہ کر دیا حقیقت اس بحث کی یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک خروج بصنعہ فرض ہے اور لفظ سلام فرض نہین
بلکہ واجب ہے پس اگر لفظ سلام نہ کہا بلکہ کوئی کام منافی نماز کے قصداً آخر نماز مین کیا تو نماز اوسکی جائز ہوگی
لیکن نہ باین معنی کہ اوسپر ترک سلام سے گناہ نہوگا اور حرکت ناشایستہ سے گناہ گار ہوگا اور نہ باین معنی کہ نماز
اوسکی مقبول و کامل ہوجاویگی بلکہ باین معنی کہ ارکان نماز کی اور فرائض اوسکے تمام ہوگئے اور ذمہ اوسکا قضاء
نماز سے بری ہوگیا گو وزر گناہ اوسپر لازم آگئے اور یہی معنی ہین حدیث سے نماز تمام ہونے کے اور سند انکی یہ حدیث
ہے جو سنن ابو داؤد مین ان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اذا قعد الامام فی آخر صلوتہ ثم احدث
قبل ان یتشہد فقد تمت صلوتہ یعنے جب بیٹھے امام آخر نماز مین اور حدث کر دیا قبل اسکے کہ التحیات پڑھے تو نماز
اوسکی تمام ہوجاویگی اور ایسی ہی جامع ترمذی اور سنن بیہقی اور سنن دار قطنی وغیرہ مین مروی ہے پس یہ امر ابو حنیفہ
کے نزدیک نہین جائز ہے کہ آخر نماز مین قصداً گوز مار دے یا پاخانہ پہر دے ایسی حرکت نکریگا مگر کوئی متقشف

جو مجنون ہوگا یا ملحد و زندیق واجب القتل ہوگا بلکہ غرض ابوحنیفہ کی یہ ہے کہ اگر کسی نے مثل قفال ہوا تجاہل کر کے
عمداً ایسی حرکت لغو اپنی حماقت سے کی تو اوسکے واسطے حکم نماز تمام ہونے کا دیا جاویگا یعنے اوسپر قضا لازم نہوگی
مگر وہ شخص ایسی حرکت نالائق سے اور بوجہ ترک طریقہ شرعیہ یعنے سلام کے سخت گناہ گار ہوگا اور نماز اوسکی
ناقص ہوگی الحاصل ایسا وضو جیسا قفال نے کیا اور ایسی نماز جیسی قفال نے پڑھی ہرگز ابوحنیفہ اور انکے
مقلدین کے نزدیک درست نہین ہے بلکہ ایسی طرح کی عبادت کرنیوالا بے دین یا دیوانہ شمار کیا جاویگا پس حنفیہ کا
انکار بیچ مجلس سلطان محمود مین واقع ہوا بہت درست تھا اور قفال کا یہ کہنا کہ یہ نماز ابوحنیفہ کی ہے محض
غلط تھا آخر یہ جو اوس قصہ مین ہے کہ بادشاہ نے ایک نصرانی کو کہ وہ عالم تھا شافعی اور حنفی کی کتابون کے پڑھنے کا
حکم دیا تو ابوحنیفہ کی نماز ویسی پائی گئی جس طرح قفال نے پڑھ کر دکھائی تھی محض افترا پردازی و دغابازی ہے
معلوم نہین وہ کون کتابین حنفیہ کی تھین جن سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ نماز ابوحنیفہ کی ایسی ہے کتب حنفیہ مین
کہین ایسی نماز کے جواز کا نشان نہین ملتا ہے اور نصرانی بیدین مخالف ملت اسلامیہ کا پڑھنا اور اوسکے
ترجمہ اور اقوال کا اعتبار کرنا بھی حماقت سے خالی نہین باقی سلطان محمود کا مذہب حنفی کو چھوڑ دینا مذہب حنفی
کے حق مین کچھ مضر نہین ایسے نافہمون اور بیوقوفون اور دنیاداروں کا اپنی سمجھ کے موافق کسی مذہب کو ترک
کر دینا اور کسی مذہب کو اختیار کر لینا کسی عاقل کے نزدیک معتبر نہین ہان اگر کوئی عالم جید متدین ہو ایسی
حرکت ہوتی البتہ کسیقدر مذہب حنفی مین سستی ہونیکا احتمال ہوتا قوله راقم کہتا ہے عجب نہین کہ اسوقت
کے حنفی بھی اس قصہ کو دیکھکر چونک اوٹھین اور کہنے لگین کہ یہ افترا ہے اسطرح کی نماز ابوحنیفہ کے نزدیک
جائز نہین تو جواب یہ ہے کہ ہرگز ہرگز یہ افترا نہین ابوحنیفہ کے نزدیک اس طرح پر نماز پڑھنی بیشک و شبہ
جائز ہے اقول سنینگے ہم خدا نے کان سننے کو بنائے ہین کہے جو کچھ مزاج کا فتنہ ہے جسکے سر مین اسکے
اس ہٹ دھرمی اور افترا پردازی کا یہی جواب ہے لعنة الله على الكاذبين اے حضرت مفتری اس
زمانے کے حنفیہ پر کیا موقوف ہے ابوحنیفہ کے زمانے سے آج تک جتنے حنفیہ ہوئے وہ سب اس امر کو جانتے ہین
کہ ایسی نماز جیسی قفال نے پڑھی ہرگز ہرگز مذہب ابوحنیفہ صحیح نہین ہے بلکہ لغو و باطل ہے اور ایسی
نماز قصداً پڑھنے والا یا مجنون ہے یا ملحد اور زندیق ہے اگرچہ تفصیل اسکی سابقاً ہم بیان کرچکے ہین مگر
آپکی خاطر سے یہان بھی کچھ سمع خراشی کرتے ہین ذرا کان لگا کے سنیئے اور پردہ جہالت کو اوٹھایئے قوله مسئلہ اول کتے
کی کھال دباغت دی ہوئی کو پہنکر نماز جائز ہونے کے لیے ہدایہ اور شرح وقایہ فقہ کی کتابون مین لکھا
کل اهاب دبغ فقد طهر وجازت الصلوة فيه والوضوء منه الا جلد الخنزير والآدمى اقول سابقاً ہم لکھ چکے ہین کہ کتا
ایک روایت کے موافق جسپر بہت سے مشائخ حنفیہ نے فتوی دیا ہے نجس العین ہے اور اوسکا چمڑا دباغت سے پاک

نہیں ہوتا ہے اور ایک روایت میں بحر العین نہیں ہے لیکن موافق اس روایت کے بھی جمرا کتے کا یا شیر یا
بھیڑئے کا بلا ضرورت پہننا نہیں درست ہے مولانا عبد الغنی گنگوہی رسالہ رد صلوٰۃ قفال میں لکھتے ہیں نا وقع
فی بعض الروایات الضعیفۃ المرجوحۃ من جواز لبس جلود السباع فذلک انما ہو للضرورۃ ودفع الحرج عمن لا یجد غیرہا وا ما
مع وجود الثیاب فلم نقل بجواز لبسہا احد ولم یذکر فی کتبنا انتہی یعنے یہ جو بعض روایات ضعیفہ مرجوحہ میں ہے کہ درندوں کا
چمڑا پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے اوس شخص کے حق میں جسکو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے
واسطے نہ ملے اور بروقت ملنے اور کپڑوں کے کسی حنفی نے اسکے جواز کا حکم نہیں دیا اور نہ کسی کتاب میں
کتب حنفیہ سے اسکا ذکر ہے **قولہ** مسئلہ دوم نجاست سے چوتہائی کپڑا آلودہ ہونے کے ساتھ نماز جائز
ہونے کے لیے ہدایہ میں لکہا ہے وان کانت مخففۃ کبول ما یوکل لحمہ جازت الصلوٰۃ معہ حتی یبلغ ربع الثوب
یعنے اور اگر نجاست خفیفہ ہو جیسے پیشاب اون حیوانوں کا کہ گوشت اونکا حلال ہے جائز ہے نماز ساتھ
اوسکے یہانتک کہ پہونچے چوتہائی کپڑے کو **اقول** بڑا تعجب ہے کہ ایسے لوگ جنکو عبارت عربی کے
سمجہنے کی طاقت نہو اور دعوے اور دلیل کے موافقت کی تمیز نہو انکے پر اعتراض کرنے پر تیار ہوتے ہیں
اپکو کچھ خبر بھی ہے کہ دعوی آپ کا کیا ہے اور عبارت ہدایہ کا مطلب کیا ہے آپکو بغرض نصرت قفال
قفال ثابت تو یہ کرنا تہی کہ چوتہائی کپڑے کو اگر نجاست سے آلودہ کرلے تو نماز اوسکے ساتھ جائز ہے اور
ہدایہ کی عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ چوتہائی سے کم تک نماز جائز ہے اور چوتہائی جب نجس ہو جاوے تو
نہیں جائز ہے پس عبارت ہدایہ کو اپنے مطلب کے اثبات کے واسطے پیش کرنا نہیں حماقت وضلالت
ہے اچھی حضرت یہ مضمون تو ایک لڑکا بہی جسکو ترجمہ اس عبارت ہدایہ کا سنا دیجئے سمجھ لیگا کہ کیا مضمون
ہدایہ اور کیا وہ حرکت قفالیہ ناشائستہ آپ با وجود ادعاے حدیث دانی و دعواے حقانیت وکمال
ہدایہ دانی اسکو نہ سمجہے ع بچاہے بام بار سے دعواے ہمسری ÷ اپنی ذرا بلند تو اے آسمان دیکھ ؛ ممکن
ہے کہ یوں ذہن مقصد تجہے ملے ÷ اس جنس کی تلاش میں اک اک دکان دیکھ ؛ اور اسکی بھی کچھ
پراکت کو ہے یا نہیں کہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ ربع سے کم معاف ہے مگر عمداً اسقدر نجاست لگالینا
ہی انکے نزدیک نہیں درست ہے بلکہ ایسی حرکت کرنے والا بے حیا اور دیوانہ شمار کیا جاتا ہی قفال قریبی جیسا علم
وصلوٰۃ قفال میں لکہتے ہیں حنفیہ ہذا الفعل جراءۃ منہ علے الدین واستخفافا بامر الصلوٰۃ انتہی بی اصرار کا لنا
علام ازما علم ان الفقہاء میں ہو ذہب التعظیم مستصحبا لما یستقدر اساءۃ الادب وموجب انعلت تکلیف
ہذا المنتسب الے العلم الے التلطخ بالنجاستہ لعم مجرا الی ہذا اتباعا للہواہ فانہ اجمہ راعماء وعین طریق الحق العدہ
نصاۃ انتہی یعنے یہ کام قفال کا کہ اوسنے قصداً چوتہائی کپڑے کو نجاست سے آلودہ کرلیا جرات ہی دین

اور بعض جگہ خفا ہو نماز کو کہ امکا رکن دین اسلام ہے کیا نہ سمجھا تقال کہ پروردگار کے سامنے کھڑا ہونا ہے
بلکہ اسکو جوری سے بی ادبی ہے اور باعث ہلاکی کا ہے پس کیسے قصد کیا اس شخص نے جو علم کی طرف منسوب تھا
اپنے کپڑے کی نجاست سے آلودہ کرنے کا ہان قصد کیا اس طرف اپنی خواہش نفسانی کے اتباع سے اور پیروی شیطان
نے اوسکو اندھا کر دیا اور بہرا بنا دیا اور راہ ہدایت سے دور کر دیا اور بعد اسکے لکھتے ہین لا وجہ لصحتہ عند
ابی حنیفۃ عندنا ایضا یعنے نہین کوئی وجہ ہے ایسی نماز کے صحیح ہونے کی حنفیہ کے نزدیک لانہ لا یخلوا اما ان یلطخ ثوبہ
بالنجاسات المغلظۃ کالدم والبول والغائط وغیرہا فہذا لا وجہ لصحتہا ابدا لان المعفو عنہ منہا قدر الدرہم فما دونہ لا ما زاد
علیہ واما ان یلطخ بالنجاسات المخففۃ کبول ما یوکل لحمہ فلا وجہ ایضا للجواز لان المعفو عنہ منہا ما دون الربع انتہی
اسوجہ سے کہ یہ حال خالی نہین یا تو اوسنے چوتھائی کپڑے کو نجاست غلیظہ سے آلودہ کیا جیسے خون اور
پیشاب اور پاخانہ وغیرہ پس اسکے جواز کی کوئی وجہ نہین اسوجہ سے کہ نجاست غلیظہ سے صرف بقدر
درہم اور اوس سے کم معاف ہے نہ زائد اوس سے اور یا اوسنے نجاست خفیفہ لگائی ہو پس اسکی بھی کوئی
صحت کی وجہ نہین ہے اسوجہ سے کہ نجاست خفیفہ سے چوتھائی سے کم تک عفو ہے نہ بقدر چوتھائی اور
ملا عبد النبی اپنے رسالہ مین لکھتے ہین اما التعمد الی تنجیس الثوب وتلطیخہ بالنجاسات فامر مستنکر مستبعد وقوعہ
من مسلم فضلا عن العلماء المجتہدین انتہی یعنے قصداً کپڑے کو نجس کر لینا اور نجاست اوسمین لگا لینا
پس نہایت برا کام ہے ایسے امر کا وقوع شان مسلم سے بعید ہے چہ جائیکہ علماے مجتہدین کی شان
سے اور بہی لکھتے ہین قد نحن بعکسہ کتب اصحابنا فقد ذکروا ان تطہیر النجاسۃ واجبۃ مطلقا یعنے ہمارے کتب
حنفیہ مین اسکا عکس مذکور ہے پس تحقیق ذکر کیا ہے حنفیہ نے کہ پاک کرنا کپڑون کو نجاست سے مطلقاً
واجب ہے کم ہو نجاست یا زائد وقد ذکر فی فتاوے البزازی انہ لو صلی فی ثوب نجس یکرہ اور ذکر کیا ہے
بزازی نے اپنے فتاوے مین کہ اگر نجس کپڑے مین نماز پڑہیگا تو نماز اوسکی مکروہ تحریمی ہوگی اور فی
مطالب المومنین اور مطالب المومنین مین ہے سئل ابوبکر عمن رای النجاسۃ علی ثوبہ وہی اقل من
قدر الدرہم وہو فی الصلوۃ پوچہا کسی نے ابوبکر سے اوس شخص کے حکم سے کہ دیکھا اوسنے اپنے کپڑے پہ
نجاست کو کم درہم سے حالت نماز مین فقال ان کان فی الوقت سعۃ فالافضل ان یغسل ثوبہ وان کان
لا تفوتہ الجماعۃ ویجد موضعا آخر فکذلک وان کان لا یجد الجماعۃ ولفوتہ الوقت یمضی علیہ وکذا فی الحاوی
پس جواب دیا ابوبکر نے کہ اگر وقت نماز مین گنجائش ہو پس ضرور ہے کہ کپڑا دہو ڈالے پہر نماز پڑہے
اور ایسے ہی اگر جماعت کے فوت ہونے کا خیال نہو اور اگر یہ خیال ہو کہ اگر کپڑا دہویا جاویگا جماعت فوت
ہو جاویگی یا وقت نماز گذر جاویگا اس صورت مین نماز پڑہ لے ایسے ہی مذکور ہے حاوی مین انتہی اور بہی

مطالب المومنین مین ہے النجاسۃ اذا کانت قدر الدرہم او اقل وہی غلیظۃ لا تمنع اداء الصلوٰۃ ولکنہ
مکروہ اذا کان عالما بہ کذا فی شرح الطحاوی انتہی یعنے نجاست غلیظ اگر کم ہو مقدار درہم سے تو منع کرنگی
اداے نماز سے لیکن مکروہ ہے نماز بغیر دہوے ہوے اوسکے ایسیہی ہے شرح طحاوی مین الحاصل
حنفیہ کے نزدیک ہرگز یہ نہین جائز ہے کہ قصداً اپنے کپڑے کو نماز کے وقت نجاست سے آلودہ کرلے
اور یہ نماز بخس کپڑے سے درست ہے اگر نجاست غلیظہ درہم سے زائد اوسمین لگے ہو یا خفیفہ بقدر چوتھائی یا زائد
لگی ہو ہان نجاست غلیظہ بقدر درہم اور خفیفہ چوتہائی سے کم معاف ہے باین معنی کہ اگر بوقت ضرورت نماز
ساتہ اوسکے پڑہ لیگا تو نماز ہو جائیگی مثلاً یہ کہ پانی دہونے کے واسطے نہ ملے یا دہونے مین وقت نماز چلے جانے کا
یا جماعت کے فوت ہونے کا خیال ہو اور بلا ضرورت نماز اسقدر ہی نجاست کے ساتہ مکروہ تحریمی ہے آپ ہیچ
بتاؤ کہ قفال نے جو حرکت کی کہ قصداً چوتہائی کپڑے مین نجاست لگائی کس حنفی کے نزدیک جائز ہے اور
کس کتاب مین حنفیہ کے یہ مسئلہ مذکور ہے تمام کتب حنفیہ کو اگر دیکہہ ڈالو اور قفال کی قبر کی خاک چہان ڈالو
اور اوسکی قبر پر جاکر فریاد کرو تب بہی اس حرکت ناشایستہ قفال کی سند کتب حنفیہ مین نہ ملیگی پہر کس
منہ سے کہ رہے ہو کہ حنفیہ کے نزدیک ایسی نماز جائز ہے ؎ کبہی فروغ سیاہی کے پیش یار چراغ ٭
وہ ماہ ایک طرف اک ہزار چراغ ٭ **قولہ** مسئلہ سوم نبیذ تمر سے وضو کرنے کے لیے ہدایہ وغیرہ فقہ
کی کتابون مین لکہا ہے فان لم یجد الا نبیذ التمر قال ابو حنیفۃ یتوضأ بہ ولا یتیمم یعنے اگر سواے نبیذ تمر
یعنے چہوہارے کے پانی نہ ملے تو کہا ابو حنیفہ نے وضو کرے اوس سے اور تیمم نہ کرے **اقول** ؎
جو جفا کرتے ہو کہتے ہین بجا کرتے ہو ٭ کوئی اتنا نہین کہتا کہ یہ کیا کرتے ہو ٭ آپ کو اتنی تمیز نہین ہے
کہ ہدایہ کی عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو جب جائز ہے
جب اور پانی میسر نہووے اور اگر اور پانی ملے تو ہرگز نہین جائز ہے اور قفال نے جسوقت
حضور بادشاہ مین وضو کیا اوسوقت وہ جگہ کچہ پانی کے واسطے کربلا نہ تہی کہ پانی نہ ملتا ہو پس
اوسکے وضو کی سند عبارت ہدایہ کیونکر ٹہری بلکہ موافق مذہب حنفیہ کے نماز قفال کی بسبب بے وضوی
ٹہری باطل بالیقین حنفیہ کے نزدیک ایسی نماز جائز ہونے کو کہا معنی ہین **قولہ** مسئلہ چہارم وضو کیواسطے
نیت کے واجب نہونے کے لیے شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر مین لکہا ہے لا یفتقر اعتبارہا الی ان ینوی یعنی
وضو کے لیے حاجت نیت کی نہین ہے اور اسیطرح عینی نے شرح ہدایہ مین لکہا ہے **اقول** یہ حنفیہ کے
نزدیک پانی سے وضو کرنے کی صورت مین ہے کہ اگر بدون نیت وضو کر لیگا تو نماز اوس سے درست
ہو جاویگی مثلاً یہ کہ دریا مین کسی نے غوطہ لگایا یا بقصد دفع گرمی کے اعضاء وضو کو دہویا اور ارادہ وضو کا

وضو کرنے کا نہ تھا تو ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک وضو ہو گیا بایں معنی کہ اگر اوس سے نماز پڑھے گا
تو نماز ہو جاویگی مگر ثواب وضو سے محروم رہیگا اور نبیذ سے وضو کرنے میں حنفیہ کے نزدیک نہی نیت
شرط ہے آپ نے وہ عبارت فتح القدیر کی تو دیکھ لی اور عینی کی شرح ہدایہ کی عبارت یہی جو درباب عدم وجوب
نیت کے تھے دیکھ لی اور نہ سمجھے کہ یہ حنفیہ کے نزدیک مطلق وضو میں نہیں ہے عینی نے خود ہی شرح ہدایہ
میں لکھدیا ہے ذکر القدوری فی شرحہ عن اصحابنا التوضی بنبیذ التمر لایجوز الا بالنیۃ کالتیمم انتہی یعنی ذکر کیا ہے
قدوری نے اپنی شرح میں ہمارے ائمہ سے کہ وضو نبیذ تمر سے بدون نیت کے نہیں جائز ہے مثل تیمم کے
پس معلوم ہوا کہ قفال نے جو وضو نبیذ تمر سے بدون نیت کے کیا وہ کسی حنفی کے نزدیک جائز نہیں کہ
پس نماز اوسکی بے وضو ٹھہری علاوہ ازیں بدون نیت کے وضو کرنا قفال کا باوجودیکہ اوسکو قصد تھا
کہ اسی وضو سے نماز حنفی کی پڑھونگا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اسوجہ سے کہ نیت جو شافعیہ کے نزدیک فرض
اور حنفیہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے یہی صحیح ہے اوس سے مراد زبان سے الفاظ نیت پڑھنا نہیں ہے بلکہ
صرف ارادہ اور وہ یہاں موجود ہے ملا عبد النبی گنگوہی لکھتے ہیں قولہ بلانیۃ غیر صحیح یعنی قول اوسکا کہ
قفال نے بے نیت کے وضو کیا صحیح نہیں ہے لان النیۃ فی الوضوء عندنا عبارۃ عن ان یقصد المتوضی فی ابتداء
الوضوء وعند الشروع فیہ اداء الصلوۃ بہ وان یکون فعلہ لارادۃ الصلوۃ لا للتبرد اسوجہ سے کہ نیت وضو میں ہمارے
نزدیک عبارت ہے اس امر سے کہ قصد کرے وضو کرنے والا شروع وضو میں اور بروقت شروع وضو کے ادائے نماز کا اور یہ کہ ہووے وضو کرنا اوسکا بغرض ادائے نماز
نہ بقصد دفع گرمی و حصول خنکی وغیرہ واما التلفظ بہا فامر مستحب زائد علے اصلہا لان النیۃ فعل القلب دون اللسان
اور لیکن تلفظ کرنا ساتھ نیت کے پس مستحب ہے اور زائد ہے اصل نیت پر کیونکہ نیت فعل قلب ہے نہ فعل
زبان وہذا موجود فیما نحن فیہ لانہ ما قصد بہذا الوضوء بنبیذ التمر الا اداء الصلوۃ بہ علے مذہب الحنفیۃ فکیف
یقول بلانیۃ اور یہ یہاں موجود ہے کیونکہ نہیں ارادہ کیا قفال نے اپنے وضو سے مگر ادا کرنا نماز کا
بمذہب حنفیہ پس کیونکر صحیح ہوگا قول اوسکا کہ بدون نیت کے وضو کیا (مع ہذا فالنیۃ شرط لصحۃ الوضوء
بنبیذ التمر [illegible] الوضوء فیلزم بطلان صلوتہ بلا طہارۃ فیکفر بہ فاعلہ انتہی اور یہی نیت شرط ہے
صحیح ہونے وضو میں نبیذ تمر سے پس جبکہ وضو کیا واسطے بدون نیت کے نہ صحیح ہوا وضو اوسکا اور ہوئی نماز
اوسکی بدون طہارت کے اور بدون وضو کے نماز پڑھنے سے کفر لازم آتا ہے قولہ مسئلہ ششم اللہ اکبر کی جگہ
فارسی میں خدا سے بزرگ لکھنے کے لیے اور قراءت کو زبان فارسی میں پڑھنے کے لیے ہدایہ وغیرہ فقہ کی
کتابوں میں لکھا ہے فان افتتح الصلوۃ بالفارسیۃ او قرأ فیہا بالفارسیۃ او ذبح وسمی بالفارسیۃ وہو یحسن
العربیۃ اجزاہ عند ابی حنیفۃ یعنی اگر شروع کرے نماز فارسی زبان میں یا پڑھے زبان فارسی یا ذبح کرے

اور پڑھے بسم اللہ زبان فارسی مین اگرچہ عربی اچھا جانتا ہو نماز اوسکی جائز ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اقول
ہدایہ مین یہ بھی تو لکھا ہے ویروی رجوعه فی اصل المسئلة الی قولهما وعلیه الاعتماد انتہی یہ آپ کو نہ دکھائی دیا کہ جس سے
ثابت ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ کا مذہب پہلے یہ تھا کہ فارسی مین قرآن پڑھنا باوجود قدرت کے عربی پر درست ہے
بعد اوسکے اونھون نے رجوع کیا اس قول سے اور قول صاحبین کو اختیار کیا کہ جو شخص عربی پڑھ سکتا ہو
اوسکو فارسی مین درست نہین اور اسی پر فتوے ہے فاضل قرشی کے رسالہ مین ہی نقل فی الغایة عن فخر الاسلام
قال الخلاف فیمن لا یتہم فی دینه وهذا کله علی روایة الجواز المرجوع عنها یعنے نقل کیا ہے غایہ مین فخر الاسلام
بزدوی سے کہ خلاف درمیان ابو حنیفہ اور صاحبین کے اوس شخص مین ہی جو مخرب دین و متہم و ملحد نہو
اور اگر وہ شخص مبتدع ہو اور دین مین فساد ڈالنا منظور ہو تو اوسکو فارسی پڑھنا کسی کے نزدیک نہین درست ہی
اور یہ روایت جواز پر ہے جس سے امام نے رجوع کیا واما علی الروایة الصحیحة عن ابی حنیفة فلا یجوز القراءة
بالفارسیة اصلا اور لیکن موافق روایت صحیحہ کے ابو حنیفہ سے پس نہین جائز ہے قراءت فارسی مین
ہرگز قال مولانا عبد العزیز البخاری فی شرح البزدوی قد صح رجوعه الی قول العامة رواه نوح بن
ابی مریم ذکره المصنف فی شرح المبسوط وهو اختیار القاضی الامام ابی زید وعامة المحققین وعلیه الفتوی
کہا عبد العزیز البخاری نے شرح اصول بزدوی مین تحقیق یہ ثابت ہے رجوع کرنا ابو حنیفہ کا طرف قول
اکثر کے روایت کیا اسکو نوح بن ابی مریم نے ذکر کیا ہے اسکو فخر الاسلام نے شرح مبسوط مین
اور یہی مختار ہے قاضی ابو زید دبوسی کا اور اکثر محققین کا اور اسی پر فتوے ہے وفی مجمع البحرین رجوعه
اصح انتہی اور مجمع البحرین مین ہے کہ رجوع کرنا امام کا صحیح ہی وقال فی جامع المضمرات الصحیح هو الرجوع
عن قول جواز الصلوة بالفارسیة وعلیه الاعتماد اور کہا جامع مضمرات مین کہ صحیح ہے رجوع کرنا
ابو حنیفہ کا قول جائز ہونے نماز سے بزبان فارسی اور اسی پر اعتماد اور فتوے ہے وفی الغایة
شرح الہدایة ذکر ابو بکر الرازی انه رجع الی قولهما قالوا وعلیه الاعتماد والفتوی اور غایہ شرح ہدایہ
مین ہے کہ ذکر کیا ہی ابو بکر رازی نے کہ امام نے رجوع کیا قول صاحبین کی طرف اور اسی پر فتوی ہے
وقال حافظ الدین ابو البرکات النسفی حتی قالوا لو کتب الانسان مصحفا بالفارسیة او واظب علی القراءة
بها فانه یمنع وینسب الی الزندقة او الجنون والزندیق یقتل والمجنون یداوی یعنے کہا حافظ الدین
ابو البرکات نسفی نے کہا مشائخ نے کہ اگر لکھے کوئی شخص قرآن فارسی مین یا فارسی قرآن پڑھنے کی
عادت کرے منع کیا جاویگا اس سے اور نسبت کیا جاویگا طرف زندقہ یا جنون کے اور زندیق ادب
دیا جاویگا اور مجنون کی دوا کیجاویگی وقال الامام ابو بکر محمد بن الفضل اور کہا ابو بکر محمد بن فضل نے

فان الخلاف فیما اذا جری علی لسانہ من غیر تعمد یعنی خلاف ابوحنیفہ اور صاحبین مین کہ امام فارسی پڑہنے کو جائز رکھتے
ہین اور صاحبین نہین اوس صورت مین ہے کہ جب کسی کے زبان سے کوئی کلمہ فارسی کا بدون تعمد کے نکلجاوے اما من
تعمد ذلک فہو زندیق او مجنون فالزندیق یقتل والمجنون یداوی انتہی لیکن جو شخص قصداً فارسی پڑہے پس وہ یا تو زندیق
ہے یا مجنون ہے پس زندیق مارڈالا جاویگا اور مجنون شفاخانہ مین واسطے علاج کے بہیجا جاویگا اور رسالہ گنگوہ
ہی لاصحۃ لہا اصلا علی مذہب ابی حنیفۃ لا علی المختار الصحیح المفتی بہ ولا علی غیر المختار المرجوع عنہ یعنی نہین صحت ہے نماز
کہ جسمین اوسنے فارسی قرأت کے موافق مذہب ابوحنیفہ کے نہ موافق قول صحیح مختار مفتی بہ اور نہ موافق قول غیر
کے کہ جس سے اونہون نے رجوع کیا ففی التحقیق شرح الحسامی ثم الخلاف فی من لا یتہم بشئ من البدع وقد تکلم
فی الصلوۃ بکلمۃ او اکثر غیر مأولۃ ولا محتملۃ للمعانی وزاد بعضهم ولم یختل نظم القرآن وعن الامام ابی بکر محمد بن الفضل
ان الخلاف فیما اذا جری علی لسانہ من غیر قصد اما من تعمد ذلک فیکون مجنونا او زندیقا والمجنون یداوی والزندیق
یقتل یعنی تحقیق شرح منتخب حسامی مین ہے کہ خلاف ابوحنیفہ اور صاحبین مین کہ امام فارسی پڑہنے کو باوجود
قدرت کے عربی پر جائز رکھتے ہین اور صاحبین بشرط عجز اوس شخص مین ہے کہ جو متہم ساتھ الحاد و زندقہ کے
نہو اور ایک دو کلمہ قرآن کا ترجمہ اوسنے پڑہ دیا ہو بشرطیکہ وہ کلمہ محتمل معانی نہو اور قابل تاویل نہو اور بعض نے
یہ بہی شرط کی کہ ترتیب قرآنی بہی نہ بگڑے اور ابوبکر محمد بن فضل سے منقول ہے کہ یہ خلاف اوس صورت مین ہے
جب کہ بدون قصد کے ایک دو کلمہ کا ترجمہ زبان سے نکل جاوے اور جو قصداً پڑہے تو وہ یا تو دیوانہ ہے
اوسکی دوا کیجاویگی یا زندیق ہے پس مارڈالا جاویگا وقد صح رجوع ابی حنیفۃ الی قول العامۃ رواہ نوح بن ابی مریم
عنہ ذکرہ فخر الاسلام فی شرح کتاب الصلوۃ اور صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا قول اکثر کی طرف کہ باوجود قدرت
کے عربی پر فارسی پڑہنا نہین درست ہے روایہ کیا اس رجوع کو نوح بن ابی مریم نے ابوحنیفہ سے ذکر کیا
اسکو فخر الاسلام نے شرح کتاب الصلوۃ مین ہو اختیار القاضی ابی زید وعامۃ المحققین وعلیہ الفتوی یہ
مختار ہے قاضی ابوزید دبوسی کا اور اکثر محققین کا اور اسی پر فتوے ہے وفی التوضیح لکن الاصح انہ رجع عن
القول اور توضیح مین ہے کہ اصح یہ ہے کہ امام نے رجوع کیا اس قول سے وفی التلویح مثل ما فی التحقیق
تلویح مین مثل مضمون تحقیق کے ہے فعدم الصحۃ علی القول المختار الصحیح المفتی بہ ظاہر پس نہ صحیح ہونا نماز کا
قول مختار صحیح مفتی بہ کے تو ظاہر ہے کیونکہ اس قول کے موافق جو شخص باوجود قدرت کے عربی پر فارسی پڑہے
اوسکی نماز نہوگی وکذا علی القول السابق لان الشرط ان لا یختل نظم القرآن وتکون تلک الکلمۃ علی وزن
لہ لکنہا لیست القرآن انتہی اور ایسے ہی موافق قول قدیم ابوحنیفہ کے کہ فارسی پڑہنا مطلقاً درست ہے بہی نماز
لکنہ صحیح نہوگی کیونکہ اوس قول کے موافق شرط ہے کہ ایسا ترجمہ کرے کہ نظم و ترتیب قرآنی مین خلل واقع

یشا بکلمات قرآنیہ کے ہو قولہ مسئلہ ہفتم نماز مین مثل آیت مدہامتان کے چہوٹی آیت

ے عالمگیری وغیرہ فقہ کی کتابون مین لکہا ہے ومنہا القراءۃ وفرضہا عند ابی حنیفۃ آیۃ
قصیرۃ کذا فی المحیط یعنے اور او سمین سے ہے قراءت اور وہ ابو حنیفہ کے نزدیک فرض
جاوے ایک آیت اگرچہ ہو چہوٹی اقول اونہین کتابون مین یہ بہی لکہا ہے کہ فاتحہ
تہ سورت ملانا ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور حکم واجب کا یہ ہے کہ اگر قصداً اوسکو
ہوگی اوسکا اعادہ واجب ہوگا اور گناہ بہی لازم ہوگا اور اگر سہواً چہوڑ دیگا تو سجدہ
کا اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو نماز ناقص ہوگی اعادہ اوسکا ضروری ہوگا آپ کی مثل ایسی ہے
نوشیر وکے وانتم سکاری کو چہوڑ دیتے ہین اور بے سمجہے بوجہے اعتراض پر تیار ہوتے ہین

رکوع اور سجود مین طمانینت کی فرض نہونے کے لیے فتاوے قاضی خان مین لکہا ہے ویکرہ
الرکوع والسجود وہو ان لا یقیم صلبہ یعنے رکوع اور سجود مین طمانینت کو چہوڑ دینا مکروہ ہے
کے یہ ہین کہ نہ قائم کرے پیٹہہ اپنی کو اقول آپ کو کچہ خبر بہی ہے کہ مکروہ سے کیا مراد ہے
ہو یا سمجہے ہو تو خیر ہو کل مسلمان ہوکے آج ملا بن گئے پہر بہلا کیونکر معلوم ہوگا سمجہے
کہ کلام فقہا مین جب کراہت کی لفظ کا مطلق استعمال کیا جاتا ہے تو مراد اوس سے
اکثر تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے اور حکم مین برابر حرام کے ہے پس اس
اوسی [illegible] ہوا کہ چہوڑ دینا اطمینان کا مکروہ تحریمی قریب حرام کے ہے پس معلوم ہوا کہ طمانینت
لازم ہے یا سنت موکدہ ہے ورنہ اگر مباح یا مستحب ہوتا تو اوسکا چہوڑ دینا مکروہ تحریمی نہوتا
یا نزدیک اطمینان کے فرض نہونے کی یہ معنے نہین ہین کہ انسان مختار ہے چاہے کرے
اونکے نزدیک فرض اگر نہین ہے تو واجب یا سنت موکدہ تو ضرور ہے اور صحیح یہ ہے کہ
مین اوسکے قصداً چہوڑ دینے سے نماز ناقص ہوتی ہے اور گناہ لازم ہوتا ہے اور سہواً چہوڑ دینے سے

لازم ہوتا ہے رسالہ شمس الائمہ کردری مین ہے ما قال ابو حنیفۃ یجب علیہ ان ینقر نقر الدیک
کما ہو القعدۃ الفاصلۃ بین السجدتین ونہی عن النقر انتہی یعنے نہین کہا ابو حنیفہ نے کہ واجب ہے
مرغ کے دو مرتبہ سر زمین پر رکہدے اور درمیان دو سجدون کے نہ بیٹہے بلکہ واجب کیا
ان بیٹہنے کو درمیان دو سجدون کے اور منع کیا مرغ کی طرح منہ مارنے سے قولہ مسئلہ ہشتم
[illegible] اپنے کے نکلنے کے لیے یعنے بجاے السلام علیکم خواہ گوز مار دے خواہ کچہ اور کام
وے اوسکی جائز ہوگی فی کتبہ ان قالوا مین لکہا ہے والخروج بصنعہ [illegible]

اسکے بعد میں کہتے ہیں شیخ تمرتاشی بلا لفظ الحجتن ضرطة بزه لا تفقه وانما ہی لدی فی رتبة الفقهاء و
من عشاق السلمین لفعل ذلک ولو فعل احدنا لو انہ ملحد عند المتصوف باشیع فزال الاسلام
الصلوة امورا بکثیر من ہذہ الصلوة المشتملة علی ہذہ القبائح انتہی یعنی گمان کیا مرد
اسکے تو اسکے تابع ہے حالانکہ اسن گوز لیف پر اسکو رتبہ علما سے خارج کردیا اور دالہ
فاسق بھی ہوگا اور اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے تو سب اہل اسلام یہی حکم دینگے کہ
شریعت اور اسلام کو لغو و ذلیل سمجھا بلکہ نماز نہ پڑھنا آسان ہے ایسی نماز پڑھنے سے
باتوں پر مشتمل ہے اور گنگوہی لکھتے ہیں بعض مافعل بعض جہلا یتعاطے عنہ صحبة
ابلیس عند سماع الاذان فزالا قاتہ کما ہو معلوم من الحدیث النبوی انتہی یعنی بڑا ا
اور ایسی حرکت کی کہ جسکو بارگاہ بادشاہان دنیا کے منخرے بھی نہیں جائز رکھتے ہیں
مگر کام شیطان لعین کا جیسا کہ حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ جب اذان ہوتی
شیطان بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا اور رسالہ کرونی میں ہے ماقال ابو حنیفہ
عمدا بدلا عن التسلیمة بل قال یکرہ الحدث فی المسجد لغیر المعتلے والنوم مخافة ان یسبقه
ان یحدث بحدیث الدنیا وانما قال اذا احدث عمدا بعد ما قعد قدر التشهد لا الف صلوتہ
الصلوة فصار کما لو احدث تبعا تمام الصلوة انتہی یعنی یہ مذہب ابو حنیفہ کا نہیں
گوز کرنا بدلے میں لفظ سلام کے نمازی پر واجب ہے بلکہ امام کے نزدیک غیر نمازی کو بھی مسجد
اور سونا مسجد میں بھی مکروہ ہے اسی خوف سے کہ سونے کی حالت میں گوز نہ نکلجاوے اور
سے مکروہ ہے باینہمہ کون عقلمند کہیگا کہ حالت نماز میں ایسی حرکت ناشایستہ اونکے نزدیک
یا واجب ہے ہاں امام کا مذہب یہ ہے کہ اتفاقا اگر کسی نالائق سے ایسی حرکت شیطانی
ہوگی بسبب ہونے اس حرکت کے بعد ختم ہوجانے ارکان و فرائض نماز کے پس ہوگا مثل حدث
نماز کے قولہ صسمار انجم وضیوں کے لیے ابو حنیفہ کے نزدیک ترتیب نہ واجب نہیں مستحب ہے چنانچہ
لکھا ہے عند القدوری فی الغنیة والترتیب ہو الاستحباب من المستحبات یعنی نزدیک قدوری کے
سب اعضاؤں کا دہونا مستحب ہے اقول افسوس صد افسوس اس زمانے کا القصہ
حیرت ہے جنکو ترجمہ عبارت عربی کا بھی سلیقہ نہیں مطلب ورکنار وہ امام ابو حنیفہ پر اعتراض
غریب حنفیہ سے مطلقا واقفیت نہیں بلکہ کتب حنفیہ کے مطالب سمجھنے کی طاقت بھی نہیں
اعتراض کیا کرتے ہیں جو تمام امت اسلام میں بزرگ ہیں اور جنکی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

علم کم ہو جائیگا اور جہل پہیل جائےگا یہانتک کہ لوگ جہال کو مفتی و عالم بنا لینگے۔ جیسی پوچھینگے ہوئی لینگی بس وہ
فتوے دینگے خود گمراہ ہونگے اور دوسرون کو گمراہ کرینگے اجی حضرت کتاب بیچ لینا اور دلالی کرنا آسان ہے
مگر کتاب کا مطلب سمجھنا بڑی مشکل ہے اگر ایسی ہی مطلب کتاب کا ہر شخص سمجھ لیا کرے تو جتنی کتب فروش کتابوں کا خرید کہتی
ہین وہ سب علامہ دہر ہو جاوین عینی او ہر لاؤ اور استیعاب کا مطلب ہمسے سمجھ لو اور اپنی نا سمجھی پر نادم ہو یہ جو
ترجمہ آپنے کیا یعنے سب اعضاؤن کا دہونا قدوری کے نزدیک مستحب ہے معلوم نہین اسکا مطلب آپ
نے کیا سمجھے یا بے سمجھے بوجھے یونہین بول اوٹھے اگر یہ مطلب ہے کہ وضوء مین قدوری کے نزدیک جتنے اعضاء
بدن انسان مین ہین اون سب کا دہونا مستحب ہے تو یہ امر محض غلط ہے قدوری کا تو مرتبہ اعلے ہے
ادنے فقیہ بلکہ کوئی مسلمان اسکا قائل نہین ہوا اور اگر یہ مطلب ہے کہ جو اعضاء وضوء مین دہوئی جاتی ہین
یعنے ہاتہ پاؤن منہ اونکو پورا دہونا اس طرح سے کہ کہین سوکہا نہ رہ جاوے قدوری کے نزدیک مستحب ہے
یہی غلط ہے کیونکہ وہ اعضاء جنکا وضوء مین دہونا فرض ہے اونکو پورا پورا دہونا اس طرح پر کہ
کہین سوکہا نہ رہ جاوے قدوری کیا تمام فقہاء حنفیہ کے نزدیک فرض ہے یہانتک کہ اگر ایک ذرہ کی قدر بہی
اعضاء مین تر ہونے سے باقی رہ جاویگا تو وضوء نہوگا مطلب صحیح عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ استیعاب سے
پورے سر کا مسح کرنا ہے اور غرض یہ ہے کہ قدوری کے نزدیک نیت اور ترتیب اور پورے سر کا مسح کرنا
تینون مستحب ہین اور جمہور فقہا کے نزدیک سنت موکدہ ہین عینی کی شرح مین یہی عبارت موجود ہے فیصلے

یکون الترتیب مستحبا والمنصوص فی المبسوط ان الترتیب سنۃ کذا عند المصنف انتہی یعنے موافق قول
قدوری کے ترتیب مستحب ہے اور مبسوط مین مصرح یہ ہے کہ سنت موکدہ ہے اور ایسی ہی صاحب ہدایہ نے تصریح کی ہے
بالقاسم عبارت ابن الہمام کی لکہہ چکے ہین کہ جس سے قدوری کے قول کی رد ہو چکی ہے اور معلوم ہو چکا ہے
ترتیب کا سنت موکدہ ہونا حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے بس قول قدوری در باب استحباب ترتیب جو غیر معتبر ہے
اوس پر اعتبار کرنا اور نصرت قفال نقال مین اوسکو پیش کرنا آپ ہی ایسے غیر معتبر فہمون کا کام ہے قولہ اب
الہ یہی کہ فقہ پر چلنا فرض ہے اور حدیث پر چلنا جائز نہین سو جواب اسکا یہ ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو
ہرگز مسلمان نہین کیونکہ اللہ نے قرآن مین جابجا فرمایا کہ اللہ تعالے اور اوسکے رسول کی راہ پر چلو الخ
یا واہ میان تو مسلم کل تو مسلمان ہوے اور اوسپر یہ جرأت کہ مسلمانون کو دائرہ اسلام سے باہر کر دیا
مقلدین کہتے ہین کہ حدیث پر چلنا جائز نہین ہے یہ تم ایسے لوگون کے حق مین کہتے ہین کہ جنکو حدیث
قرآن کے مطلب سمجہنے کی قدرت نہین اور حدیث موضوع و غیر موضوع ناسخ اور منسوخ مین امتیاز نہین
ایسے لوگ اگر مطلق العنان کر دیے جاوین تو دین برباد ہو جائیگا جیسا کہ ہم اس زمانہ مین حضرات

غیر مقلدین میں بسبب آزادی کے یہ صفت پائے ہیں کہ مطلب حدیث اور قرآن کا جو کچھ دل میں آیا قرار دے لیا
جو چاہتے ہیں فتوے دیتے ہیں کوئی تو تجارت سے زکات تجارت اوڑا رہا ہے کوئی مشرک کا ذبیحہ درست
کہہ رہا ہے کوئی نماز کی قضا اگر قصداً کوئی شخص ترک کرے غیر واجب کہہ رہا ہے کوئی بے نمازیوں پر جہاد
کر رہا ہے کوئی جمعہ کی نماز پڑھنے میں قبل آفتاب ڈھلنے کے بلکہ ڈیڑھ پہر دن چڑھے سے اہتمام کر رہا ہے
کوئی بلا ضرورت و بلا عذر شرعی نمازین حضر و سفر میں پڑھنے کا حکم دے رہا ہے کوئی بوقت ضرورت سود پر
قرض لینا درست بتا رہا ہے کوئی جانوں کے جمع کرنے کا حضر میں مثل قول شیعہ کے حکم دے رہا ہے ان
کے ثبت سے اقوال نواب بھوپالی و فاضل قنوجی کے ابناء و دیگر کے سوا و انصار کی تصانیف و تحریرات میں موجود
جسکو شوق ہو دیکھ لے اور ان سب مسائل واہیہ کا اثبات حدیث اور قرآن سے کیا جاتا ہے اور جمہور تمام
امت محمدیہ پر الزام مخالفت قرآن و حدیث کا لگایا جاتا ہے پس ایسے نا سمجھوں کو بیشک فقط حدیث کا مطلب
موافق اپنی فہم ناقص کے عمل کرنا اور اوس پر فتوے دینا حرام ہے اور فقہ کوئی چیز مخالف قرآن و حدیث
نہیں بلکہ یہ مسائل فقہیہ انہیں سے نکالے گئے ہیں پس انپر عمل کرنے میں مخالفت قرآن و حدیث کے کیونکر
ہوگی **قولہ** ایک منا اللہ ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ ہر مسئلے کے لیے سند رسول اللہ صلعم تک پہونچنا
ضرور نہیں اسلیے کہ مجتہدوں نے بڑی سعی و کوشش سے ہر طرح کے مسائل جمع کر رکھے ہیں جواب اسکا یہ
کہ یہ بات بالکل غلط ہے الخ **اقول** ہرگز غلط نہیں بلکہ بہت صحیح ہے اسوجہ سے کہ صدہا مسائل وہ ہیں کہ بعینہٖ
قرآن اور حدیث میں نہیں مذکور ہیں بلکہ اصول شرعیہ و نصوص سے مستنبط ہوئے ہیں ان کی سند کیونکر
رسول اللہ تک پہونچ سکتی ہے مقلدین کو جانے دیجیے محدثین کا حال بتائیے کہ انہوں نے ہر چیز کی سند
کی سند کب پہونچائی ہے دیکھو بخاری کو کہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اوس سے موافق اپنے اجتہاد
مسائل مستنبط کرتے ہیں اب اون مسائل کی سند تو رسول اللہ صلعم تک پہونچا دیں اور کہدیں کہ آنحضرت نے یہ
فرمایا ہے **قولہ** ثابت ہے حضرت کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین سے ثابت ہو چکا ہے کہ دین
مقدسہ میں قیاس کرنا حرام ہے **اقول** یہ آپکی غلط فہمی ہے قیاس نہیں حرام ہے البتہ خود رائی علیحدہ
خلاف قرآن و حدیث کے رائے کو دخل دینا اور اپنی عقل سے قرآن و حدیث کو باطل کرنا کام شیطان کا ہے
لیکن یہ قیاس شرعی نہیں قیاس شرعی تو یہ ہے کہ جس امر کا حکم صاف قرآن و حدیث میں نہیں ہے اوس
اوسکی نظائر سے نکالنا یہ حرام نہیں بلکہ بوقت ضرورت فرض ہے صدہا صحابہ و تابعین سے ایسا قیاس
ثابت ہے سنن دارمی اور اور کتب حدیث کو دیکھو اور نیز دوسرے [illegible] اور محدثین کی کتابوں
دیکھو کہ یہ ہیں ایسا قیاس صدہا جگہ موجود ہے خود صحیح بخاری ایسے قیاسات سے مالامال ہے

اہل عربی سمجھتا ہے وہ معنے قرآن بھی بیشک سمجھ سکتا ہے الخ **اقول** صرف عربی سمجھنے سے قرآن کے
سمجھ نہیں سمجھ مین آسکتے ہین جب تک کہ قواعد صرف و نحو و بلاغت و معانی و بیان و بدیع وغیرہ مین مہارت نہو
اور احادیث رسول اللہ و آثار صحابہ سے جو تفاسیر آیات و اسباب نزول وغیرہ مین وارد ہین واقفیت نہو ورنہ
عربی سمجھنے والا جو ان فنون و علوم سے ماہر نہوگا قرآن کا مطلب غلط سمجھیگا لوگون کو گمراہ کریگا ید اللہ
ید اللہ وغیرہ آیات صفات الٰہی سے ظاہر معنی سمجھ کے خدا کے ہاتھ پاؤن منہ وغیرہ تمام اعضاء ثابت
کرنے لگیگا اور مثل مجسمہ کے وادی ضلالت مین پڑجائیگا آیہ لا تدرکہ الابصار و ہو یدرک الابصار سے
رویت الٰہی کی نفی کرنے لگیگا اور مثل معتزلہ کے اہل سنت سے علیحدہ ہوجاویگا آیہ ان اللہ یغفر الذنوب
جمیعا اور آیہ انما الخزی الیوم والسوء علی الکافرین سے سمجھنے لگیگا کہ مسلمان فاسق فاجر صاحب کبائر
بے توبہ کے مرگیا ہو ہرگز جہنم مین داخل نہوگا اور فرقہ مرجیہ کے شریک ہوجائیگا آیہ ومن یقتل مومنا
متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا سے سمجھ لیگا کہ اصحاب کبائر کبھی نہ بخشے جائینگے اور ہمیشہ دوزخ مین جلینگے
اور قدم بقدم معتزلہ کے ہوجائیگا باب میراث مین ایک آیت سورہ نساء کی شروع مین ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ بہن کا حصہ ترکہ میت سے ہے اور بھائی کا چھٹا حصہ ہے اور دوسری آیت آخر سورہ نساء مین ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہن کا حصہ نصف ہے پس صرف عربی سمجھنے والا کیا سمجھیگا جب تک
احادیث و آثار صحابہ مفسرین سے اسکو واقفیت نہوگی اور یہ بات نہ معلوم ہوگی کہ اول مقام پر مراد بہن
اخیافی سے یعنی جسکی مان ایک ہو باپ متفرق اور دوسرے مقام پر بہن عینی اور علاتی الغرض
یہ بڑا مغالطہ غیر مقلدین کا ہے کہ قرآن اور حدیث کا سمجھنا بہت آسان ہے بجز عربی سمجھنے کے
کچھ استعداد علمی ضرور نہیں ہے اسی وجہ سے ان حضرات مین سے ایک ایک طفل مکتب جو کچھ معنی
قرآن و حدیث کے سمجھ لیتا ہے اوسپر فتوے دینے کو تیار ہوجاتا ہے اور بے دھڑک اپنے قول باطل کو
خدا اور رسول کی طرف منسوب کردیتا ہے بھائی مسلمانون کو چاہیے کہ ان مغالطات مین نہ پڑین
اور ایسون کی تحقیق پر کان نہ دہرین اور سمجھ لین کہ یہ لوگ خود راہ بہکانے والے ہین انکی قول و فعل کا
شرع سے اعتبار نہیں ہے **قولہ** ایک مغالطہ حدیث پر چلنے والون کو مقلدین ائمہ یہ دیتے ہین
کہ حدیث پر چلنے والا حدیث کے ضعیف اور صحیح اور موضوع ہونے کا حال اور تحقیق رواۃ کی کس قسم کے
پہچاننے کا جواب اوسکا یہ ہے کہ پہچاننا حدیث کی تینون قسم کا موقوف ہے تحقیق رواۃ اور رجال
حدیث پر اور اس بارہ مین مقلدین نے کیا مغالطہ دینگے کہ خود ہی مغالطہ مین پڑے ہین اسلیے کہ جس طرح
حدیث کے لیے سند رسول اللہ تک پہونچانی چاہیے ویسیہی سند روایت فقہ کے مقلدون کو اپنے ائمہ تک

ہونی چاہیے حنفیوں صاحب حنفیوں کو کہ روایات امام اعظم کے لیئے ذخیرہ سو برس کی بحث
معلوم ہوا کہ یہ قول امام اعظم کا ہے یا اور کسیکا اور سند حدیث کی اس زمانے میں [illegible] قرار دینے
کی بہت آسان ہے اسلیئے کہ محدثین نے تمام حدیثوں کو کس تحقیق اور سند سے جمع کیا [illegible] درست
کو ضعیف بتادیا **اقول** بریں عقل و دانش بباید گریست ۔ آسان کو مشکل اور مشکل کو آسان
کام ہے مستند روایت فقہ اور اس بات کی تحقیق کہ یہ قول امام اعظم کا ہے حنفیوں کو بہت آسان
حاجت تحقیق حال سند کی نہیں ہے اس وجہ سے کہ خود امام اعظم کے تلامذہ نے کتب متعددہ تالیف
امام محمد نے جامع صغیر اور جامع کبیر اور سیر کبیر اور سیر صغیر اور مبسوط اور زیادات اور کیسانیات اور
اور ہارونیات اور کتاب الآثار اور کتاب الحجج اور موطا وغیرہ اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و [illegible]
تالیف کیں اور حسن بن زیاد نے کتاب المجرد وغیرہ اور اونہیں ان سبھوں نے اقوال امام اعظم کو جو
اونسے سنے تھے یا ایک واسطے سے ہو پہنچے تھے درج کر دیئے اور بعد اونکے جو فقہاء آئے اونہوں نے
امام اعظم کے اونہیں کے تلامذہ کی کتب سے اخذ کیئے پس یہ امر دریافت کرنا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم کا
اور فلاں قول امام کا یا کسی اور کا تلامذہ امام کے اور قدماء فقہاء کے کتب دیکھنے سے بہت [illegible]
بخلاف کتب حدیث کے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمع نہیں ہوئیں اور صحابہ
اپنے زمانے میں بھی جمع نہیں کیں زمانہ تابعین سے انکا جمع ہونا شروع ہوا پس احتیاج انکی
سند کی طرف ہوئی اور جیسا کہ محدثین نے اچھی طرح کوشش کر کے صحیح اور ضعیف اور موضوع میں [illegible]
اور رجال اسانید کا سب حال لکھدیا اسیطرح فقہاء نے اپنے امام کے اقوال کی تنقیح کر دی اور
نادرہ روایات ظاہرہ معتبرہ میں امتیاز کر دیا اور روایت مرجوع عنہا و روایت مرجوع الیہا کی تصریح کر
عاقل ذی فہم سلیم کو اب اسمیں اشکال باقی رہا اور نہ اسمیں اور رجاہل کو رباطن کو [illegible] میں اشکال
قولہ ایک مغالطہ مقلدین یہ دیتے ہیں کہ جب دو حدیثیں مختلف ہوں معنوں اور حکم میں تو اسے
حدیث کا کیونکر عمل کریگا جواب یہ ہے کہ جن حدیثوں کو مقلدین اسمیں مختلف سمجھتے ہیں یہ سبب
قصور فہم اور قلت تدبر کا ہے ورنہ شارع کی طرف سے خاص ایک بات میں دو حکم کیونکر صادر
اقول یہ تو صحیح ہے کہ شارع کی طرف سے ایک بات میں دو حکم مختلف نہیں ہو سکتے ہیں الا یہ کہ ا[illegible]
منسوخ ہو اور ایک ناسخ مگر ظاہر التعارض و اختلاف بہت سی احادیث اور آیات میں ہوتا ہے
تعارض ظاہری کے دفع کے ائمہ اصول نے صورتیں مقرر کیں جس سے یہ اشکال رفع ہو جاوے [illegible]
[illegible] ہوگا نہ اصول کو لحاظ کریگا فقط عمل بالحدیث کا دم بھریگا اور اسکو ایسے مقامات میں کچھ نہ [illegible]

من عربی سمجھتا ہے طلب آجاوے اوسی پر عمل اگر کرے اور دفع تعارض جس طرح سے اپنی سمجھ مین
سمجھ نہین سمجھ مین ہوتے آزادی اختیار کرے تو بہت آسان ہے قولہ پس اب جس کسیکو بسبب قصور فہم
احادیث رسول اور تعارض معلوم ہو تو چاہیے کہ رجوع کرے طرف رسالہ ابن قتیبہ کے اور کتاب امام شافعی
ارشاد الفحول مصنفہ محمد بن علی شوکانی کے اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول اور حصول المامول
الاصول اور ہدایت السائل الی ادلۃ المسائل یہ تینون کتابین سید محمد صدیق حسن خان صاحب کے
واہ واہ دفع تعارض کے واسطے ہدایت اپنے فرقے کو ہوئی تو نواب سید صدیق حسن خان کے کتب کی
جنکی تصانیف اغلاط اور مسامحات اور لغویات سے بھری ہوئی ہین انہین مین ہی کہ زکات تجارت
نہین ہے انہین مین ہے کہ قصداً اگر کوئی نماز چھوڑ دے تو اوسپر قضا واجب نہین انہین مین ہے
مشرک کے ہاتھ کا درست ہے انہین مین ہے کہ بدون بسم اللہ کے اگر ذبیحہ ہوا تو اوسکا گوشت حلال ہے
ایسے مسائل خلاف قرآن وحدیث اونکی تالیفات مین بہت ہین اور تصریح اونکے معاونین اور
اونکے یہ بھی ثابت ہو چکا کہ نواب صاحب کو اپنی تصانیف مین تحقیق اور تنقیح اور التزام صحت اور حقاق
شان علماء دین سے ہے منظور نہین ہے بلکہ کتاب مین رطب یابس جمع کر دینا ادہر اودہر سے مضامین
عبارات کی قطع وبرید کر کے کچھ گھٹا بڑھا کے اپنا نام لکھدینا منظور رہتا ہے شوکانی کہ طرف زیدیہ
اور نیل الاوطار وغیرہ مین ہے اکثر مباحث کتب زیدیہ سے کہ وہ ایک فرقہ ہے فرق شیعہ سے
رکھتا ہے اور اصول اوسکے بہت سے مخالف جمہور علماء امت محمدیہ کے ہین اور مسائل فرعیہ اوسکے بہت سے
احکام ظاہرہ کے لغو و باطل ہین ایسے شخص کی تصنیف پر اعتماد کرنا اور ایسی نواب بھوپالی کی تصانیف کہ
جیسے کتب شوکانی اور حرانی سے ماخوذ ہین اعتماد کرنا کسی مسلمان کو درست نہین ہے ہان جسکو دفع تعارض
احادیث کی طرف معلوم کرنا منظور ہو وہ طحاوی کی شرح معانی الآثار اور مشکل الآثار کو اور امام محمد کی کتاب الحجج کو
یا اور محدثین شافعیہ کے کتب کو معائنہ کرے کہ اونسے اصل کیفیت منکشف ہو جاوے قولہ ایک مغالطہ
علم کی مقلد حدیث پر چلنے والون کو یہ دیتے ہین کہ جہان دو حدیثین آپسمین متعارض ہوون وہان امام
نے اوس حدیث پر عمل کیا ہے جسمین احتیاط ہی سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہی کیونکہ بہت سی
ایسی ہین کہ جنپر امام اعظم نے عمل نہین کیا وہ بہ نسبت اون احادیث کے جنپر امام اعظم نے عمل کیا ہے
زیادہ ہین اور احتیاط بھی اونہین پر عمل کرنے مین موجود ہے الخ اقول یہ امر کہ امام اعظم کے مذہب مین
نا لازم ہے صرف حنفیہ نہین کہتے ہین بلکہ اور علماء بھی اسکی گواہی دے رہے ہین اور اون احادیث پر
نے اونپر عمل نہین کیا اونپر عمل نہ کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہین دیکھو میزان شعرانی مین موجود ہے

ابی مجید دینہ حجت ... فی نہایۃ الاحتیاط والورع تحقیق ہوئی تھی کیا مذہب ابو حنیفہ کو کسی نے پایا

نہایت احتیاط اور اتقا میں وقد اجمع الخلف والسلف علی کثرۃ ورع الامام ابی حنیفۃ وکثرۃ احتیاطہ فی الدین

من اسند فلا یشا منہ من الاقوال الا ما کان علی شاکلتہ حالہ انتہی یعنے اتفاق کیا ہے سب اگلوں اور پچھلوں

نے اس امر پر کہ ابو حنیفہ بڑے متقی اور پرہیزگار اور بڑے محتاط دین میں تھے اور ظاہر ہے کہ ڈرنے والے

سے نہ صادر ہونگے ایسے شخص سے مگر ایسے اقوال کہ اوسکی صفات کے موافق ہونگے یعنے اوس میں احتیاط

اور احتیاط بھی اوس میں کامل ہوگا علے انہ ما من امام الا وقد شدد فی شئ وترک التشدید فی شئ آخر

کما یعرف ذلک من سیر مذاہبہم کلہا فتل ما سیرنا فیعتقد بوجود قلۃ الاحتیاط فی شئ من مذہب الامام

فلا خصوصیۃ لہ فی ذلک علاوہ یہ بات ہے کہ کوئی امام نہیں ہے ائمہ مجتہدین سے مگر یہ کہ اوسنے بعض احکام

اور احتیاط کو اختیار کیا ہے اور بعض احکام میں تشدد کو چھوڑ دیا بغرض آسانی کے اس بات کو پہچان

لیگا یہ امر اوس شخص پر جو مذاہب مجتہدین کو غور سے دیکھیگا پس بر تقدیر وجود قلت احتیاط کی

بعض مسائل ابو حنیفہ سے کچھ اوس پر طعن نہیں ہو سکتا ہے اس وجہ سے کہ کسی امر میں آسانی کو اختیار کرنا

و تشدد کو ترک کر دینا اونکے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سب مجتہدین اور محدثین کے مذاہب میں موجود

ہے اور خاص اون میں ہے اعلم ان ممن زعم ذلک من المتقدمین سفیان الثوری واخرون منہم الحافظ ابو بکر

ابن ابی شیبۃ الکوفی شیخ البخاری وسبب صدور ذلک عنہم انہم استعجلوا ولم یتاملوا قواعدہ واصولہ انتہی

[illegible] لوگوں میں سے کہ گمان کیا ہے اس امر کا کہ ابو حنیفہ نے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا سفیان ثوری

[illegible] استاذ ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں اور سبب اونکے اعتراضات کا یہ ہوا کہ اونہوں نے اون کے

قواعد اور اصول کو غور نہ کیا اور اونکے طریقوں کا اونکو علم نہوا اس وجہ سے یہ سب اعتراض کر بیٹھے

[illegible] اکابر دین پر امر ثابت ہے کہ ابو حنیفہ بڑے محتاط تھے اور احکام شرعیہ میں تورع

کام میں لیتے تھے اور جب دو حدیثیں متنافی ہوتیں اور دونوں صحیح ہوتیں اور واجب العمل ہوتیں تو

اوس پر عمل کرتے تھے جسمیں احتیاط زیادہ ہوتی تھی باقی وہ مسائل کہ جنمیں شبہہ ترک [illegible] کیونکہ صا

یا [illegible] احادیث [illegible] امام اعظم تو نہ ملیں یا بسند غیر معتبر ملیں یا اونکے مطلب سمجھنے میں فرق ہو اور

بعض احادیث کو امام نے ترجیح دی اس وجہ سے اون پر عمل نہیں کیا جو شخص اصول و قواعد

[illegible] ہوگا تو سمجھ لیگا کہ ائمہ کو بعض احادیث پر عمل ترک کرنے کا کیا سبب ہوتا

[illegible] اسکے خلاف حکم دیتے ہیں قولہ اذا [illegible] مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والوں کو

[illegible]

ن کتابون مین جو مسائل کہ قرآن اور حدیث کے مطابق اور موافق ہین وہ تو حدیث پر چلنے والون کا دین
و ایمان ہے لیکن جو جو مسائل کہ قرآن اور صحیح حدیثون کے خلاف ہین اونکو البتہ حدیث پر چلنے والے برا
ہین اور اونپر عمل کرنا حرام ہے چنانچہ تفصیل اوسکی مشتے نمونہ خروارسے ایکسو مسئلہ فقہ کی کتابون کا مخالف
صحیحہ کے اس کتاب کے [illegible] مغالطہ کے جواب مین گذر چکا ہے **اقول** خلاف ہونا مسائل فقہ کا ساتھ
راشدہ اور احادیث صحیحہ کے وہ معتبر ہے جسکو نقاد فقہ اور حدیث تصریح کرین اور ماہران فقہ و اصول اوسکو
ہین اور ایسے مقام پر خود ہی فقہا قول مخالف کو واگذاشت کر دیتے ہین یا اوسکی کچھ تاویل کرتے ہین
نام مخالفت نہین ہے کہ بلا سمجھے بوجھے ایک حدیث اور ایک آیت لے لی اور وہ آیت و حدیث جس سے
مستنبط ہوا ہے چھوڑ دے حدیث پر مخالفت کی تہمت لگا دی یا یہ کہ نہ مطلب قرآن کا سمجھے اور نہ حدیث کا اور نہ
کا اور بے غور و تامل کے حکم کر دیا کہ یہ مسئلہ مخالف قرآن و حدیث کے ہے جیسا کہ آپنے بارہوین مغالطے
مین انہین دو طریقون کو اختیار کر کے اپنا نام جاہلون مین روشن کیا جواب آپ کی اکثر تقریرات و تحریرات کا
چکا ہے حاجت اعادہ کی نہین ہے **قولہ** صفحہ ۳۱ اور ایک مغالطہ مقلدین ائمہ حدیث پر چلنے والون کو یہ
حدیث پر چلنے والے حدیث کے آسان آسان حکمون پر عمل کرتے ہین مشکل پر نہین چلتے ہین جواب
کہ جو لوگ حدیث کے آسان مسائل کو چھوڑ کر مشکل مسائل پر عمل کرتے ہین وہ لوگ بڑے بے وقوف اور
فرمان ہین کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنے ارادہ کرتا ہے اللہ ساتھ
اور نہین ارادہ کرتا ہے ساتھ تمہارے دشواری کو **اقول** یہ آپ کی بیوقوفی ہے کہ مطلب

اوسپر تمام صحابہ کا اتفاق کرنا بسند صحیح ثابت ہے اور فعل خلفاء راشدین کا اگر تسلیم کیا جاوے کہ
نہین ہوتا ہے مگر اسمین توکچہ شبہہ نہین ہے کہ اونکا فعل خصوصًا جسپر سب صحابہ اتفاق کر جاوین
وہ بدعت سے نہین ہوتا ہے اور اونکے اتباع مین کچہ گناہ نہین لازم آتا ہے با اینہمہ تمام غیر مقلدین نے نماز
کہ آٹہہ ہی رکعت تراویح پڑہتے ہین اور زائد رکعات سے ایسا بہاگتے ہین جیسے شیطان لاحول سے
اتباع سنت کا کرتے ہین اور اقتدا سے وموافقت حضرات صحابہ سے پرہیز کرتے ہین اسکا کچہ اور سبب
ایسا کہ رمضان مین روزہ کہول کے بیس رکعت پڑہنا اور اوسمین ختم قرآن کرنا بڑی مشکل معلوم ہوتی
یہ عبادت نفس پر نہایت شاق گذرتی ہے نفس پروری کے لحاظ سے نماز مین اقتصار کر دیا از ظاہر
موافقت سنت کا کیا اور زیادہ لطف یہ ہے کہ عدد تراویح مین تو غیر مقلدین موافقت سنت کا زعم
اور کیفیت کو بالائے طاق رکہدیتے ہین تفصیل اسکی یہ ہے کہ صحاح ستہ مین مروی ہے کہ آن حضرت
علیہ وسلم نے ایک رمضان مین تیئسوین شب کو صحابہ کے ساتہ قیام فرمایا اور اگرچہ رکعتین آٹہہ پر
تین وتر مجموعہ گیارہ رکعت مگر اونکو ایک تہائی رات تک ادا کیا بعد اوسکے پچیسوین شب
شب کو آپ نے پہر قیام فرمایا اور آدہی رات تک نماز ادا کی پہر چہبیسوین شب کو قیام نہ کیا ستائیسوین
برآمد ہوے اور سب اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور صحابہ بہی اوس روز بکثرت جمع ہوے اور اس شب کے
قریب وقت سحر تک نماز ادا کی بعد اوسکے آپ نے اہتمام چہوڑ دیا اور فرمایا کہ اگر مجکو خوف اس امر کا نہوتا کہ
تمپر فرض ہوجاوے تو مین ہمیشہ ایسی اہتمام سے نماز ادا کرتا تفصیل اس روایت کی اور ایسی اور روایا
باب تراویح مین تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار مین موجود ہے جسکو شوق ہو اوسکو مطالعہ کرنے
بخیال اسکے کہ اون راتون مین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹہہ رکعت پڑہنا ثابت ہے بیس
بیس کو چہوڑ دیا اور آٹہہ پر اقتصار کیا اور یہ خیال کیا کہ آن حضرت نے کسقدر تطویل قراءت اور رکعات
اور کتنی دیر تک تراویح پڑہتے تہے کہ ایک شب مین ایک حصہ رات کا گذر گیا تہا اور دوسری شب کو آدہی
اور تیسری شب کو شام سے صبح تک نماز پڑہی کہ صحابہ کو تردد ہوا کہ سحر کا وقت ملتا ہے یا نہین کیا
کیا اسیکا نام اتباع حدیث ہے کیا اسیکو اطاعت سنت نبوی کہتے ہین کیا اسیکو اتباع شریعت کہ
نفس پر گران نہ گذرے اوسپر تو عمل کر لیا جاوے اور جو گران گذرے اگرچہ فعل نبوی ہو چہوڑ دیا
تجہد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبہی تراویح ایسی نہین پڑہی کہ جلدی جلدی آٹہہ رکعت پڑہ
اور گہر کی راہ لی ہو اب اگر کسی غیر مقلد سے کہیے کہ آٹہہ رکعت سحر تک پڑہو تو وہ حضرت تقلید دیتے ہون
[illegible]

…پڑھی ہیں اور سوا اسکے اور نوافل جیسے تہجد

و سفر میں بھی آپ پڑھتے تھے اور کمال اہتمام کیا کرتے تھے اب غیر مقلدین کو دیکھیے کہ سفر میں سنن موکدہ کے ادا کرنے کی
ٹھاتی ہو اور دعوی اتباع حدیث کا ہی مگر تہجد اور نوافل ندارد اوسمین چونکہ محنت پڑتی ہی اسوجہ سے بھی فعل نبوی کا اعتبا
ہا اور سنت موکدہ کے چھوڑنے میں چونکہ نفس امارہ کو خوشی حاصل ہوتی ہے اسوجہ سے فعل نبوی کے ساتھ
اعتنا نکیا گیا ہے ایسے ہی نوافل روزمرہ کو دیکھیے کہ غیر مقلدین نماز کی کمی میں مصروف ہوتی ہیں اور سند حدیث
ں کر دیتے ہیں اور زیادتی نماز کی حدیثیں بالکل نہوے ہوے ہیں جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ دو ہی رکعت پڑھتے ہیں اول
کی بھی دو ہی رکعت پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث میں یونہیں آیا ہے اور یہ نہیں خیال ہے کہ حدیث میں
ی آیا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز اشراق اور چاشت بھی پڑھتے تھے اور چار رکعت بعد زوال کے پڑھتے تھے
سوا اسکے اور بھی نمازیں آپ سے کتب حدیث میں مروی ہیں پس جیسی اقتدا اوس اقتصار میں کرتے ہیں ایسے ہی اقتدا
ان نمازوں کے پڑھنے میں بھی ہووے تو البتہ ہم سمجھیں کہ یہ لوگ متبع سنت ہیں حاشا وکلا ہمنے بہت سے علماء غیر
مقلدین کو دیکھا ہے کہ بک بک کرنے میں تو مشاق اور دعوی اتباع حدیث میں طاق مگر پنجوقتہ نماز کی جماعت سے
ت ہیں وتر تو ایک رکعت پڑھتے ہیں اور تراویح آٹھ اور سنن موکدہ ندارد مگر ضروریات دین کا کچھ خیال نہیں
صل ان حضرات کا یہ دستور ہے کہ جس بات میں آسانی ہووے اور نفس امارہ کو مشقت اور تکلیف نہو اور
تعیش و راحت دنیوی نہووے وہ تو اختیار کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث میں یونہیں آیا ہے اور جس
ت میں مشقت گذرتی ہو اور نفس پروری و راحت اوسمین نہوتی ہو اوسکو ہرگز نہیں لیتے ہیں گو حدیث صحیح
ابت ہو اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو پس مثل انکی مثل اول لوگوں کے ہے جنکے حق میں حق
انہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل
منکم الا خزی فی الحیاۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب قولہ ص۲۳ اور ایک مغالطہ امام اعظم کے
حدیث پر چلنے والوں کو یہ دیتے ہیں کہ جسقدر لوگ اس مذہب کے مقلد ہیں اور کسی مذہب کے نہیں اور
مین روایت ہے ابن عمر سے کہا فرمایا رسول خدا نے ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ
ذ شذ فی النار یعنے تحقیق اللہ نہیں جمع کریگا امت میری کو اوپر گمراہی کے اور ہاتھ اللہ کا ہے اوپر جماعت
جو شخص کہ جدا ہے جماعت سے تنہا ڈالا جاویگا بیچ آگ کے اور ابن ماجہ میں روایت ہے انس سے
رمایا رسول خدا نے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنے پیروی کرو جماعت بڑی کی پس تحقیق جو
جماعت سے تنہا ڈالا جاوے گا بیچ آگ کے سو جواب اسکا یہ ہے کہ حدیث ید اللہ علی الجماعۃ اور اتبعوا
الاعظم کا یہ مطلب نہیں کہ جس طرف بہت لوگ ہوں حق اور ہدایت پر وہی لوگ ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان حدیثوں کے
یون ہوں تو پھر معاذ اللہ حضرت امام حسین اور اونکے ساتھ والے سب گمراہ ٹھہرتے ہیں کیونکہ معرکہ کربلا میں امام کے ساتھ تو

تقریظ رسالہ نصرۃ المجتہدین از جناب مولوی محمد اسعد صاحب سکندرپوری

حامداً ومصلیاً

زمانہ تھا کہ جب آنکھ اوٹھا کر دیکھتے تھے جہان تک نظر کام کرتی تھی حنفی ہی نظر آتے تھے ہندوستان ایسے
ملک مین جب سلاطین وو زراء وامراو ارکین دولت وقاضی ومفتی ومحتسب ورعایا وبرایا حنفی ہی حنفی ہون پھر
تا چاہیے کہ حنفیہ کو کیا کچھ رونق نہو گی زمانہ پیشین مین علمانے مسائل کی وہ چھان بین کی کہ سبحان اللہ
دن وشروح وفتاوے فقہ حنفی مین لکھے گئے متاخرین اسپر بھی قانع نہوے عالمگیر بادشاہ نے زر خطیر صرف کرکے

قطعہ تاریخ از مولوی ولی الحسن صاحب سکندر پوری [illegible]

بفعل خدا سے زمین و زمان	فروزندہ مشعل آسمان	حکیم وکیل احمد خوش خصال	کہ از فیض او بہرہ ور
کہ بست بر نصرۃ اہل دین	جدیدہ جوابات بے پایان	کہ گویم بہ بر طلا و فساد	عیان گشت اعتراض [illegible]
	پئے سال طبعش بہ ترقیم گفت	رقم شد کتاب مفید زمان ۱۲۹۹ھ	

قطعہ تاریخ از مولوی وصی الحسین صاحب سکندر پوری

حال وہابیان چہ پرسی	در فرقہ اوست چار سو جہل	سر بکلی از علم و فضل عاری است	ہر کس بہ دو است [illegible]
لامذہب سرچہ کرد تحریر	تقریرش لغو گفت گو جہل	از روئے تقلید گشت گمراہ	عارف شدہ [illegible]
	سال طبعش بگفتم از غیب	لامذہب بے تمیز و بوجہل ۱۲۹۹ھ	

قطعہ تاریخ از شیخ محمد عبد العزیز صاحب سکندر پوری سلمہ

نصرۃ المجتہدین طبع بشدہ	سرنگوں شد از آن بے دینان	ہاتف غیب گفت تاریخ	نصرۃ المجتہدین [illegible]

قطعہ تاریخ از شیخ محمد عبد الاحد صاحب سکندر پوری سلمہ

نصرۃ المجتہدین طبع چو شد	از حسد خاک بر سر گشت حسود	ہاتف غیب سال تاریخ	سنہ [illegible]

قطعہ تاریخ از حکیم محمد عبد القدوس صاحب سکندر پوری

نصرۃ المجتہدین جب کہ چھپی	کھا گئے اہل حسنات یہ مات	ایسی تقریر پر شیر ہے اللہ	اسکی ہر بات [illegible]
ہے یہ تصنیف وکیل احمد کی	جبکے مشہور ہیں عالم میں نکات	اور اسکی تاریخ کہی ہاتف نے	صیقل آئینہ [illegible]

قطعہ تاریخ از شیخ محمد ظہور الحسن صاحب سکندر پوری

طبع گردید چوں کتاب مفید	بر پسندید ہر کہ او را دید	گو تمم از غیب سال طبع سعید	شد [illegible]

قطعہ تاریخ از مولوی محمد اسعد صاحب سکندر پوری

اہل تقلید این رسالہ	از ہر جا بجز سعید است	ہمہ را این کتاب مطبوع	از عقل و قیاس
شد بدہ [illegible]	نزد اہل خرد سعید است	وانکس ز عناد کرد انکار	پیش اہل ہنر [illegible]
	از ہوئے امید گشت تاریخ	تحقیق مسائل سدید است	

قطعہ تاریخ از شیخ محمد واحد صاحب سکندر پوری ۱۲۹۹

واہ کیا عمدہ رسالہ ہے چھپا	دیکھئے کیسی ہے شستہ تقریر	مجکو تاریخ کی تھی فکر بہت	کہا ہاتف نے
	سر اعدا کو اور اکر لکھو	ہے یہ کیا عمدہ رسالہ تحریر ۱۲۹۹	

قطعہ تاریخ از مولوی سید محمد حسن صاحب ابن جناب میر قائم علی صاحب ساکن [illegible] متعلق

واہ کیا کتاب ہے یہ عمدہ و انتخاب ہے	اور یہ جواب ہیں قابل مدحت و ثنا	جبکہ مصنف اہل دین فاضل [illegible]	[illegible]
نافع خلق [illegible]	حاصل [illegible]	ہیں وہ جناب مولوی مخزن علم [illegible]	[illegible]
جب یہ کتاب چھپ چکی [illegible]	فروزندہ سال کی [illegible]	واسطے سال طبع کے دیکھ [illegible]	مطلع [illegible] ۱۲۹۹

قطعہ تاریخ از منشی غلام محمد غوث صاحب برادر زادہ جناب قاضی [illegible]

این نسخہ [illegible]	باشد [illegible]	تالیف آن جناب [illegible]	کس [illegible]
[illegible]	[illegible]	کلک [illegible] سال [illegible]	مطبوع شد [illegible]